دلچسپ
حیرت انگیز واقعات
مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر
القرآن
MAKTABA-E-ARSALAN

دلچسپ
حیرت انگیز واقعات

دلچسپ

حیرت انگیز واقعات

مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر

شعبۂ تحقیق و تصنیف:
مکتبہ ارسلان
اردو بازار، کراچی۔
فون: 0333-2103655

مکتبہ ارسلان
اُردو بازار، کراچی۔
فون:0333-2103655

نام کتاب .... دلچسپ حیرت انگیز واقعات
مولف .... مولانا ارسلان بن اختر
بااہتمام .... ارسلان بن اختر
اشاعت اوّل .... جولائی 2004ء
قیمت ....

ملنے کا پتہ:

کراچی: نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔ بیت القران اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔ اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دارالاشاعت اردو بازار، کراچی۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔

لاھور: مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔

راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

فہرست مضامین

موضوعات	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجبور شخص کے لئے روزی کا غیبی نظام

سید جزائری اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں۔ ایک بادشاہ اپنے خدمت گاروں اور سپاہیوں کے ساتھ سامان سفر تیار کر کے ایک روز شکار پر گیا۔ جب وہ پہاڑ کے دامن میں دوپہر کا کھانا کھانے دسترخوان پر بیٹھا تو ایک شاہین نے اچانک آ کر اس کے سامنے سے بھنے ہوئے مرغ کو پلک جھپکتے ہی اٹھالیا اور تیزی سے اڑتا ہوا چلا گیا۔

بادشاہ یہ بھنا ہوا مرغ کھانا چاہتا تھا، لیکن وہ دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہین کا پیچھا کریں اور مرغ واپس لے کر آئیں۔

فوراً ہی لشکر روانہ ہوگیا، یہاں تک کہ شاہین کا تعاقب کرتا ہوا پہاڑ کے دامن میں جا پہنچا اور اس کے بعد جب سپاہیوں نے دیکھا کہ شاہین پہاڑ کی دوسری جانب جاچکا ہے تو فوراً ہی یہ سپاہی گھوڑوں سے اتر گئے اور پہاڑ کی بلندی پر جا پہنچے۔ پہاڑ کی دوسری جانب پہنچنے کے بعد انہوں نے بڑا عجیب وغریب منظر دیکھا۔

ان کے سامنے ایک شخص تھا، جس کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ زمین پر پڑا ہوا تھا اور بھنا ہوا مرغ دسترخوان سے اٹھا کر لانے والا شاہین بڑے مزے سے اس شخص کی مہمان نوازی کرر ہا تھا۔ وہ پرندہ اپنی چونچ سے گوشت نوچ نوچ کر اس شخص کے منہ میں ڈال رہا تھا اور اس کے بعد وہ اڑا اور کہیں سے اپنی چونچ میں پانی بھر لایا۔ پھر اس نے یہ پانی بھی اس شخص کو پلا دیا۔ سپاہی اس شخص کے قریب پہنچے اور اس کے ہاتھ پاؤں کھول کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تو اس نے سپاہیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا:

بنیئے کی زبان پر ذکر خدا

اللہ کے ذکر سے زیادہ لذیذ کوئی شے نہیں، اس میں کتنی لذت ہے جو اسے ورد میں رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں مگر یہ لذت، خاصہ ہے ذکر کا۔ انوار و برکات نظر آئیں گے، چاہے وہ کافر بھی کرے تو اسے لذت آئے گی مگر مقصود نہیں، بس اس فرق کو سمجھ لیں۔

ایک بنیا تھا، دکان کھولتا بسم اللہ کہہ کر، ترازو اٹھاتا بسم اللہ کہہ کر اور ہر وقت اللہ اللہ کہتا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ میں مسلمان تو نہیں ہوا، مگر مزہ آتا ہے۔ تو یہ انوار تو ظاہر ہیں مگر یہ لذت اور انوار مقصود نہیں۔ مقصود ہے اللہ کی رضا اور یہ رضا حضور ﷺ کے طریقوں میں ہے۔

''میں ایک تاجر ہوں۔ تجارت کے سلسلے میں اپنا مال واسباب لے کر جا رہا تھا کہ اسی راستے میں ڈاکوؤں کا سامنا ہوگیا۔ وہ میرا مال واسباب لوٹ کر لے گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ مجھے قتل کر دیں۔ لیکن میں نے ان سے التجا کی کہ وہ مجھے جان سے نہ ماریں۔ وہ کہنے لگے ''ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ تم کسی طرح آبادی تک پہنچ جاؤ گے۔'' اور اس کے

بعد ان لوگوں نے مجھے اور میرے خچر کو باندھ دیا اور چلے گئے۔ پھر دوسرے دن یہ پرندہ میرے لئے کہیں سے روٹی لے کر آیا اور آج یہ بھنا ہوا مرغ لے آیا ہے۔ روزانہ دو مرتبہ یہ پرندہ میری مہمان نوازی کرتا ہے۔''

لکھا ہے کہ بادشاہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ وہ کہنے لگا۔ ''افسوس ہے ہم پر کہ ہم ایسے خدا کی خدائی سے غافل رہیں جو اس انداز سے اپنے بندوں کو رزق فراہم کرتا ہے اور اپنا نظام چلاتا ہے۔''
یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنی حکومت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے زمانے کا عابد وزاہد شخص بن گیا۔

مرزائی کی گھبراہٹ

''آپ کون ہیں؟''
''میں ...... میں مسلمان ہوں۔''
''آپ میرا مطلب نہیں سمجھے ...... آپ مذہب کی رو سے کیا ہیں؟
''میں عیسائی ہوں۔''
''اوہ! اچھا شکریہ ...... اب آپ فرمائیں ...... آپ کون ہیں؟''
''میں ایک سکھ ہوں۔''
''اوہو، اچھا ...... اب آپ بتائیں، آپ کون ہیں؟''
''میں ایک یہودی ہوں۔''
''آپ بتائیں، آپ کون ہیں؟''
''الحمدللہ ...... میں مسلمانوں ہوں۔''
خدا کا شکر ہے ...... اچھا تو آپ جو اس طرف بیٹھے ہیں ...... آپ بتائیں نا؟''
''مم ...... میں ...... میں ......''
''ہاں ہاں ...... بتایئے ...... آپ رک کیوں گئے؟''
''جی میں ...... میں ...... میں وہ ہوں۔''

تیر چلانے والے کے قرب میں

اس پر ایک حکایت یاد آئی کہ افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ''آسمان کمان ہو اور دنیا کی مصیبتیں نیزے ہوں اور خدا تعالیٰ نشانہ لگانے والے ہوں تو آدمی کہاں جا کر بچے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''تیر چلانے والے کے پاس جا کھڑا ہو، کیونکہ تیر دور والے پر چلاتے ہیں، کہنے لگا کہ بے شک آپ نبی ہیں، ایسا علم نبیوں ہی کا حصہ ہے۔ تو جب خدا تعالیٰ نزدیکی ہوگی تو حقیقت میں جس کا نام مصیبت ہے وہ نہیں آ سکتی، یعنی تکلیف نہ ہوگی، چاہے صورت مصیبت کی ہو مگر دل میں بالکل خوش ہوگا۔

''وہ...... وہ سے کیا مراد...... کیا آپ بڑے وہ ہیں۔''

''جج...... جی نہیں...... میں وہ ہوں...... احمدی۔''

''احمدی...... احمدی کیا مطلب...... احمدی تو ہر مسلمان ہوتا ہے...... لیکن مسلمان اپنے آپ کو صاف طور پر مسلمان کہتا ہے...... پھر آپ نے خود کو احمدی کیوں کہا؟''

''جی...... وہ...... میں دراصل...... مم...... مر...... مرزا...... مرزائی ہوں؟''

ملازمت کے لئے انٹرویو لینے والے آفیسر نے حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور بولے۔''کوئی اپنا مذہب بتاتے ہوئے گھبرایا نہ شرمایا اور نہ ہچکچایا...... آپ گھبرائے بھی ہیں، ہچکچائے بھی اور شرمائے بھی...... اس کی وجہ؟''

''مرزائی نے پریشان ہو کر ادھر دیکھا، ادھر دیکھا اور پیشانی سے پسینہ پونچھا، پھر مشکل سے تھوک نگلا اور بولا۔

''پپ...... پتا نہیں جناب! یہی بات تو آج تک کسی مرزائی کی سمجھ میں نہیں آئی۔''

غصہ خداوندی کو ٹھنڈا کرنے والی باتیں

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''اگر بول و براز کی حاجت نہ ہوتی تو میں مسجد سے باہر قدم بھی نہ رکھتا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کو عذاب دینا چاہتا ہوں، پس مسجد کے آباد رکھنے والے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور مسلمان معصوم بچوں کو دیکھتا ہوں تو میرا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔''

انسان کا دشمن ھی انسان کی نجات کا ذریعہ بن گیا

مشہور ہے کہ حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ جب ایک اندھیرے کنویں میں گر گئے تو اس کنوئیں پر سے کچھ حاجیوں کا گزر ہوا، جنہوں نے اس کنوئیں کو دیکھ کر کہا کہ''اس کنوئیں کا منہ بند کر دینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اس میں گر جائے۔'' یہ سن کر حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل میں سوچا کہ''اگر تو سچا ہے تو خاموش رہ۔'' چنانچہ حاجی مسافر اس کنوئیں کو بند کر کے چلے گئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ اس میں حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں۔

کنوئیں میں پہلے ہی سے اندھیرا تھا، اب اور بھی تاریک ہوگیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ان کے قریب ہی کنوئیں میں قدرتی دو چراغ روشن ہوئے، جن کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا اژدہا ان کی طرف چلا آرہا ہے۔ سوچنے لگے۔ ''سچ اور جھوٹ تو اب ظاہر ہوگا۔ دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔'' چنانچہ جب وہ اژدہا ان کے قریب آیا تو خیال کیا ''بس اب یہ مجھے نگل جائے گا۔'' لیکن خدا کی قدرت، اژدہا سیدھا کنویں کے دہانے کی جانب چڑھتا چلا گیا اور کنوئیں کے اوپر جو کچھ پاٹا گیا تھا، اس سب کو علیحدہ کرکے اپنی دم حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ کی گردن سے پیر تک لپیٹ کر ڈول کی طرح ان کو کنوئیں سے باہر لے آیا اور اپنی دم ان کی گردن سے نکال کر چلتا بنا۔

حضرت طارق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ:

''اے طارق! دیکھ یہ تیرے رب کی مہربانی ہے کہ اس نے تیرے دشمن کو تیری نجات کا ذریعہ بنا دیا۔''

چنانچہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ پر سچا بھروسہ کرنے کے سبب سے ان کا نام طارقِ صادق مشہور ہوگیا۔ (قلیوبی)

درگذر

ایک دفعہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہا کہ ''فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔''

ہارون الرشید نے ارکان دولت سے پوچھا کہ ایسے آدمی کو کیا سزا دینی چاہیے۔ ایک نے زبان کاٹنے کی رائے دی اور ایک دوسرے نے جائیداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی اور ایک نے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔ ہارون الرشید نے بیٹے سے مخاطب ہوکر کہا ''اے بیٹے! اگر تو اسے معاف کردے تو تیری مہربانی ہے، اور اگر نہیں کرسکتا تو بھی اس کو ماں کی گالی دے لے۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہوگا اور دوسرے کی طرف سے دعویٰ۔''

نہ مردست آں بنزدیک خرومند
کہ باپیل دماں پیکا بوید
بلے مرد آنکس ست ازروئے تحقیق
کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

عقل مند کے نزدیک مرد وہ نہیں ہے جو مست ہاتھی سے لڑے، ہاں تحقیق کی رو سے مرد وہ ہے کہ جب اس کو غصہ آئے تو واہی تباہی نہ بکے۔ (حکایات سعدی)

حضرت مالک بن انسؒ کی ذہانت کا واقعہ

وہ عید کا دن تھا، ہر طرف چہل پہل تھی، لوگ عمدہ لباس پہنے عید کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کی طرف رواں دواں تھے تاکہ گھر والوں کو عید کی مبارکباد دے سکیں۔ لیکن ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس کے قدم اپنے گھر کی بجائے کسی اور سمت اٹھ رہے تھے۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ نوجوان اپنے گھر والوں سے خفا تھا یا اسے کسی دوست یا رشتہ دار سے ملنا تھا یا کسی تفریح کے لئے جانا تھا، بلکہ وہ نوجوان ایک بہت بڑے عالم کے مکان پر جا کر رک گیا۔ نوجوان نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہو گیا۔

عالم نے نوجوان سے پوچھا۔ ''تم عید کی نماز پڑھ کر گھر نہیں گئے؟''

''نہیں'' نوجوان نے جواب دیا۔

''کچھ کھالو۔'' عالم نے کہا۔

''جی نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔'' نوجوان نے کہا۔

''پھر کیا ارادہ ہے؟'' عالم نے پوچھا۔

''حدیث بیان فرمائیے۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

بزرگ نے اس نوجوان کو کتاب لانے کا حکم دیا۔

نوجوان کتاب نکال کر لایا۔ بزرگ نے چالیس حدیثیں بیان کیں، نوجوان نے کہا ''اور فرمائیے۔''

''یہی کافی ہیں۔'' بزرگ نے فرمایا۔ ''اگر تم نے یہی حدیثیں یاد کرلیں تو تمہارا شمار حفاظ میں ہوگا۔''

''میں نے یاد کرلیں۔'' نوجوان نے انکشاف کیا۔

کسی انسان کے پرکھنے کا معیار

حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ''اے بیٹے، تین شخص تین موقعوں پر پرکھے جاتے ہیں۔ حلیم و بردبار آدمی غصہ کے وقت، بہادر آدمی لڑائی کے وقت اور بھائی احتیاج کے وقت۔''

کہتے ہیں کہ ایک تابعی کی ایک آدمی نے ان کے سامنے تعریف کی۔ یہ کہنے لگے ''اے اللہ کے بندے! تو نے میری تعریف کس وجہ سے کی ہے؟ کیا تو نے مجھے غصہ کی حالت میں بردبار پایا ہے؟''

کہنے لگا ''نہیں۔''

کہنے لگے ''تو کیا پھر کسی سفر میں میرا تجربہ کیا ہے؟ اور مجھے اچھے اخلاق والا دیکھا ہے؟''

وہ بولا ''نہیں۔''

کہنے لگے ''تو کیا پھر کوئی امانت رکھ کر میرا تجربہ کیا ہے اور مجھے امین پایا ہے؟''

اس شخص نے جواب دیا ''نہیں۔''

فرمانے لگے ''پھر تو بہت افسوس کی بات ہے، کسی شخص کو دوسرے کی تعریف اس وقت تک زیبا نہیں جب تک ان تین باتوں میں اس کو پرکھ نہ لے۔''

بزرگ نے نوجوان کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور فرمایا۔ ''بیان کرو۔''

نوجوان نے وہ تمام چالیس حدیثیں لفظ بہ لفظ بیان کر دیں جو ابھی چند لمحے قبل بزرگ نے ان کے سامنے بیان کی تھیں۔ بزرگ کے لبوں کو جنبش ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ ''جاؤ تم علم حدیث کے بلند پایہ عالم بنو گے۔''

یہ نوجوان تھے مالک بن انس جو آگے چل کر امام مالک کہلائے اور وہ بزرگ تھے امام ابن الشہاب الزہری جن سے علم کے حصول کے لئے حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ نماز عید کے بعد گھر چلے جائیں۔ خود امام مالکؒ کے کہنے کے مطابق ''میں نے سوچا کہ آج ایسا دن ہے کہ امام ابن الشہاب فارغ ہوں گے، اس لئے ان کے پاس چلا گیا۔''

علم دین حاصل کرنے کے لئے یہ شوق، جستجو، تڑپ اور لگن تھی جس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فقہ کے اماموں میں بلند مرتبہ پر فائز کیا۔ آپ کی پوری زندگی ایک روشن مینار کی مانند ہے جس سے آنے والی نسلیں نور کی کرنیں لے کر اپنی سیرتوں کو منور کر سکتی ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ کی ذہانت کا واقعہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اتنا تیز تھا کہ ایک مرتبہ کتابیں باہر دھوپ میں رکھوانے کے لئے نکلوائیں۔ ایک کتاب کو دیمک لگ چکی تھی۔ شاگرد نے کہا۔ ''حضرت! اس کو تو دیمک لگ چکی ہے۔''

فرمایا۔ ''اس کے جو ورق دیمک نے کھالئے ہیں وہ

شیطان کو خوف میں مبتلا کرنیوالی چیز:

شیطان ذاکر شاغل آدمی سے اس کے دل کی نورانیت کی وجہ سے ڈر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دل تجلیات ربانی کی گزرگاہ بن چکا ہوتا ہے۔ ابوسعید خزار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے جواب میں ایک لکڑی اٹھائی اور اسے مارنا شروع کر دیا۔ اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ یہ مردود اس لکڑی سے نہیں ڈرتا بلکہ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔'' گویا جس کا دل جتنا زیادہ نورانی ہوگا، شیطان اتنا ہی اس بندے سے ڈرے گا۔''

تم زبانی لکھ کر ساتھ لگا دو۔''

اس نے کہا۔''حضرت! میں نے تو یہ کتاب پچھلے سال پڑھی تھی، مجھے تو یاد نہیں۔''

فرمایا۔''تم نے پچھلے سال پڑھی اور بھول گئے۔''اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یادداشت سے ان صفحات کی عبارت کو زبانی لکھوا کر ساتھ چسپاں کر دیا۔

میں اسی لائق ہوں:

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے جب سلطنت چھوڑی تو ایک باغ میں ملازمت کر لی، کوئی سپاہی آیا۔ اس نے کچھ پھل مانگے۔ آپ نے فرمایا کہ ''میں تو ملازم ہوں، اس لئے مجھے پھل دینے کا اختیار نہیں۔''

سپاہی نے آپ کو کوڑا مارا۔ آپ نے سر آگے بڑھا کر کہا''اضرب رأساً طالما عصی اللہ (اس سر کو مارو، اس نے اللہ کی بہت نافرمانی کی ہے۔)''

اگر آپ ذرا سا اشارہ کر دیتے کہ کون ہیں تو سپاہی کا کیا حال ہوتا۔ مار کھا کر بھی مزید ظلم سے بچنے کے لئے بتایا نہیں، بلکہ خود کو اس لائق سمجھ رہے ہیں کہ اور بھی مارا جائے۔

امام شافعیؒ کی قیافہ شناسی

الحافظ جمال الدین ابی الفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی القرشی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۹۷ ہجری لکھتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

''جب تو کسی آدمی کو دیکھے کہ اس کی انگوٹھی بڑی اور اس کا نگینہ چھوٹا ہے تو یہ آدمی عقل مند ہے اور جب تو دیکھے کہ اس کی چاندی کم اور اس کا نگینہ بڑا ہے تو یہ آدمی عاجز ہے اور جب تو دیکھے کہ کاتب کی دوات اس کے بائیں طرف ہے تو وہ کاتب نہیں اور اگر (دوات) اس کے دائیں طرف اور قلم اس کے کان پر ہو تو یہ کاتب ہے۔''

دونوں بزرگوں سے ملاقات کی شرائط

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا۔''اگر تم اپنے دونوں بزرگوں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہتے ہو تو اپنی قمیض میں پیوند لگایا کرو اور اپنا جوتا خود گانٹھا کرو اور امید چھوٹی کرو اور سیری سے کم کھاؤ۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلم

ایک دن سرکارِ دوعالم ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور دل آزاری والی باتیں کیں۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، خاموش رہے اور اپنی نرم مزاجی کی بناء پر اس کی باتیں برداشت کرلیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد اس شخص نے دوبارہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں زبان درازی کی جو بڑی دکھ دینے والی تھی۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سنتے رہے اور کسی قسم کا جواب نہ دیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد اس شخص نے تیسری مرتبہ پھر سخت سست کہا۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بدستور چپ رہے۔ مگر جب وہ حد سے بڑھنے لگا تو ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ٹوک دیا اور مناسب جواب دیا۔

حضور اکرم ﷺ کو آپ کا یہ فعل پسند نہ آیا اور حضور اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور کسی اور مقام کی طرف چلنے لگے۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ یہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا تو آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا اور اب جب میں نے اسے جواب دیا تو آپ ﷺ کو میرا کونسا عمل اچھا نہیں لگا ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا ''ایک فرشتہ تیری طرف سے جواب دے رہا تھا۔ لیکن جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا۔ یعنی جس طرح تم نے پہلے تین مرتبہ دل آزاری پر حلم سے کام لیتے ہوئے اسے کچھ نہ کہا تو اس مرتبہ بھی حلم ہی کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔''

شیطان کا راستہ روکنے والے روزہ دار کی سانس

ایک بزرگ مسجد کی طرف گئے تو آپ نے مسجد کے دروازے پر شیطان کو حیران پریشان کھڑے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے شیطان سے پوچھا ''کیا بات ہے؟''

تو شیطان نے کہا ''اندر دیکھئے۔''

انہوں نے اندر دیکھا تو مسجد کے اندر ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی مسجد کے دروازے کے قریب سورہا تھا۔ شیطان نے بتایا کہ ''وہ جو اندر نماز پڑھ رہا ہے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرنے کے لئے میں اندر جانا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ جو دروازے کے قریب سو رہا ہے، یہ روزہ دار ہے، یہ سویا ہوا روزہ دار سانس لیتے ہوئے جب سانس باہر نکالتا ہے تو اس کی سانس میرے لئے شعلہ بن کر مجھے اندر جانے سے روک دیتی ہے۔ میں اس پریشانی میں کھڑا ہوں۔'' (روض الفائق مصری، صفحہ ۲۶)

ایک عورت کا دلچسپ جملہ

ایک عورت اپنے شوہر سے تنگی معاش میں جھگڑنے لگی۔ کہا ''اللہ کی قسم! تیرے گھر کے چوہے بھی صرف حب الوطنی کی وجہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں، ورنہ وہ دانا پانی پڑوسیوں کے گھر سے حاصل کرتے ہیں۔''

نو سال سے جبہ کو الگ نہیں کیا

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سیاہ جبہ پہنتے، حتیٰ کہ پھٹ جاتا۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ ''اس جبہ کو پہنے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟''
آپ نے فرمایا۔ ''نو سال سے میں نے اس کو جسم سے جدا نہیں کیا۔''

غیبت زنا سے زیادہ بدتر ہے

ایک مدرسہ میں ایک عورت آئی اور شیخ مدرسہ سے بولی کہ ''میں ایک مسئلہ پوچھنے کا ارادہ رکھتی ہوں، لیکن بسبب حیا کے کہہ نہیں سکتی۔''
شیخ نے کہا۔ ''بیان کرو اور حیا نہ کرو۔''
عورت نے کہا ''مجھ سے یہ گناہ صادر ہوا کہ میں نے زنا کیا اور اس سے حاملہ ہوگئی، پھر میرے جو لڑکا پیدا ہوا میں نے اسے مار ڈالا۔''
اس بیان کو سن کر حاضرین نے تعجب کیا۔ شیخ نے کہا۔ ''اے لوگو! کیا اس گناہ پر تعجب کرتے ہو؟ سمجھو کہ غیبت کا گناہ اس سے زائد ہے۔ کیونکہ زنا کرنے والا جب گناہ سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور غیبت کرنے والا جب توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ذمہ سے بری نہیں کرتا، جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی ہے، معاف نہ کردے۔'' (اس کو خزانۃ الروایات میں روضہ سے نقل کیا ہے)۔

نواب صاحب کی شرمندگی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نواب صاحب آئے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ کیونکہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص تھے، خدمت میں لگے رہتے تھے۔ انہوں نے نواب صاحب کے لئے خانقاہ کا فالتو قالین بچھا دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو فرمایا۔ ''مولانا یحییٰ صاحب! وہ قالین کہاں ہے؟''

نواب صاحب سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ ''حضرت! میں نے نواب صاحب کے لئے بچھا دیا ہے۔''

فرمایا۔ ''اچھا، نواب صاحب کو قالینوں کی کمی ہوگئی ہوگی۔''

نواب صاحب کی آدھی طبیعت تو وہیں صاف ہوگئی۔ پھر تھوڑی دیر گزری تو دستر خوان بچھایا گیا۔ نواب صاحب بھی آئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی بیٹھے اور محمود الحسن بھی آگئے جو بعد میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بنے۔ نواب نے ایک طالب علم کو دستر خوان پر بیٹھے دیکھا تو حیران ہوئے۔ حضرت نے فوراً فرمایا۔ ''نواب صاحب! اگر طالب علم کا ساتھ بیٹھنا اچھا نہیں لگتا تو آپ کہیں علیحدہ بیٹھ کر کھالیں۔ محمود الحسن اور میرا تو جینے مرنے کا ساتھ ہے۔''

تکبر سے بری ہونے کی نشانیاں

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے جوتے کی مرمت کر لیتا ہے، اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیتا ہے اور اللہ کے لئے چہرہ کو گرد آلود کر لیتا ہے تو تکبر سے بری ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک منقول ہے کہ جو شخص موٹا جھوٹا کپڑا پہنتا ہے اور مرمت کردہ جوتا استعمال کرتا ہے، اپنے گدھے پر سوار ہوتا ہے، اپنی بکری کا دودھ نکال لیتا ہے، اہل وعیال کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے، مساکین کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ تکبر کا نام ونشان مٹا دیتا ہے۔

سب سے بہتر پھل

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب انداز سے یہ بات سمجھائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کا بڑا باغ تھا، جس کے کئی حصے تھے، اس نے ایک آدمی کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھمادی اور کہا کہ ''میرے باغ میں داخل ہو جاؤ اور بہترین پھلوں سے ٹوکری بھر کر لاؤ۔ بڑا انعام ملے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب اندر سے گزر کر آجاؤ تو تمہیں دوبارہ واپس جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔''

اس نے کہا۔ ''چلو، یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔'' وہ ٹوکری لے کر چل پڑا۔ ایک طرف سے دروازے میں داخل ہوا، دیکھا کہ اس کے اندر پھل ہیں مگر پسند نہ آئے، اگلے درجہ میں داخل ہوا یہاں پھل پہلے سے بہتر تھے، پھر اگلے درجے میں بہت بہتر تھے اور اس کے اگلے والے درجہ میں بہت ہی بہترین تھے۔ یہاں دل میں خیال آیا کہ ''اب تو میں کچھ پھل توڑلوں۔'' پھر سوچنے لگا۔ ''آگے سب سے بہتر پھل توڑوں گا۔'' جب اگلے اور آخری درجہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں پر تو کسی بھی درخت پر پھل نہیں ہے۔ افسوس کرنے لگا کہ ''اے کاش! میں نے پہلے درجے سے پھل توڑے ہوتے تو آج میری ٹوکری خالی نہ ہوتی۔ اب میں بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے دوست! بادشاہ اللہ رب

اصلاح کون لوگ کر سکتے ہیں

جب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں ''ادارۃ المعارف قائم فرمایا تو اس وقت وہ تھانہ بھون آئے اور آکر فرمایا کہ میں علامہ شبلی نعمانی سے ملا، انہوں نے مسلمانوں کی عام بے راہ روی، پریشانی اور مبتلائے آفات ہونے کا تذکرہ کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ''آپ کے ذہن میں قوم کی اصلاح کی تدبیر کیا ہے؟''

علامہ شبلی نے فرمایا کہ ''قوم کی اصلاح صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کا قوم پر مکمل اثر ہو اور یہ اثر بغیر تقدس کے نہیں ہوسکتا اور تقدس بغیر تقویٰ اور کثرت عبادت اور کثرت بغیر ذکر اللہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔''

یہ علامہ شبلی کی رائے ہے، جو بڑے جدت پسند آدمی ہیں۔ اسی جدت کی وجہ سے انہوں نے ''ندوۃ العلماء'' لکھنؤ میں قائم کیا اور دوسرے لوگوں سے مختلف طرز اختیار کیا، یہ سارے کام کئے اور لیکن رائے یہ ہے کہ قوم کی اصلاح انہی لوگوں سے ہوسکتی ہے جن میں تقدس ہو، جن میں تقویٰ، طہارت، ذکر اللہ اور عبادت ہو اور اس تقدس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور قوم ان کی بات مانتی ہے۔

یہ بات انہوں نے بہت تجربہ کی کہی ہے۔ جہاں کہیں لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے وہ انہی لوگوں کے ذریعہ سے ہوئی ہے، جن کا اپنا عمل صحیح ہو، ورنہ چاہے کتنا بڑا محقق عالم آدمی ہو، کتنی لمبی چوڑی تقریریں کرتا ہو، وہ سب ہوا میں اڑ جاتی ہیں، اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

العزت کی مثال کی مانند ہے اور انسان جو باغ میں جارہا ہے وہ تیری مثال ہے اور ٹوکری سے مراد تیرا اعمال نامہ ہے۔ زندگی کی مثال باغ کی مانند ہے اور اس کے مختلف حصے تیری زندگی کے ہر دن کی مانند ہیں۔ اب تجھے ہر دن میں نیکیوں کے پھل توڑنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن تو روز سوچتا ہے کہ میں کل سے نیک بن جاؤں گا، یعنی اگلے درجہ سے پھل توڑوں گا۔ اگلے درجے سے پھل توڑوں گا۔ تیرا اگلا دن نہ آسکے گا اور تجھے اسی دن اللہ کے حضور جانا پڑے گا۔''

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

کھڑے پیر چل دینا پڑے گا۔

فاذا جاء اجلهم لايستاخرون ساعة ولا يستقدمون

(پ ۸، سورۃ اعراف، آیت ۳۴)

''سو جس وقت ان کی معیاد معین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔''

یہ بچے کا خرچہ ہے

احمد بن المهدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک رات کا ذکر ہے، میں بغداد میں تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور مجھے بتایا کہ ''وہ اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، مگر اس وقت وہ ایک آزمائش میں مبتلا ہے اور بولی: آپ کو خدا کا واسطہ میرا پردہ رکھ لیجئے۔''

تو میں نے کہا۔ ''آخر بتاؤ تو سہی، تم کس آزمائش میں مبتلا ہو؟''

تو وہ بولی۔ ''میرے ساتھ زبردستی ہوئی اور اب میں حاملہ ہوں اور لوگوں سے میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ آپ میرے شوہر ہیں اور یہ حمل آپ سے ہی ہے۔ تو خدا کے لئے مجھے رسوا مت کیجئے گا اور میرا پردہ رکھ لیجئے گا، اللہ

توحید کا پھول ایسی جگہ نہیں مہک سکتا

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ''محبوب حقیقی کے حضور میں پہنچنا بہت مشکل ہے، جب تک انسان حرص و بخل سے بالاتر نہ ہولے، محبوب تک رسائی ممکن نہیں۔'' جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے:

گل توحید نردید بہ زمینے کہ دارد
خار شرک و حسد و کبر و ریا و کین است

''توحید کا پھول ایسی سرزمین میں چٹک کر نہیں مہک سکتا جو سراسر شر و حسد، فخر و تکبر اور بغض و ریا کے کانٹوں سے اٹی پڑی ہو۔''

تعالیٰ آپ کا پردہ رکھے۔"

وہ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔ پھر وہ عورت چلی گئی۔ پھر کچھ پتہ نہ چلا، یہاں تک کہ اس کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی تو محلہ کے امام چند پڑوسیوں کے ساتھ مجھے بیٹے کی مبارک باد دینے کے لئے آئے، میں نے ان کے سامنے بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور اگلے دن اس بچے کے نام سے دو دینار امام صاحب کو دیئے اور کہا۔ "یہ اس عورت کو دینا، یہ اس بچے کا خرچہ ہے۔ کیونکہ ہم دونوں کے درمیان کسی بات پر علیحدگی ہو چکی ہے۔"

پھر میں ہر مہینے دو دینار امام کے ہاتھ پر رکھتا اور کہتا۔ "یہ بچے کا خرچہ ہے۔" یہاں تک کہ دو سال کا عرصہ گذر گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس بچے کا انتقال ہو گیا اور لوگ میرے پاس تعزیت کے لئے آنے لگے، میں ان لوگوں کے سامنے تسلیم و رضا کا اظہار کرتا رہا۔

ایک ماہ گذرنے کے بعد ایک رات وہ عورت میرے پاس آئی اور ساتھ میں وہ دینار بھی لے کر آئی جو میں امام کے ہاتھ اسے بھیجا کرتا تھا اور کہنے لگی۔ "اللہ تعالیٰ آپ کا اسی طرح پردہ رکھے جیسے کہ آپ نے میرا پردہ رکھا۔"

تو میں نے کہا۔ "یہ دینار بچے سے متعلق تھے، اب یہ تمہارے ہیں، تم اس کا جو چاہو کرو۔" (المنتظم ۶۶/۲۲۵)

بے گناہ شخص کی قید

ابھی کل کے اخبار ہی میں، میں نے یہ خبر پڑھی کہ ایک بے گناہ شخص پینتالیس سال جیل میں گلتا سڑتا رہا، اس کا کوئی جرم نہیں تھا، اسے محض آوارہ گردی کے الزام میں جیل میں ڈال دیا گیا۔ وہ چونکہ رشوت دینے کی سکت نہیں رکھتا تھا تو اسے اپنی زندگی کے قیمتی پینتالیس سالوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا، وہ جیل میں گیا تھا تو نوعمر تھا، اب ایک رفاہی ادارے کی کوشش سے رہا ہوا ہے تو اس کی کمر خم ہو چکی ہے، اب اس کے بال سفید ہو چکے ہیں وہ اپنا ماضی کھو چکا ہے اور اب اس بیچارے کا مستقبل ہی کیا ہوگا۔

ہائے افسوس! بڑے بڑے قاتل اور منشیات فروش بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھ کر ہماری قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں اور ایک نوعمر بچے کو محض آوارہ گردی کے جرم میں پینتالیس سال کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

صحابی کے اعلان پر درندوں کا جنگل خالی کرنا

۵۰ ہجری ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بساط خلافت کے واحد حکمران ہیں۔ سابق خلفاء کی طرح اسلامی فتوحات وسعت پذیر ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن نافع کو افریقہ فتح کرنے کے لئے حکم فرمایا۔ حضرت عقبہ نے افریقہ میں فتوحات حاصل کیں۔ جب قیروان کے پاس پہنچے تو ایک مہیب اور خوفناک جنگل کے سوا کچھ نہ تھا۔ خطرناک درندوں، زہریلے سانپوں اور وحشی جانوروں کا مسکن تھا، وہاں انسانوں کا گزرنا ممکن سی بات تھی۔ سالوں تک درندوں سے مقابلہ کرنے کے بعد کہیں آبادی کی نوبت آسکتی تھی۔ مگر حضرت عقبہ نے قیروان کو ایک اسلامی شہر بنا کر آباد کرنا طے کرلیا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے قیروان کے خدوخال اور حدود کا خاکہ تیار کرلیا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا فرمائی اور اس سرزمین پر کھڑے ہوکر تین مرتبہ بلند آواز سے اعلان کردیا کہ:

یا اھل الوادی انا داخلون فیھا انشاء اللہ تعالیٰ فاظعنوا

''اے جنگل کے باشندو! اب ہم مسلمان اس کے اندر آنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ پس تم سب کوچ کر جاؤ۔''

آواز کیا تھی، بجلی کا کڑکا تھا۔ اس اعلان کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بڑے بڑے خوفناک درندے اور زہریلے سانپ اپنے بچوں کو لئے بھاگے جا رہے تھے اور ہر سوراخ اور پتھر کے نیچے سے بھی نکل گئے۔ پورا

چغل خور

ایک شخص ایک غلام کو کسی کے ہاتھ بیچنے لگا اور بیچتے وقت خریدار سے کہہ دیا کہ اس غلام میں کچھ عیب نہیں ہے، مگر یہ کہ چغلخور ہے۔ خریدار نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ جب خریدار نے اس غلام کو خرید لیا تو غلام نے فساد پھیلا دیا اس طرح کہ اپنے مولیٰ کی بیوی سے جاکے کہا کہ تیرا خاوند تجھ سے محبت نہیں رکھتا، بلکہ دوسری عورت لانا چاہتا ہے۔ اس کی دوا یہ ہے کہ جب تیرا خاوند سوئے تو استرا لے کے اس کی گدی کے بال مونڈنا، اگر ایسا کرے گا تو وہ تجھ سی محبت کرے گا اور اپنے مولیٰ سے جاکے کہا کہ تیری بیوی تجھے ذبح کرنا چاہتی ہے۔

ایک روز اس کا مولیٰ یونہی آنکھ بند کرکے لیٹ گیا۔ وہ عورت غلام کے کہنے کے مطابق استرا لائی، خاند نے آنکھ کھول کر دیکھا تو سمجھا کہ واقعی یہ عورت مجھ کو ذبح کرنے آرہی ہے۔ فی الفور اسے قتل کرڈالا۔ جب یہ خبر اس عورت کے وارثوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس آدمی کو مار ڈالا۔ اس غلام کی چغل خوری کے سبب یہ فساد عظیم واقع ہوگیا۔ (یہ حکایت احیاء العلوم کی کتاب الغیبۃ میں ہے)۔

خطہ خالی ہو گیا۔

جب حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ میدان اب بالکل خالی ہو گیا تو قوم کو حکم دیا کہ اب تم لوگ اللہ کا نام لے کر آ جاؤ۔ چنانچہ ان ہی کے اشارے اور حکم پر قیروان بسایا گیا۔ بڑے بڑے غیر مسلم مؤرخ آج حضرت عقبہ کو قیروان کا آباد کرنے والا تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بچے تھے۔ صحبت حاصل نہیں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ افریقہ میں ہی شہید ہو گئے۔

اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر ایک جم غفیر لوگوں کا مسلمان ہو گیا۔

اللہ کی ضمانت اور گواہی کافی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

نبی ﷺ نے سابقہ دور کے ایک اسرائیلی مسلمان کا ذکر کیا جس نے ایک دوسرے اسرائیلی مسلمان سے ایک ہزر دینار ادھار مانگے تو اس نے کہا۔ ''ادھار دے دیتا ہوں لیکن گواہ لے آئیں۔''

اس نے جواب میں کہا۔ ''اللہ کی گواہی کافی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''اچھا کوئی ضامن لے آؤ۔''

اس نے کہا۔ ''اللہ کی ضمانت کافی ہے۔''

اس نے کہا۔ ''آپ نے سچی بات کی ہے۔''

چنانچہ ایک میعاد مقرر کر دی اور ایک ہزار دینار ادھار دیئے۔ وہ کشتی میں سوار ہو کر سمندر پار چلا گیا اور اس کام میں لگ گیا جس کے لئے سفر کیا۔ کام ہو گیا تو واپسی کا ارادہ

آپ مجھے پہچانتے نہیں

ایک دفعہ بصرہ کا حاکم بڑے غرور اور تمکنت کے ساتھ اکڑتا ہوا حضرت مالک بن دینار کے سامنے سے گزرا، آپ نے فرمایا ''یہ غرور کی چال بدل ڈالو۔''

حاکم بصرہ کے خدام حضرت مالک کی طرف دوڑے کہ ان کو اس گستاخی کی سزا دیں۔ لیکن حاکم نے ان کو روک دیا اور خود حضرت مالک سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔''

آپ نے جواب دیا ''میں تجھے خوب جانتا ہوں، آخر کیا شے ہے تیرا آغاز، پانی کا ایک بدبودار قطرہ اور تیرا انجام بدبودار جسم ہے اور آغاز و انجام کا درمیانی وقفہ تیرے کام کرنے کا وقت ہے۔ اس دوران جیسا بوئے گا ویسا کاٹے گا۔''

حاکم بصرہ نے یہ سن کر گردن جھکا لی اور چپکے سے چلا گیا۔

کیا تاکہ بروقت پہنچ کر ادھار لی ہوئی رقم واپس کردے۔ ساحل پر آیا۔ کشتی کا انتظار کیا، لیکن کشتی نہ آئی۔ قرض کی ادائیگی کا وقت پورا ہوگیا تھا لیکن ادائیگی کے لئے جانے کی کوئی صورت نہ بن پڑی۔ بالآخر اس نے ایک لکڑی لے کر اسے اندر سے کھرچا اور اس میں ایک نالی بنائی۔ اس میں ایک ہزار دینار رکھے اور اس کے ساتھ قرض دینے والے کے نام ایک خط میں لکھ کر بند کردیا اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے کہا:

''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا تھا، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا اللہ کا ضامن ہونا کافی ہے۔ وہ اس پر راضی ہوگیا۔ اس نے گواہ مانگا تو میں نے کہا، اللہ کی گواہی کافی ہے، تو وہ اس پر بھی راضی ہوگیا۔ میں نے واپس جانے کے لئے کشتی تلاش کی، لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ اب میں یہ رقم تیرے سپرد کرتا ہوں کہ تو اسے پہنچادے۔''

یہ کہہ کر اس نے لکڑی سے بنائی ہوئی ''نالی'' سمندر میں پھینک دی۔ دوسری طرف سے میعاد پوری ہونے پر قرض دینے والا سمندر کے ساحل پر آیا تاکہ کسی کشتی میں اس کا مال آئے تو وصول کرلے۔ کشتی تو کوئی نہ آئی لیکن اسے وہ لکڑی نظر آئی۔ جس میں اس کا مال بند تھا۔ اس نے یہ سمجھ کر پکڑ لیا کہ لکڑی ہے۔ جلانے کے کام آئے گی۔ (باقی لکڑیوں کے ساتھ اسے بھی رکھ لیا۔)

لکڑیاں چیریں تو اس کو بھی چیرا۔ دیکھا کہ اس میں تو اشرفیاں بند ہیں اور ایک خط بھی ہے۔ بعد میں مقروض کو کشتی مل گئی تو وہ خود بھی کشتی میں سوار ہوکر آگیا اور مزید ایک ہزار رقم بھی لے آیا۔ ملاقات ہوئی تو ماجرا بیان کیا۔ کہا کہ میں کشتی کی تلاش میں رہا، لیکن کشتی نہ ملی۔ یہ پہلی کشتی ہے جس میں، میں آیا ہوں اور اس کے بعد رقم پیش کی۔

قرض دینے والے نے کہا۔ ''آپ نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی؟''

> ## سب سے بڑی آفت
>
> مشہور ولی اللہ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ ان کا ایک نہایت قیمتی قول ہے۔ فرماتے ہیں:
>
> **ما ابتلى أحد عصيبة اعظم عليه من قسوة قلبه**
>
> یعنی ''دل کا سخت ہونا آدمی کے لئے سب سے بڑی آفت ہے۔''

اس نے جواباً کہا: ''میں نے عرض کیا کہ جس کشتی میں سوار ہوکر میں آیا ہوں، اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہ مل سکی۔''

اس پر اس نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے رقم پہنچادی ہے۔ آپ اپنی رقم لے جائیے۔ اللہ آپ کو ہدایت پر قائم و دائم رکھے۔''

انسان ارادہ کرے، نیت نیک ہوتو اللہ ضرور مدد کرتا ہے۔غیب سے بھی مدد کرتا ہے۔

احسان کا بدلہ احسان

ایک نوجوان نے کسی مشکل وقت میں ایک بوڑھے کی مدد کی تھی۔ گردش زمانہ سے یہ نوجوان کسی سنگین جرم میں گرفتار ہوگیا اور اسے قتل کی سزا دی گئی۔ سپاہی اس کو لے کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے تو تماشا دیکھنے کے لئے سارا شہر امنڈ پڑا۔ ان میں وہ بوڑھا بھی تھا۔ اپنے محسن نوجوان کو اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل زخمی ہوگیا اور وہ زور زور سے دہائی دینے لگا کہ ''اے لوگو! ہمارا نیک دل بادشاہ فوت ہوگیا۔ افسوس صد افسوس کہ آج دنیا تاریک ہوگئی۔''

سپاہی اور دوسرے لوگ یہ بری خبر سن کر غمزدہ اور پریشان ہوگئے اور اس نوجوان کو وہیں چھوڑ کر شاہی محل کی طرف بھاگے۔ بوڑھے نے فوراً نوجوان کی زنجیریں کھول کر اسے بھگا دیا اور خود اس کی جگہ بیٹھ گیا۔

سپاہی محل میں پہنچے تو بادشاہ کو زندہ سلامت موجود پایا۔ کھسیانے ہوکر واپس آئے تو نوجوان کی جگہ بوڑھے کو وہاں بیٹھے دیکھا۔ اسے گرفتار کرکے بادشاہ کے سامنے لے گئے اور سارا قصہ بیان فرمایا۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر پوچھا کہ ''اے بڈھے تو نے میرے مرنے کی خبر کیوں اڑائی، آخر میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا؟''

بوڑھے نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ ''جہاں پناہ! میرے جھوٹ بولنے پر آپ پر کوئی آنچ نہیں آئی، لیکن میرے محسن نوجوان کی جان بچ گئی۔ فلاں وقت اس نے میری دستگیری کی تھی۔ آج اس کو مصیبت میں گرفتار دیکھا تو انسانیت اور جواں مردی نے تقاضا کیا کہ اس کی مدد کروں، اسی لئے میں نے یہ حیلہ اختیار کیا۔''

بادشاہ یہ قصہ سن کر ایسا خوش ہوا کہ نہ صرف بوڑھے کو انعام واکرام دے کر رہا کر دیا بلکہ اس نوجوان کی معافی کا حکم بھی صادر کر دیا۔ نوجوان قید سے نکل کر ادھر ادھر جان چھپاتا پھرتا تھا۔ کسی نے اس کو معافی کی خوشخبری سنائی اور پوچھا کہ ''تیری جان کیسے بچ گئی؟''

اس نے جواب دیا کہ ''ایک حقیر رقم میرے کام آگئی جو میں نے اس سائل کو ضرورت کے وقت دی تھی۔''

جوئے باز دارد بلائے درشت

عصائے تدیدی کہ عوج بکشت
حدیث درست آخر از مصطفیٰ ست
کہ بخشائش و خیر دفع بلاست

بعض اوقات ایک جو سخت مصیبت کو ٹال دیتا ہے تو نے نہیں دیکھا کہ معمولی لاٹھی نے عوج کو مار ڈالا۔ آخر محمد ﷺ کی سچی حدیث بھی تو ہے کہ عطا اور بھلائی بلا کو دفع کرنے والی ہے۔

غلطی دوسرے کی الزام اپنے سر

محمود اپنے غلام ایاز پر بہت مہربان تھا۔ دربار کے دوسرے لوگ ایاز پر محمود کا یہ التفات دیکھ کر اس سے حسد کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان کے بیٹوں کو بھی ایاز سے کدورت ہوگئی تھی۔ وہ ایک غلام کو دربار میں اپنے سے زیادہ محترم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک روز محمود کے ایک لڑکے نے بھرے دربار میں محمود سے ایاز پر اس بے جا محبت اور بے جا مہربانی کی شکایت کی۔ محمود نے شکایت کا کوئی جواب دینے کے بجائے وزیروں، بیٹوں اور ایاز سے کہا کہ کل سب لوگ دریا کے کنارے جمع ہو جائیں۔

دوسرے روز سب لوگ دریا کے کنارے جمع ہوگئے۔ محمود غزنوی نے اپنے ایک وزیر کو حکم دیا۔ ”دریا میں اس طرح غوطہ لگاؤ کہ تمہارے کپڑے قطعی نہ بھیگیں۔“

وزیر نے کہا۔ ”جہاں پناہ! ایسا کیسا ممکن ہے؟“

پھر محمود نے دوسرے وزیر سے یہی بات کہی۔ اس نے بھی معذرت کر لی۔

کرامت والی ٹوپی

بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ بادشاہ روم نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ اس خط میں اس نے اپنے عجیب وغریب قسم کے سر درد کی شکایت کی اور علاج کے لئے گزارش کی۔ بادشاہ کو کچھ اس قسم کا سر میں درد ہوتا تھا جس کا علاج بڑے بڑے طبیب بھی کرنے سے قاصر تھے۔ اب اس نے پیغمبر اکرم ﷺ کے وصی سے اس کا علاج دریافت کیا تھا!

جونہی بادشاہ کا خط پہنچا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خط لانے والے شخص کو ایک ٹوپی دی اور یہ ہدایت فرمائی کہ جب بھی سر میں درد ہو اس ٹوپی کو پہن لیا جائے۔ وہ ٹوپی بادشاہ کو مل گئی۔ اب جب بھی بادشاہ کے سر میں درد ہوتا وہ اس ٹوپی کو پہن لیتا تھا اور حیرت انگیز طور پر اسے فوراً آرام آ جاتا تھا۔ دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا جیسے ہی بادشاہ اپنے سر پر وہ ٹوپی رکھتا اس کے سر کا درد ختم ہو جاتا تھا!

پھر محمود نے ایاز سے کہا کہ اس طرح دریا میں غوطہ لگاؤ کہ تمہارے کپڑے قطعی نہ بھیگیں۔

ایاز دریا میں اتر گیا۔ مگر جب باہر نکلا تو اس کے کپڑے پانی میں شرابور تھے۔ محمود نے اس سے پوچھا "ایسا کیوں ہوا؟"

ایاز نے ادب سے جواب دیا۔ "ظل الٰہی! مجھ سے ضرور کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ پھر کوشش کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دوبارہ دریا میں چلا گیا اور اس کے کپڑے دوبارہ بھیگ گئے۔ ایاز نے یہ عمل دس بار دہرایا اور ہر بار کپڑے بھیگتے رہے اور وہ یہی کہتا رہا "مجھ سے ضرور کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ پھر کوشش کرتا ہوں۔"

آخر محمود نے اسے رکنے کا اشارہ کیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ "نا اہلو! حاسدو! سمجھ میں آیا کہ میں ایاز سے کیوں اتنی محبت کرتا ہوں۔ دیکھو یہ اپنے سر الزام لے کر کس خوبصورتی سے میری غلطی نباہ رہا ہے۔"

یہ انبیاء کا طریقہ نہیں ہے

مجھے یاد ہے کہ جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سر پر پہاڑ توڑ دیا، کیونکہ دو سوڈھائی سو صفحات کی کتاب لکھنے کے بعد اس کو از سر نو ادھیڑنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ مضمون نگاری کا بھی شوق تھا اور کتاب میں بڑے مزیدار فقرے بھی تھے، ان فقروں کو نکالتے بھی دل کٹتا تھا، لیکن یہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے پھر پوری کتاب کو ادھیڑا اور از سر نو اس کو لکھا۔ پھر الحمدللہ وہ کتاب "ہمارے عائلی قوانین" کے نام سے چھپی۔ لیکن وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، الحمدللہ یہ بات دل میں بیٹھ گئی ہے کہ ایک داعی حق کے لئے طنز کا طریقہ اور طعنہ دینے کا طریقہ اختیار کرنا درست نہیں، یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ نہیں ہے۔

پانچ لاکھ احادیث کا نچوڑ

"سنو بیٹا! میں تمہیں کام کی پانچ باتیں بتا رہا ہوں، ان کو غور سے سن لو، تمہارے بہت کام آئیں گی۔"

"جی فرمائیے۔"

"وہ کام کی پانچ باتیں پانچ احادیث ہیں اور یہ ان پانچ لاکھ احادیث کا نچوڑ ہیں جو مجھے یاد ہیں۔"

"پانچ لاکھ احادیث کا نچوڑ!" مارے حیرت کے اس کے بیٹے کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! غور سے سنو! ہمارے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

(۲) انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی، بے فائدہ اور بے مقصد کاموں کو چھوڑ دے۔
(۳) تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز نہ پسند کرلو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔
(۴) حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی اور دونوں کے درمیان شبہ کی کچھ چیزیں ہیں، ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، سو جو آدمی شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا اور جو شخص شبہات میں پڑا، وہ حرام میں پڑ جائے گا۔ جیسے کہ کوئی چرواہا اگر اپنے ریوڑ کو کسی کے کھیت کی باڑ کے قریب چرائے گا تو اس کا ریوڑ اس (دوسرے کے) کھیت سے بھی چر لے گا۔''
اتنا فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے باڑ لگا دیئے اور اللہ کی باڑ حرام کردہ چیزیں ہیں۔''

عشق رسول ﷺ کا عملی ثبوت

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ عشق رسول عطا فرمایا تھا۔ حیران ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ انگیز نے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تین دن گھر میں رہے اور تین دن بعد باہر نکل آئے کہ حضور ﷺ غار میں تین دن تک چھپے رہے تھے۔ لہذا تین دن سے زیادہ میں اندر رہنا پسند نہیں کرتا کہ ایسا نہ ہو کہ قاسم نانوتوی سے خلاف سنت کام ہو جائے۔

(۵) کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔
یہ پانچ احادیث بیٹے کو سنا کر باپ نے پھر فرمایا۔''ان احادیث کو آئینے کی طرح محفوظ رکھنا اور اپنے اعمال کا محاسبہ ان کے ذریعے کرتے رہنا۔''
قارئین! یہ وصیت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حماد کو کی تھی جو کتاب وصایا امام اعظم میں منقول ہے۔

اللہ کے وجود کو بغیر دلیل مانتا ہوں

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دہریوں کا بڑا زور تھا۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے کو ''دہریہ'' کہا جاتا ہے اور یہ منکرین خدا یہ چاہتے تھے کہ عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کیا جائے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے وجود کو عقل سے ثابت کرنے کے سو دلائل موجود تھے۔ جب کسی دہریئے سے مناظرہ فرماتے تو بس دس پندرہ دلائل کے ذریعہ ہی اس کو شکست دے دیا کرتے تھے۔
اتفاق سے ایک بزرگ کی زندگی ہی میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا۔ انتقال کے

وقت شیطان آپ کے سرہانے آ کر بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین) شیطان نے آ کر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ "بتاؤ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "کیوں نہیں؟"

شیطان نے کہا کہ "تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عقلی دلیل پیش کی۔ شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ دوسری دلیل دی، شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دلیل دی۔ شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا۔ اس طرح دس دلیلیں دیں، شیطان نے ان سب کو توڑ دیا۔ اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دلائل پر دلائل دیتے چلے جارہے تھے اور شیطان ان کو توڑتا جارہا تھا۔ جب ساٹھ ستر دلیلیں پیش کردیں اور شیطان نے ان سب کو توڑ دیا تو اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی فکر اور تشویش ہوئی کہ:

"یہ کون شخص ہے جو میری ہر دلیل کو توڑ رہا ہے اور میری ہر دلیل کا ایسا جواب دے رہا ہے کہ مجھے لاجواب کردیتا ہے اگر خدانخواستہ اسی رفتار سے یہ جواب دیتا رہا تو ذرا سی دیر میں میرے دلائل کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا، اور جب میرے پاس دلائل کا ذخیرہ ختم ہوجائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں عقلاً مجھے بھی شبہ ہوگیا۔ اور یہ میرا آخری وقت ہے، اگر اس آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے وجود میں شبہ ہوگیا تو میرا خاتمہ بھی خراب ہوجائے گا۔" چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ سوچ کر اور پریشان ہوگئے۔

یہاں تک کہ آپ نے ننانوے دلیلیں دیں اور شیطان نے وہ ننانوے دلیلیں توڑ ڈالیں۔ اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ

سب سے اچھی اور سب سے بدترین چیزیں

کسی زمانے میں حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ ایک رئیس کے غلام تھے۔ ایک دن رئیس نے انہیں حکم دیا "ایک بکری ذبح کرو اور اس میں سے جو سب سے اچھی چیز ہو، وہ پکا کر لے آؤ۔"

وہ گئے، بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان پکا کر لے آئے۔ دوسرے دن رئیس نے پھر حکم دیا "ایک بکری ذبح کرو اور اس میں جو سب سے بدترین چیز ہو وہ پکا کر لے آؤ۔" وہ گئے، بکری ذبح کی اور دل اور زبان ہی پکا کر لے آئے۔ یہ دیکھ کر رئیس نے تعجب سے پوچھا "یہ کیا؟ میں نے بہترین چیز پکا کر لانے کے لئے کہا تو آپ دل اور زبان پکا کر لے آئے اور آج جب میں نے کہا کہ بدترین چیز پکا کر لے آئیں تو پھر آپ دل اور زبان پکا کر لے آئے...... بھلا یہ کیا بات ہوئی؟"

اس پر حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! "جناب اگر یہ دونوں چیزیں صحیح ہوں تو بہترین چیزیں ہیں، اور اگر یہ دونوں چیزیں خراب ہوں تو پھر بدترین بھی یہی ہیں۔" رئیس ان کا جواب سن کر بہت خوش ہوا۔

پسینہ پسینہ ہوگئے اور گھبرا گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اب دیکھئے کہ چونکہ کچھ عرصہ تک ایک بزرگ سے تعلق رہا تھا، اس لئے وہ تعلق کام آیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کی کیفیت کو منکشف فرمایا۔

اس وقت وہ بزرگ اور شیخ وضو فرما رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا، اسی حالت میں وہ لوٹا انہوں نے زمین پر مارا اور کہا:

''اے رازی! یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ کے وہ الفاظ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں پہنچا دیئے۔ جب ان بزرگ کی آواز امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں آئی کہ ''اے رازی! یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں'' امام رازی نے فوراً یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ دیئے۔ بس یہ کہنا تھا کہ شیطان فوراً وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا۔ اس لئے کہ اس دلیل کا کوئی جواب نہیں۔ اس دلیل کو کوئی توڑ ہی نہیں سکتا کہ میں بلا دلیل اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں، آخرت کو مانتا ہوں اور جنت و دوزخ کو مانتا ہوں۔ بس یہ الفاظ کہے اور اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا اور نیک تعلق کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور آپ کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا۔

مولانا حسین احمد مدنی کا تقویٰ اور نصرت الٰہی

جیل میں بہت سے قیدی تھے، ان میں مسلمان بھی تھے اور ہندو وغیرہ بھی۔ ان مسلمانوں میں ایک جماعت عالم فاضل لوگوں کی بھی تھی۔ ان قیدیوں کو گوشت دیا جاتا تھا۔ یہ گوشت آسٹریلیا اور دیگر ممالک سے درآمد کیا جاتا تھا اور برف خانوں میں اس کے ذخائر برسوں سے محفوظ تھے۔ چونکہ

مصیبت میں ہندو بنیئے کا اللہ کو پکارنا

کسی ہندو بنیئے کی ایک چونی غلاظت میں گر گئی۔ بنیئے کو گھن تو بہت آئی لیکن وہ اپنی چونی کو کسی قیمت پر بھی چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔ دیر تک ایک پتلی سی لکڑی کی مدد سے غلاظت کو بدلتا رہا اور دعا مانگتا رہا کہ ''یا اللہ میری چونی دلا دے۔''

کسی راہ گیر نے جب یہ کلمات سنے تو حیرت سے پوچھا۔ ''لالہ جی، یہ کیا بات ہوئی، چونی کھوئی ہے تو اس کی بازیابی کے لئے اپنے بھگوان سے دعا مانگو، یہ اللہ میاں کو کیوں یاد کر رہے ہو؟''

بنیئے نے حیرت اور سنجیدگی سے راہ گیر کو گھورا اور جواب دیا۔ ''واہ جناب! آپ نے بھی ایک ہی کہی، ایک ذرا سی چونی کے لئے جو غلاظت میں گر گئی ہو اپنے بھگوان کو کیوں زحمت دوں، یہ کام مسلمانوں کے اللہ ہی سے لینا چاہیے۔''

اس گوشت کے بارے میں یہ بات یقینی تھی کہ اہل اسلام کا ذبیحہ نہیں ہے، چنانچہ اس اہل فضل جماعت نے اس گوشت کو کھانے سے انکار کر دیا۔

دوسری طرف بعض قیدی اس کو بڑے اطمینان سے استعمال کرتے تھے۔ کچھ قیدیوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ جائز ہے۔ بعض حضرات نے تاویل کی کہ ہم مضطر یعنی مجبور ہیں، اس لئے یہ گوشت ہمارے لئے حلال ہے۔ لیکن ان تمام سے علیحدہ ہو کر اہل علم حضرات گوشت کو حرام سمجھ کر کھانے سے پرہیز کرتے رہے۔

حرام گوشت کھانے والوں مین سے بعض قیدی گوشت نہ کھانے والوں سے بحث کرنے لگے۔ ایک مولانا نے ان کے شکوک کا تسلی بخش جواب دیا۔ مولانا نے قرآن کریم کی تلاوت فرما کر واضح کیا کہ ہر حلال جانور کے ذبیحہ کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول تو یہ کہ شرعی ذبیحہ ہو، دوسری شرط یہ کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔ مگر جو حیوانات عیسائی ملکوں میں ذبح ہوتے ہیں، وہاں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے ان کا گوشت کھانا جائز نہیں۔

مولانا قاسم صاحب کی سادگی

مولانا محمد قاسم صاحب کی ایک زمانہ میں دس روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی۔ کتابیں تصحیح کرنے کا کام تھا۔ بزرگوں کا یہ حال تھا کہ دیکھنے والوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ بہت بڑے ولی ہیں، ان کے کپڑے بھی دیکھ کر کوئی ان کو عالم یا مولوی نہیں سمجھتا تھا۔ اب تو علماء کے لباس بہت ممتاز ہیں۔ آپ ایک مرتبہ اسٹیشن پر تھانہ بھون کسی کام سے گئے تھے۔ وہاں کوئی بڑے آدمی گاڑی سے اترے۔ کوئی قلی موجود نہ تھا۔ مولانا کو دیکھ کر کوئی معمولی آدمی خیال کیا۔ آواز دی "ادھر آؤ...... سامان اٹھاؤ۔" آپ نے سر پر سامان اٹھالیا اور ساتھ ساتھ شہر کی طرف چلے۔ بستی میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کی تعظیم کی۔ دریافت کرنے پر قصہ معلوم ہوا تو اس نے معافی مانگی۔ اس رنگ کے یہ بزرگ تھے۔

مولانا کی اس تقریر سے رفتہ رفتہ بہت سے قیدیوں نے یہ حرام گوشت چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے ان نیک لوگوں کے لئے گوشت کھانے کی ایک دوسری صورت پیدا کردی۔ ہوا یہ کہ ان ہی قیدیوں میں ایک صاحب تھے جو ترکی اور انگریزی زبان سے واقف تھے۔ انہوں نے جیل حکام سے کہا کہ "ہم مسلمان ہیں اور مذہبی پہلو سے آپ کے ذبح کردہ گوشت سے پرہیز کرنے پر مجبور ہیں۔ ہاں! گوشت ہم ایک شرط پر کھا سکتے ہیں، وہ یہ کہ ہمیں زندہ جانور دیا جائے اور ہم خود ذبح کریں۔ اس کے سوا ہمارے لئے کسی قسم کے گوشت کا استعمال ناممکن ہے۔"

چونکہ مخالفین اور افسر بھی اپنے ملک کے قانونی پہلو سے مجبور تھے، اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔ مگر یہ پرہیز گاروں کی جماعت بھی دھن کی پکی تھی، اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔

کچھ عرصہ بعد جیل کے حکام نرم پڑ گئے۔ انہوں نے ان حضرات کو خود جانور ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ صرف اتنی قید تھی کہ جانور پہرے داروں کے سامنے ذبح کیا جاتا اور صفائی کا پورا پورا خیال رکھا جاتا۔ بہت سے لوگ جو تاویلیں کر کے حرام گوشت کھا رہے تھے، وہ ان حضرات کی پرہیز گاری اور ثابت قدمی سے نہایت متاثر ہوئے۔

یہ مولانا کون تھے، جنہوں نے قیدیوں کو مشتبہ گوشت کھانے سے روکا۔ یہ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ مالٹا کی جیل میں قید تھے۔

جوانوں کے گناہ کم ہوتے ہیں

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک نوجوان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے، کسی نے پوچھا۔ ''حضرت! یہ آپ کس کی تعظیم بجا لا رہے ہیں؟''

آپ نے جواب دیا۔ ''یہ شخص جوان ہے اور میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ جوانوں کا احترام کیا کرو۔''

معترض نے حیرت سے پوچھا۔ ''وہ کیوں؟''

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ ''اس لئے کہ جوانوں کے گناہ کم ہوتے ہیں۔''

ہندو بچے کا عجیب جواب

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ماتحت ایک ریاست کا ہندو راجہ مرگیا۔ اس کا لڑکا کم سن تھا، اس لئے یہ امر قابل غور تھا کہ حکومت اس کے سپرد کی جائے یا نہیں۔ آپ نے اس لڑکے کو معائنے کے لئے بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوا اس وقت آپ حوض کے کنارہ پر تھے، دل لگی کے طور پر اس بچہ کو دونوں بازوؤں سے اٹھا کر تالاب کے اوپر لٹکا کر فرمایا۔ ''چھوڑ دوں؟''

اس نے کہا ''جس کا ہاتھ آپ جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اس کو ڈوبنے کا کیا خطرہ؟'' آپ نے یہ عجیب جواب سن کر حکومت اس کے سپرد کرنے کا فیصلہ فرمادیا۔

اس ہندو بچے کا ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں تھا، اس لئے وہ مطمئن تھا، اسے ڈوبنے کا خوف اور خطرہ نہیں تھا۔ اگر ہم بھی اپنا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں دے دیں تو انشاء اللہ تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گے اور اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مطیع اور فرمانبردار بن جائے اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کردے۔

خلیفہ وقت کے خلاف قاضی کا فیصلہ

سنو بھئی! کیا تم یہ گھوڑا فروخت کرنا چاہتے ہو۔'' انہوں نے بازار سے گزرتے ہوئے ایک گھوڑے والے کے پاس رک کر کہا۔

''جی ہاں! یہ گھوڑا برائے فروخت ہے۔''

''لیکن میں پہلے اس گھوڑے کا امتحان لوں گا، اگر امتحان میں پورا اترا تو گھوڑا خرید لوں گا۔''

ٹھیک ہے۔ آپ گھوڑے کا امتحان کرلیں۔''

انہوں نے گھوڑا ایک سوار کے حوالے کیا اور اس کا امتحان کرنے کا حکم دیا۔ سوار گھوڑے کو لے گیا۔ آزمائش کے دوران گھوڑے کو ٹھوکر لگی، وہ زخمی ہوگیا۔ اس کی کھال پر داغ لگ گیا۔ گھوڑا آزمائش پر پورا نہ اترا تو انہوں نے وہ گھوڑے کے مالک کو واپس کرنا چاہتا۔ گھوڑے کے مالک نے جب دیکھا کہ گھوڑا داغی ہوگیا ہے تو اس نے واپس لینے سے انکار کردیا اور بولا۔ ''دیکھئے جناب! میں نے گھوڑا اس حالت میں آپ کو نہیں دیا تھا، اب یہ داغی ہوگیا ہے، لہذا میں واپس نہیں لوں گا۔''

اس پر انہوں نے کہا۔ ''لیکن گھوڑا آزمائش کے دوران داغی ہوا ہے۔''

''میں نے آزمائش کی اجازت دی تھی، یہ نہیں کہ آپ اسے داغی کردیں گے۔''

راز کی حفاظت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر میں نے کسی آدمی کو اپنا کوئی راز دیا، اور اس نے وہ راز ظاہر کردیا تو میں نے اسے کبھی لعنت ملامت نہیں کی، کیونکہ جس وقت میں نے وہ راز اسے دیا تو اس وقت میرا سینہ زیادہ تنگ تھا۔ (یعنی کہ جب میں ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کرسکا اور اسے دوسرے کے سامنے اگل دیا تو پھر دوسرے سے اس کی حفاظت کی توقع فضول ہے۔)'' اور پھر کہا:

گر تو ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کرسکا!
تو اوروں سے رازداری کی توقع فضول ہے!

(عیون الاخبار: ۱/۴۰)

بات بڑھ گئی۔ آخر طے پایا۔ شریح بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ کرالیتے ہیں۔ گھوڑے والے نے یہ بات منظور کرلی۔ شریح اس وقت لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں بہت مشہور تھے۔ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ گھوڑا بھی امتحان کے لئے انہوں نے ہی لیا تھا۔ شریح رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کی بات غور سے سنی اور پھر یہ فیصلہ سنایا:

''اے امیر المومنین! جو گھوڑا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید ا تھا، اسے رکھ لیجئے یا جس حالت میں خریدا تھا،

اسی حالت میں ہی واپس کیجئے۔ گھوڑے کا امتحان لینے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اسے داغی کر کے واپس کر دیں۔''

یہ فیصلہ وقت کے عظیم حکمران کے خلاف تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۲ لاکھ مربع میل پر حکمران تھے۔ قیصر اور کسریٰ آپ رضی اللہ عنہ کا نام سن کر کانپتے تھے۔ لیکن قاضی شریح بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے ذرا نہ گھبرائے۔

دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا فیصلہ سن کر بہت خوش ہوئے اور شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفے کا قاضی مقرر فرما دیا۔ قاضی شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا فرض بہت خوبی سے نبھایا۔ ان کے فیصلوں کی بہت تعریف ہوئی، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی قاضی رہے۔ تاریخ میں ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔

ایک قیدی کا دانش مندانہ جواب

خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے ایک باغی کو ہتھکڑیوں میں پیش کیا گیا۔ یہ ایک خطرناک شخص تھا۔ ہارون اس کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا۔ قتل کا حکم دینے سے پہلے ہارون الرشید نے غضبناک آواز میں باغی سے پوچھا: ''اب تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟''

اس نے بے خوف ہو کر کہا۔ ''وہی سلوک کریں جو کل اللہ آپ کے ساتھ کرے گا۔''

ہارون الرشید کا غصہ فوراً دور ہو گیا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ چند لمحوں تک وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ پھر تھکی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اسے آزاد کر دیا جائے۔''

سپاہیوں نے اس کی ہتھکڑیاں کھول دیں۔ باغی دربار سے چلا گیا۔ درباریوں میں سے کسی نے ہارون الرشید سے پوچھا ''امیر المومنین! یہ آپ نے کیا کیا؟ باغی کا ایک جملہ سن کر اسے آزاد کر دیا۔ آپ نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس کی گرفتاری کے سلسلے میں آپ کے سپاہیوں کو کتنی زحمت ہوئی تھی، پھر یہ کہ اس کی رہائی سے شرپسندوں کو اورشہ مل سکتی ہے۔''

ٹیک لگانا مناسب نہیں

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے ''صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔''

یہ سن کر ہارون الرشید نے بے ساختہ حکم دیا۔ ''باغی کو پھر گرفتار کر لیا جائے۔''

باغی کو دوبارہ ہتھکڑیوں میں اس کے سامنے پیش کیا گیا، اس نے دربار میں آتے ہی کہا۔ ''حضور! میرے بارے میں دوسروں کی رائے پر کان مت دھریئے، اگر اللہ آپ کے بارے میں دوسروں کی رائے سنتے تو آپ ایک لمحے کے لئے بھی خلیفہ نہیں رہ سکتے۔'' ہارون نے یہ سن کر اسے پھر آزاد کردیا۔

مال سے محبت کے بدترین نتائج

تفصیلات کے مطابق ۲۴ سالہ کیمسٹ مارک برٹن کو اسٹاک ایکسچینج میں مسلسل نقصان ہو رہا تھا۔ وہ گزشتہ روز ایک انوسٹمنٹ کمپنی کے دفتر میں گیا جہاں وہ حصص کا کاروبار کرتا تھا۔ وہاں دو گنوں سے اندھا دھند فائرنگ کرنے کے بعد وہ خاموشی سے قریب واقع دوسرے دفتر گیا، وہاں بھی یہی منظر دہرایا۔ دونوں جگہ مجموعی طور پر ۹ افراد کو موت کی نیند سلایا۔ پولیس جنونی قاتل کے گھر پہنچی تو وہاں اس کی بیوی اور دو بچوں کی لاشیں پڑی تھیں جنہیں باور کیا جاتا ہے کہ دو روز قبل تشدد سے ہلاک کیا گیا۔ کئی گھنٹے کی تلاش کے بعد پولیس کو برٹن اپنی کار میں نظر آیا۔ مگر اس نے خود کو پولیس کے حوالے کرنے کے بجائے موت کے حوالے کردیا۔

حصص کے کاروبار میں سرمایہ کار منٹوں اور گھنٹوں میں مالا مال ہوتے ہیں یا اپنا اثاثہ لٹا دیتے ہیں۔ صدر کلنٹن نے واقعہ پر گہرے دکھ اور صدمے کا اظہار کیا۔ واقعہ کے بعد ملک میں اسلحہ پر کنٹرول کی بحث پھر چھڑ گئی۔ شہر کے میئر کیمبل نے کہا ''یہ مرض کینسر کی طرح ہمارے ملک کو کھائے جا رہا ہے۔''

قارئین کرام! امریکیوں کی عقل کس طرح ماری گئی ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ جوئے کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرتے، اس کے شیطانی نتائج پر فکر کرنے کے بجائے وہ اسلحہ پر کنٹرول کی بحث میں پڑ گئے۔ حالانکہ اسلحہ پر

ایک جنونی قاتل کا واقعہ

اوائل اگست کے امریکی ہفت روزہ ''نیوز ویک'' نے ایک جواری کی جنونیت کی تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے، جس کے مطابق اسٹاک مارکیٹ میں سات لاکھ ڈالر گنوانے کے بعد امریکی سرمایہ کار نے بیوی بچوں سمیت ۱۲ افراد کو جنونی انداز میں ہلاک کرنے کے بعد خودکشی کرلی۔ یہ امریکی شہر اٹلانٹا کی تاریخ کا بدترین قتل عام تھا۔ یہ واردات اتنی ہولناک تھی کہ شہر کے میئر کو ٹیلی ویژن پر اعلان کرنا پڑا کہ تمام لوگ اپنے دفاتر اور گھروں کو بند کرکے رکھیں، کیونکہ ایک خطرناک قاتل گھوم رہا ہے۔ کئی گھنٹوں بعد جب یہ اطلاع ملی کہ اس نے پولیس کو دیکھ کر دو پستولوں سے فائر کرکے دائیں بائیں گولی مار کر اپنی کھوپڑی اڑالی ہے تو لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔

کنٹرول ہو بھی جائے تو قاتل خنجروں اور چھریوں سے بھی ایسا کر سکتا ہے۔ تو اصل بات جو ہے وہ جوئے کی ہے۔ جوئے کے بارے میں قرآن مجید نے کیا خوب رہنمائی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

انما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء فی الخمر والمیسر (المائدہ: ۹۱)

''بلاشبہ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ دشمنی اور بغض پیدا کر دے۔''

سبحان اللہ! قرآن نے چودہ سو سال قبل انسانوں کو آگاہ کر دیا کہ جوئے اور شراب سے دشمنی اور بغض پیدا ہو گا اور پھر اس کے نتائج قتل تک برپا ہو سکتے ہیں۔ اپنے بچوں، حتیٰ کہ اپنی جان بھی قتل کی جا سکتی ہے تو اگر اس بربریت سے کہ جو جوا پیدا کرتا ہے، انسان بچنا چاہتا ہے تو اسے جوئے سے جان چھڑانی چاہئے۔ یہ حصص کا کاروبار جو اس سانحہ کا باعث بنا، آج اسی لعنت کو یہودیوں نے ساری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ پاکستان بھی اس کی زد میں ہے۔ حکمرانو! ہوش کے ناخن لو! یہودیوں کے اس نظام سے اپنے آپ کو آزاد کراؤ اور امریکہ جیسے ملکوں کے لئے اپنے آپ کو نمونہ بناؤ۔

تکبر نے جہنم پہنچا دیا

وہ طواف کر رہا تھا۔ اس کی چادر کا کونہ فرش پر لٹک رہا تھا۔ ایک غریب بدو کا پاؤں چادر کے کونے پر آ گیا۔ اسے جھٹکا جو لگا تو غصے میں آ گیا اور بدو کو ایک زوردار تھپڑ دے مارا۔ یہ شخص غسان کا بادشاہ جبلہ تھا۔ پہلے عیسائی تھا، لیکن جب مسلمانوں نے شام کو فتح کیا تو یہ مسلمان ہو گیا۔ اس کا تھپڑ بدو کی آنکھ پر لگا، اس کی آنکھ پر شدید چوٹ آئی۔

اس وقت اتفاق سے

سات باتیں جو ذلالت کے گڑھے میں پھینک سکتی ہیں

جلال الدین سیوطی اپنے عقیدت مند کو نصیحتیں فرما رہے تھے۔ سات باتیں ایسی ہیں جو کسی بھی انسان کو ذلیل کر سکتی ہیں:

- ...... کسی دعوت میں بن بلائے پہنچ جانا۔
- ...... کسی مجلس میں اپنے مرتبے اور حیثیت سے بالاتر جگہ پر بیٹھنا۔
- ...... مہمان بن کر میزبان پر حکم چلانا۔
- ...... دوسروں کی باتوں میں دخل دینا۔
- ...... ان لوگوں سے خطاب کرنا جو سننے کے لئے تیار نہ ہوں۔
- ...... بدچلن سے دوستی کرنا۔
- ...... سنگ دل اور حریص دولت مند سے مدد کا طالب ہونا۔

مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ بھی حج کے لئے آ کر مکے پہنچے ہوئے تھے۔ بدو ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا چہرہ انہیں دکھایا۔ انہوں نے پوچھا۔ ''یہ کس نے کیا ہے؟''

''غسان کے بادشاہ جبلہ نے۔'' اس نے بتایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو بلوایا۔ وہ حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا ''تم نے اس بدو کو تھپڑ کیوں مارا؟''

''اس نے ہماری چادر پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ اس لئے ہم نے اسے اس گستاخی کی سزا دی اور یہ سزا کیا ہے، ہم تو اس رتبے کے آدمی ہیں کہ ایسی گستاخی کرنے والے کو سزائے موت دیتے ہیں۔''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''اب جاہلیت کا زمانہ نہیں رہا، اسلام میں سب مسلمان برابر ہیں۔ تم نے اس غریب مسلمان کے ساتھ زیادتی کی ہے، لہذا اسے حق پہنچتا ہے کہ یہ اس کا بدلہ لے اور بدلہ یہ اسی طرح لے سکتا ہے کہ یہ تمہارے منہ پر تھپڑ مارے، ہاں یہ تمہیں معاف کردے تو اور بات ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اسے کچھ دے کر راضی کرلو۔''

آپ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر جبلہ نے کہا۔

''امیر المومنین! کیا آپ کے نزدیک بادشاہ اور ایک بدو میں کوئی فرق نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ مجھے تھپڑ مارے یا میں اسے راضی کروں، اس کی منت کروں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ''اسلام کا قانون سب مسلمانوں کو برابر کا درجہ دیتا ہے، اس لئے تمہیں سزا بھگتنا ہوگی یا پھر بدو کو راضی کرنا ہوگا۔''

جبلہ یہ سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اس نے کہا۔ ''اچھا مجھے ایک دن کی مہلت دیں تا کہ میں اس معاملے پر غور کرسکوں۔''

فلاں بات کیوں کی

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں رات بھر سوتا ہوں اور صبح کو شرمندہ ہوتا ہوں کہ رات کا کوئی حصہ کسی نفلی عبادت میں نہیں گزرا، یہ مجھے زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس کے کہ میں رات بھر عبادت کرتا رہوں اور نوافل کے لئے کھڑا رہوں اور صبح کو دل میں اپنی عبادت کی وجہ سے خود پسندی کے جذبات ہوں۔''

نیز فرماتے ہیں ''میرا پروردگار قیامت کے دن مجھ سے یہ سوال کرے گا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ تو مجھے یہ گوارا ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ سوال کرے کہ تم نے فلاں کلام کیوں کیا؟'' (حلیۃ الاولیاء لأبی نعیم رحمتہ اللہ، صفحہ ۲۰۰، ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات منظور کر لی۔ جبلہ کے دماغ میں بادشاہی کا غرور تھا۔ وہ وہاں سے اپنے خیمے میں پہنچا اور رات کے وقت چھپ کر شام کی طرف بھاگ نکلا۔ وہاں سے روم کے بادشاہ کے پاس قسطنطنیہ پہنچا۔ دوبارہ عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

عقل مند غلام کی لائق تحسین گفتگو

بادشاہ سلامت کا دربار لگا ہے، حاجت مند قطار اندر قطار پیش ہو رہے ہیں۔ بادشاہ ہر ایک کی درخواست پر حاجت مند کی خواہش کے مطابق حکم دے رہا ہے اور ڈھیروں دعائیں سمیٹ رہا ہے۔ اتنے میں ایک سوداگر حاضر ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر چند غلام لایا ہے۔ بادشاہ سے غلام پیش کرنے کی اجازت طلب کی جاتی ہے تو وہ فوراً منظوری دے دیتا ہے۔ سوداگر چند لمحوں میں غلاموں کو لے کر پیش ہوتا ہے۔ باری باری ایک ایک غلام سامنے

پچیس لاکھ افراد کی نماز جنازہ میں شرکت

ابن ابی حاتم محدث نے حضرت ابوزرعہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ خلیفہ متوکل نے حکم دیا کہ جس زمین پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اس کو ناپ کر اندازہ لگایا کہ کس قدر آدمی تھے۔ معلوم ہوا کہ تقریباً ۲۵ لاکھ آدمی تھے۔ گو خاص بغداد کی اتنی آبادی بھی نہ رہی ہو، تب بھی یہ کوئی غلط بات نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کی وفات کی خبر اطراف واکناف بغداد میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور لوگ حضرت امام پر کی جانے والی سختیوں کا حال سن رہے تھے اور نہایت بے صبری اور بے چینی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس مرد مجاہد کی وفات نے وہ مقناطیسی اثر دکھایا کہ لوگ خود بخود کھنچے چلے آئے اور اس تعداد میں جمع ہو گئے کہ چشم فلک نے ایسا نظارہ نہ دیکھا تھا۔

عبدالوہاب وراق نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جاہلیت اور اسلام میں آج تک کسی میت پر اتنے آدمی اکٹھا نہ ہوئے تھے جتنے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں ہوئے۔

مابلغنا ان جمعاً فی الجاهلية ولا فی الاسلام اجتمعوا فی جنازة اكثر من الجمع الذی اجتمع علی جنازة احمد بن حنبل (البدایہ)

لایا جاتا ہے اور اس کی نمایاں اور قابل ذکر خوبیاں بیان کرتا ہے۔ بادشاہ سلامت کے روبرو جب سب غلام پیش ہو چکے تو بادشاہ نے پوچھا۔ "کیا ان غلاموں کے علاوہ بھی کوئی اور غلام ہے؟"

سوداگر جواب دیتا ہے۔ "رب کائنات آپ کے اقبال کا سورج ہمیشہ بلند رکھے۔ دراصل ایک اور غلام باہر موجود ہے مگر وہ آپ کے قابل نہیں۔"

بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اس غلام کو بھی پیش کیا جائے۔ غلام فوری طور پر شاہی دربار میں حاضر کیا جاتا ہے۔ وہ ادب سے سر جھکا کر سلام پیش کرنے کے بعد ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اس سے پوچھتا ہے "تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ جواب دیتا ہے۔ "غلام کو جس نام سے چاہیں یاد فرمالیں، غلام تو غلام ہی رہتا ہے۔"

بادشاہ پوچھتا ہے۔ "کھانے میں کیا پسند کرتے ہو؟"

غلام جواب دیتا ہے۔ "مالک کی مرضی جو کھلادے وہی میری پسندیدہ غذا ہے۔"

بادشاہ پھر پوچھتا ہے۔ "تمہاری کوئی خواہش ہو تو فوری طور پر بتاؤ تاکہ اسے پورا کیا جاسکے؟"

غلام جواب دیتا ہے۔ "بادشاہ سلامت! میں ایک غریب غلام ہوں، نہ اختیار اپنا نہ ارادہ اپنا، اس لئے مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کسی خواہش کو دل میں جگہ دوں۔"

خود پسندی کیا ہے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خود پسندی بھی ایک انسانی عذاب ہے، اس سے آدمی مغرور ہو جاتا ہے اور اس کا نفس موٹا ہوتا ہے۔ خود پسندی ایک بہت بڑا حجاب ہے جو بندے کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ خود پسندی عرفانِ روح اور صدقِ روح کی بھی ضد ہے۔ اس خود پسندی کا دین جہالت ہے، حسرت و ندامت اس کے ثمرات اور معرفت سے دوری اس کا وصف ہے۔ اس خود پسندی میں جب لوگوں پر ایسی حقیقت حال واضح ہوتی ہے تو وہ حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔

غلام کے یہ جوابات سن کر بادشاہ وقت (حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ) ایک نعرہ مارتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ غلام اسی طرح ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ آپ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ "اے ابن ادھم! افسوس! تو بھی اپنے رب کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن تیرا نام و مقام اس غلام سے بھی بدتر ہے۔ تجھ سے تو یہ غلام بہتر ہے جس نے سارے اختیارات اپنے مالک کے سپرد کر دیئے ہیں لیکن تو سارے اختیارات اپنے پاس رکھتا ہے۔"

کمسن مجاھد کا عظیم کارنامہ

روس افغانستان کی جنگ کے دوران ایک نو دس سالہ بچہ روس کے ٹینک تباہ کرنے کے لئے بارودی سرنگ بچھا رہا تھا۔ ابھی وہ اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک ٹینک ادھر آنکلا۔ فوجیوں نے اس بچے کو پکڑلیا اور پوچھا۔ ''تم یہاں کیا کررہے ہو؟''

اس نے بتایا۔ ''میں چرواہا ہوں۔''

اس سے پوچھا گیا۔ ''تمہاری بکریاں کہاں ہیں؟'' اس بار بچہ صاف جواب نہ دے سکا، کیونکہ بکریاں تو وہاں تھیں نہیں۔ فوجی شک میں پڑ گئے۔ انہوں نے اسے پکڑلیا اور اپنے ساتھ ٹینک میں بٹھالیا۔ جونہی ٹینک سرنگ والی جگہ کے قریب پہنچا، بچے نے نعرہ لگایا۔ ''اللہ اکبر۔'' اور ساتھ ہی سرنگ پھٹ گئی۔ ٹینک ہوا میں بلند ہوا تو بچہ اس میں سے نکل کر دور جا گرا۔ ٹینک پاش پاش ہوگیا۔ بچہ بالکل صحیح سلامت تھا، جبکہ ٹینک جل چکا تھا۔ اس میں موجود سب فوجی ہلاک ہو چکے تھے۔

سچ ہے ''جسے اللہ رکھے، اسے کون چکھے۔''

اندلس کا دانشمند

ایک مرتبہ مدینے میں شور گونجا۔ ''ہاتھی آیا ہے۔'' اس آواز کو سنتے ہی طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ گئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا، ان کا ایک شاگرد یحییٰ اطمینان سے بیٹھا، سبق پڑھ رہا ہے۔ پوچھا۔ ''یحییٰ! تم ہاتھی دیکھنے نہیں گئے۔''

یحییٰ نے جواب دیا۔ ''حضرت میں نے علم حاصل کرنے کے لئے وطن چھوڑا تھا، ہاتھی دیکھنے کے لئے نہیں۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے ''اہل اندلس کا دانش مند'' کا خطاب دیا۔ بعد میں یہی شاگرد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وغیرہ نقل کرنے پر مقرر ہوئے۔

بہت زیادہ تنخواہ والا کام چھوڑ دیا

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ریاست بہاولپور میں بہت زیادہ تنخواہ پر کام کر رہے تھے۔ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن صاحب نے انہیں لکھا۔ ''حضرت! آپ امیروں کی بریانی کھاتے ہیں، ہم فقیروں کی دال نہیں کھاتے۔''

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی تفصیل معلوم کئے بغیر وہاں کی ملازمت چھوڑ دی اور بقیہ زندگی جامعہ اشرفیہ میں دین کی خدمت کرتے گزاری۔

ہدیہ واپس کر دیا

ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ کی خدمت میں عمر بن حریث نے کچھ اونٹ ہدیئے کے طور پر بھیجے۔ انہوں نے یہ کہہ کر اونٹ واپس کر دیئے۔ ''میں نے تمہارے لڑکے کو قرآن پڑھایا ہے، اس کی اجرت نہیں لے سکتا۔''

ایک محدث حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ ایک شخص ان کے لئے سرمہ لایا۔ انہوں نے پوچھا۔ ''کیا تم مجھ سے حدیث پڑھتے ہو؟''

اس نے کہا ''ہاں میں آپ سے حدیث پڑھتا ہوں۔''

اس پر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں حدیث پڑھانے کی اجرت لوں۔''

گھر کا خرچ دو روپے ماہانہ

بہاولپور کے نواب نے جامعہ اسلامیہ بنوایا۔ پھر وہاں کے علماء سے پوچھا۔ ''اس مدرسے کو آباد کیسے کیا جائے گا؟''

انہوں نے کہا ''ایک عالم باعمل کو یہاں لے آتے ہیں، مدرسہ خود بخود آباد ہو جائے گا۔''

نواب صاحب نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، عالم کا نام بتائیں۔'' انہوں نے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تجویز کیا۔ نواب نے پوچھا۔ ''دیوبند میں وہ کیا تنخواہ لے رہے ہیں؟''

جواب ملا۔ ''دو یا تین روپے ماہانہ۔''

نواب صاحب نے کہا۔ ''آپ لوگ وفد کی صورت میں جا کر انہیں دعوت دیں۔ انہیں بتائیں یہاں تعلیم دینے کے سلسلے میں انہیں ہر طرح آسانی رہے گی۔ مزید یہ کہ انہیں سو روپے جو آج کل کے اعتبار سے ساٹھ ستر ہزار روپے کے برابر ہوں گے) ماہواری تنخواہ دی جائے گی۔''

علماء کا یہ وفد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنے کا مقصد بیان کیا۔ مدرسے کی تفصیل بتائی۔ آخر میں نواب صاحب کی پیشکش کے بارے میں بتایا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تمام باتیں سن کر فرمایا۔ ''یہاں میری تنخواہ تین روپے ماہانہ ہے۔ میرے گھر کا خرچ دو روپے ماہانہ ہے۔ تیسرا روپیہ میں فقراء اور مساکین میں تقسیم کرتا ہوں۔ اگر میں بہاولپور چلا گیا اور مجھے ماہانہ سو روپے ملے تو دو روپے تو میرے خرچ کے ہوں گے، باقی اٹھانوے روپے مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے۔ سارا دن اسی کام میں مشغول رہنا پڑے گا، پھر تعلیم کا کام کیسے کرسکوں گا۔ اس لئے میں وہاں نہیں جاسکتا۔'' علماء یہ جواب سن کر لاجواب ہو گئے۔

بارات بجائے دلهن کے دولها کی لاش لے گئی

بیوی کی بہن جس کو سالی کہا جاتا ہے ایسے ہندوانہ کلچر سے متاثر آج بھی کئی لوگ ''آدھی گھر والی'' یا ''آدھی بیوی'' کہتے ہیں۔ غلام مصطفیٰ کھر کا گھر بھی اسی تصور سے اجڑا۔ اور تہمینہ درانی نے پوری کتاب ''مینڈا سائیں'' لکھ ماری۔ اسی طرح پیر پگاڑو صاحب نے بھی سالی کو آدھی بیوی کہہ کر اپنے کردار کو منکشف کیا اور اب دو اگست کی خبر کے مطابق اسی جملے نے یوں گل کھلائے کہ ملکہ ہانس کے نواحی گاؤں رنگڑ والا میں شادی کی تقریب اس وقت ماتم کدہ بن گئی جب دلہن کے بھائی نے دولہا اور دولہا کے بھائی نے دلہن کے بھائی کو قتل کر دیا۔

نکاح کے بعد دولہا کو دودھ پلائی کی رسم کے لئے بٹھایا گیا۔ جب دولہا راؤ اختر نے اپنی سالی کو یہ کہہ کر پکڑ لیا کہ ''سالی آدھی گھر والی ہوتی ہے'' جس پر دلہن کے بھائی نے جو کہ ایک حساس ادارے میں ملازم ہے، غصہ میں آکر دولہا کو اپنی لائسنسی بندوق سے فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ دولہا کے بھائی رونق علی کو جب خبر ملی تو اس نے اپنے ماؤزر سے فائرنگ کر کے بھائی کے قاتل راؤ علی اکبر کو بھی موقع پر ہلاک کر دیا۔ دلہن اپنے دولہا اور حقیقی بھائی کی لاش دیکھ کر پاگل ہوگئی۔ بعد ازاں بارات دولہا کی لاش لے کر لودھراں چلی گئی۔

قارئین! یہ ہے غیر شرعی اعمال کا نتیجہ، جو لوگ بھگت رہے ہیں مگر باز پھر بھی نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شرور سے بچائے اور شرعی انداز سے شادیوں کی توفیق دے اور شرعی پردہ جیسی نعمت نصیب فرمائے۔ (آمین)

نقب والا کون ھے اور کھاں ھے؟

مسلمہ بن عبدالملک نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس قلعہ کی دیوار میں ایک سوراخ تھا، تو مسلمہ بن عبدالملک نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ اس سوراخ سے اندر داخل ہو جائیں، مگر کوئی بھی آگے نہیں آیا۔ تھوڑی دیر میں فوج کا بہترین سپاہی آگے بڑھا اور سوراخ میں داخل ہو گیا اور قلعہ فتح کر لیا گیا تو مسلمہ نے منادی کروائی: ''نقب والا کہاں ہے؟'' (یعنی نقب کے ذریعے اندر داخل ہونے والا)۔

مگر کوئی بھی سامنے نہیں آیا تو اس نے پھر منادی کروائی کہ ''میں نے دربان کو حکم دے دیا ہے کہ وہ آدمی جس وقت بھی آئے اسے اندر بھیج دینا اور میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ اس کو آنا ہی پڑے گا۔'' تو ایک آدمی آیا اور دربان سے کہا: ''مجھے امیر کے پاس جانے کی اجازت دے دو۔''

تو اس نے پوچھا۔ ''کیا تم نقب والے ہو؟''

تو وہ آدمی بولا۔ ''میں تمہیں اس کے بارے میں بتانے آیا ہوں۔'' تو اس نے مسلمہ کے پاس بھیج دیا۔ وہاں جا کر اس نے کہا۔ ''نقب والے کی تین شرطیں ہیں۔ اگر آپ نے مان لیں تو وہ سامنے آئے گا ورنہ نہیں۔ ایک تو یہ کہ صحیفہ میں اس کا نام لکھ کر خلیفہ کے پاس نہ بھیجا جائے گا، دوسری یہ کہ اس کے لئے کوئی چیز مقرر کرنے یا دینے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ اس سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کس سے یا کہاں سے تعلق رکھتا ہے؟''

تو مسلمہ نے جواب دیا۔ ''اس کی شرطیں ہمیں قبول ہیں۔''

تو وہ آدمی بولا۔ ''میں ہی وہ آدمی ہوں۔''

اس کے بعد سے مسلمہ جب بھی کوئی نماز پڑھا کرتے تھے، یہ دعا کرتے تھے۔ ''اے اللہ! مجھے نقب والے کے ساتھ رکھنا۔'' (عیون الاخیار ۲/۱۷۲)

قول و فعل میں تضاد والی باتیں

عیون الاخبار میں ہے۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لوگ تین باتیں محض زبان سے کرتے ہیں، مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، لیکن کام غلاموں جیسے نہیں کرتے، بلکہ آزادوں کی طرح اپنی مرضی پر چلتے ہیں۔

۲۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں رزق دیتا ہے، لیکن ان کے دل دنیا اور متاع دنیا جمع کئے بغیر مطمئن نہیں ہوتے، اور یہ ان کے اقرار کے سراسر خلاف ہے۔

۳۔ یہ کہتے ہیں کہ آخر ہمیں مرجانا ہے، مگر کام ایسے کرتے ہیں جیسے انہیں کبھی مرنا ہی نہیں۔

مال کی قیمت اصل منڈی میں ہوتی ہے

ایک شاعر تھا، وہ غزلیں کہتا تھا۔ اپنی بیوی سے کہتا کہ ۵ ہزار روپے کی غزل کہی ہے۔ کبھی کہتا آج ۱۰ ہزار کی غزل کہی۔ ایک دن بیوی کو سبزی کی ضرورت پڑی، خاوند گھر میں نہیں تھا۔ وہ ۱۰ ہزار کی غزل اٹھا کر لے گئی۔ سبزی خریدی اور سبزی والے سے کہا کہ "یہ دس ہزار کی غزل ہے، باقی پیسے مجھے دے دیں۔" اس نے اٹھا کر غزل گلی میں دے ماری۔ یہ بڑی غمزدہ ہوئی۔ اسی شاعر نے ایک دفعہ بادشاہ کی منقبت لکھی اور بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے بوری بھر کر دیناروں کی دی۔ بیوی نے کہا۔ "آپ غزل کے ذریعے بوری بھر کے دیناروں کی لے آئے اور مجھے سبزی بھی نہ ملی تھی۔"

شاعر نے کہا کہ "تو غلط منڈی میں چلی گئی۔" اسی طرح نیکیوں کی منڈی بھی آخرت ہے۔ جہاں روح کے تقاضوں کی قیمت لگے گی۔ جب روح کے تقاضے آخرت میں سامنے آئیں گے۔

حاسد کو اس کا نفس موت سے پہلے ہلاک کر دیتا ہے

بقراط یونان کا وہ پہلا شخص ہے جس نے علم طب کو باقاعدگی بخشی اور بحیثیت ایک علم اسے آگے بڑھایا اس نے طب کے ذریعے لوگوں کی بے انتہاء خدمت کی وہ کہا کرتا تھا کہ "میری عظمت کا ماحصل یہ ہے کہ میں نے اپنی جہالت سے آگاہی حاصل کر لی ہے۔ اس سے لوگ حسد کرنے لگے۔ لیکن وہ اپنے حاسدوں سے ذرا بھی نہیں گھبراتا تھا۔"

اس کے ہمدرد اسے متنبہ کرتے کہ "بقراط فلاں شخص تم سے بے حد حسد کرتا ہے، اس سے ہوشیار رہنا۔"

بقراط جواب دیتا۔ "میں مردوں سے نہیں ڈرتا۔"

شکایت کرنے والے نے حیرت سے کہا۔ "لیکن میں جس کی بات کر رہا ہوں وہ مردہ نہیں ہے زندہ ہے۔"

بقراط نے جواب دیا۔ "وہ شخص میرا حاسد ہے اور یاد رکھو حاسد آدمی کو اس کا نفس موت سے پہلے ہلاک کر دیتا ہے۔"

ایک غلطی کی وجہ سے اموی بادشاہت کا خاتمہ

مروان بن حمار بنی امیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ جس وقت سفاح نے لشکر لے کر چڑھائی کی تو مروان بھی اس سے کئی گنا بڑا لشکر لے کر اس کے مقابلے پر آیا۔ یہ لشکر پوری طرح مسلح تھا اور اس کے سپاہی تجربے کار تھے۔ خود مروان کو بھی مکمل اطمینان تھا اور وہ خود بھی محاذ جنگ پر گیا۔ اس کے سپاہیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔

حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے مروان کو پیشاب کی شدید حاجت ہوئی اور وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔ کوئی ایسی جگہ بھی اسے نظر نہیں آئی جہاں وہ چھپ کر رفع حاجت کر سکے۔ بالآخر وہ گھوڑے سے اتر کر ایک جانب دوڑا۔ لشکر والوں نے جب مروان کے گھوڑے کو خالی دیکھا تو وہ سمجھے کہ مروان قتل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کا سارا لشکر بھاگنے لگا۔

سفاح کے سپاہیوں نے بھاگتے ہوئے لشکر کا تعاقب کیا۔ مروان کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ کچھ قیدی بنے اور کچھ زخمی ہوئے۔ سفاح کے سپاہیوں نے مروان کو پکڑ کر اس کی زبان کاٹ کر پھینک دی اور ایک بلی نے اسے کھالیا۔ اس طرح اتنی بڑی اموی حکومت ایک غلطی کی وجہ سے ختم ہوگئی!!!

صرف ایک نماز جماعت کے بغیر ادا کرنے کا نقصان

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ وعظ کر رہے تھے۔ شیخ جنید کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے مجلس میں آ کر فرمایا "اے ابوبکر! جس چیز سے تم سیراب ہوئے ہو وہی دوسروں کو دے رہے ہو۔"

وہ فوراً ممبر سے نیچے اترے۔ آپ نے فرمایا "میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ ایک واعظ تھا، جس کے وعظ سے لوگوں پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ کپڑے پھاڑ دیتے تھے اور بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔ بعض جاں بحق ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ وہ زیارت خانہ کعبہ کے لئے گئے اور چند سال وہاں رہ کر واپس آ گئے۔ لوگوں نے ان کی خدمت میں وعظ کی درخواست کی۔ انہوں نے وعظ کیا۔ لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا اور تو مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، البتہ ایک نماز بغیر جماعت کے ادا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے فلاں! تم نے میرے کام میں غلطی کی ہے، تیری سزا یہ ہے کہ ہم نے تجھ سے حلاوتِ سخن چھین لی ہے۔"

چغلخور جادوگر سے بھی برا

یحییٰ بن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''چغل خور جادوگر سے بھی برا ہے۔''

مگر اس کا کسی کو خیال نہیں۔ چغل خور ایک دم میں وہ کام کرسکتا ہے جو جادوگر ایک مہینے میں بھی نہ کر سکے۔ چغلی نے خون بہادیئے، مال لٹادیا ہے اور بڑے بڑے فتنے کھڑے کردیئے ہیں، کتنے لوگوں کو گھروں سے باہر نکلوا دیا۔ اس طرح کے بہت سے فساد مچائے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جو شخص تیرے پاس چغلی کرے وہ دوسرے کے پاس تیری چغلی بھی ضرور کرے گا۔''

پانچ سو سال کی عبادت کسی کام نہ آئی

بلعم باعور ئی بنی اسرائیل کا بہت بڑا عبادت گزار تھا۔ پروردگار عالم کی شان بے نیازی کا اظہار ہوا اور اس کی پانچ سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگادی گئی۔ قرآن مجید میں اس کی تشبیہ کتے کے ساتھ دی۔ ''فمثلہ کمثل الکلب'' (پس اس کی مثال کتے کی مانند ہے)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے درختوں اور پتھروں کا مل جانا

ایک دن سفر کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''اے اسامہ! میرے استنجا کرنے کے قابل کوئی پردہ کی جگہ ہے؟''

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر ٹھہرا ہوا ہے اور یہاں قریب میں کوئی جگہ جناب کے قابل پردہ نظر نہیں آتی۔''

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''دیکھو اے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ درخت کھجور کے جو الگ الگ کھڑے نظر آتے ہیں اور یہ پہاڑی پتھر جو دور دور پڑے دکھائی دیتے ہیں، ان کو حکم دو، ان سے جا کر کہو کہ جناب رسول اللہ فرماتے ہیں کہ درختو! تم آپس میں مل جاؤ اور پتھرو تم درختوں کے بیچ میں دیوار بنا کر تیار کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے استنجا فرمائیں گے۔''

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضورﷺ کا یہ پیغام لے کر درختوں، پتھروں کے پاس گیا۔ حضور اکرمﷺ کا حکم سنتے ہی فوراً کھجوروں کے درخت آپس میں مل گئے اور درختوں کے درمیان جو جگہ خالی رہی تھی۔ اس میں پتھروں نے جمع ہو کر دیوار بنائی۔ جب حضور اکرمﷺ استنجے سے فارغ ہوئے۔ فرمایا۔ ''اسامہ! ان سے کہو کہ یہ سب اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں۔''

یہ سن کر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ کیا۔ پتھر، درخت، سب الگ الگ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ سبحان اللہ۔ الٰہی کیا تیرا احسان ہے، جہاں بھر کا حکم ساری دنیا پر حکومت کرنے والے نبی کو ہم گناہگاروں کا عاشق اور ہم خطاداروں کا شیدائی بنایا۔ ہمارے غم نے انہیں راتوں رلایا۔ ہماری فکر نے انہیں بہت جگایا اور کم سلایا۔

یہ میرا اور خدا کا معاملہ ہے

مدائن ایران کے بادشاہوں کا پایہ تخت اور ہیرے جواہرات کا مرکز تھا۔ گزشتہ کئی سالوں سے یہ شہر عجم کے پوشیدہ خزانوں کا محافظ تھا۔ بڑی مقدار میں بیش بہا مال غنیمت اس شہر میں ایک مخصوص شخص کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک نومسلم ہیرے جواہرات کا بند تھیلا اسی ذمہ دار شخص کے پاس لایا۔ اس سے پوچھا گیا کہ ''یہ کیا ہے؟''

لانے والے نے بتایا کہ ''وہی کچھ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔''

حکومت کے اہلکار نے پوچھا۔ ''اس کے اندر کیا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں نے اسے کھول کر نہیں دیکھا کہ اس میں کیا ہے۔ اگر میں خدا پر ایمان نہ رکھتا تو اسے یہاں لے کر بھی نہیں آتا۔ ایمانی تقاضے نے مجھے اس امر پر مائل کیا کہ میں اس تھیلے کو لا کر یہاں جمع کرا دوں۔ اور اگر خدا حاضر و ناظر ہے تو پھر میں کس طرح اس تھیلے کو کھولنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ سر بمہر تھیلے میں موجود یہ مال غنیمت تو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہے۔''

رسومات سے نفرت و بیزاری

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دارالافتاء میں ایک لڑکا پڑھتا تھا۔ اس کی بہن کی شادی تھی۔ اس نے گھر جانے سے انکار کر دیا کہ جب تک شادی کی خرافات ہوتی رہیں گی میں گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ اس نے رات یہیں دارالافتاء میں گزاری۔ اس کی والدہ نے کہا کہ ہم تمہارے لئے گھر میں الگ کمرے کا انتظام کر دیں گے۔ اس نے کہا کہ جس جگہ ناجائز کام ہو رہے ہوں، وہاں جانا جائز نہیں۔ یہ ہے ہمت۔ جب تک ہمت نہ ہوگی جہنم سے نجات نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ گناہوں سے بچنے اور طاعات میں لگنے کے لئے ہمت کی ضرورت ہے۔

اندازہ کیجئے کہ اس نومسلم کے دل میں ایمان کتنا راسخ ہو چکا تھا۔ ایک آدمی جو بالکل تنگدست ہو اور اسے مال و دولت کی ضرورت بھی ہو، لیکن پھر بھی وہ اتنا بڑا خزانہ حاصل کرنے کے باوجود اسے کھولتا تک نہیں ہے!!

جب اس سے پوچھا گیا کہ "تمہارا نام کیا ہے؟"
تو اس نے کہا۔ "تمہیں میرے نام سے کیا کام! بس میں ایک مسلمان ہوں۔"
حکومت کے ذمہ دار شخص نے کہا "میں اس کا اندراج کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے یہ خدمت انجام دی ہے اور تمہارے لئے اس میں سے کچھ معین ہونا چاہئے۔"
نوجوان نے کہا۔ "میں نے یہ تھیلا اپنی تعریف وتوصیت کی خاطر تمہارے حوالے نہیں کیا۔ دراصل یہ میرا اور خدا کا معاملہ ہے۔ میں تم سے کوئی معاملہ نہیں کررہا اور جب میں یہ معاملہ خدا سے کررہا ہوں تو وہ اپنے قبضہ قدرت سے میرا حصہ معین فرمائے گا۔ میں اتنا کم ہمت نہیں ہوں کہ تم سے ایک تعریف اور شاباش کی خاطر کوئی معمولی سودا کرلوں۔"

جان دے دی مگر ایمان بچالیا

نبی اکریم ﷺ کا خط پڑھ کر مسیلمہ کذاب آگ بگولا ہوگیا۔ اس نے خط لانے والے کو زنجیروں میں جکڑ دینے کا حکم دیا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے نام ایک خط لکھا اور اپنے صحابی حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔ انہیں ہدایت فرمائی کہ یہ خط مسیلمہ کو پہنچائیں۔

معصیت کا وبال

گناہ کمبخت نہایت ہی بری چیز ہے اور مہلک ہے۔ اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، وہ وقت اور گھڑی بندے کے واسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے، جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے عمل کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔ معصیت میں ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔

دوسرے دن مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا۔ "کہو حبیب! محمد اللہ کے رسول ہیں۔"
انہوں نے فوراً کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"
اس پر پھر اس کذاب نے کہا۔ "کہو، مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہے۔"
آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ "میرے کان تمہاری مکروہ آواز نہیں سن رہے"
ان کا جواب سن کر مسیلمہ غصے سے کانپ اٹھا اور جلاد کو اشارہ کیا۔ اس نے تلوار چلائی اور زنجیروں سے بندھے حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔
ایک روایت کے مطابق حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "اے کذاب! اگر تو میری بوٹی بوٹی کردے

تب بھی میں تمہیں کذاب کہوں گا۔"

ان کے جواب پر وہ بھر گیا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ اپنے خون میں نہا کر بتا گئے کہ دین کے لئے اس طرح جان دی جاتی ہے۔

ایک مالدار شخص کے لڑکے کو گدھے پر ترس آنا

حضرت عثمان الخیری رحمۃ اللہ علیہ نہایت مالدار شخص کے لڑکے تھے۔ علم حاصل کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ چار غلام ساتھ تھے۔ سونے کی قلم، دوات پاس تھی، سر پر زرد رنگ کی پگڑی تھی۔ قیمتی لباس پہنا ہوا تھا۔ آپ نے راستے میں ایک گدھے کو دیکھا۔ اس کی پیٹھ زخمی ہو چکی تھی اور کوے اس گدھے کی زخمی پشت کو نوچ رہے تھے۔ اس گدھے میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ کوؤں کو اپنے جسم کے نوچنے سے روک سکے۔ غلاموں سے فرمایا۔ "تم کس لئے میرے ساتھ ہو۔"

انہوں نے کہا۔ "ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔"

آپ کو اس زخمی گدھے پر ترس آیا۔ آپ نے اسی وقت اپنا قیمتی کرتہ اتار ڈالا اور زخمی گدھے کی پیٹھ پر ڈال دیا۔ اور اپنی قیمتی پگڑی بھی زخمی گدھے کی پشت پر ڈال دی اور خالی ہاتھ تحصیل علم کے لئے چل دیئے۔

اصلاح احوال کا آسان نسخہ

گناہوں کو چھوڑنے کا ایک عجیب نسخہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا۔ "رات کو سونے سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ سے یوں کہے "اے اللہ! میں بڑا کمبخت ہوں، نالائق ہوں، پاجی ہوں، احمق ہوں، سخت گناہگار ہوں، ان گناہوں کو ترک کرنے کے لئے میری ہمت کافی نہیں، آپ ہی میری مدد فرمائیں۔"

فرماتے ہیں۔ "یہ ترکیب کر کے دیکھو، انشاء اللہ ایک ہفتے میں سب گناہ چھوڑ بیٹھو گے، مگر کرو تب نا۔"

ایک لونڈی کی فصاحت

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے ایک لونڈی پیش کی گئی تا کہ اس کو خرید لے تو ہارون الرشید نے سوچ بچار کی، پھر کہا ''اگر اس کے چہرے پر چھائیاں نہ ہوتیں اور اس کا سکڑ نا نہ ہوتا تو خرید لیتا۔''

جب لڑکی نے امیر المومنین کی بات سنی تو جلدی سے کہا۔ ''امیر المومنین! میری بات سنیں۔''

فرمایا۔ ''سنا۔'' کہا:

ما سلم الظبی علی حسنه
کلا ولا البدر الذی یوصف

ہرنی بھی اپنے حسن پر ہرگز محفوظ نہ رہ سکی
اور نہ چودھویں کا چاند جس کی تعریف کی جاتی ہے

الظبی فیه خنس بین
والبدر فیه کلف یعرف

ہرن اس میں بھی سکڑا پن اور لاغری ظاہر ہے
اور چودھویں کے چاند میں بھی

تو ہارون الرشید اس کی فصاحت، عمدہ کلامی سے خوش ہوگیا اور اس کے خرید نے کا حکم کر دیا۔

مٹی کی چٹکی لینے پر وعید

منقول ہے کہ ایک مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا۔ اس نے کسی کو خط لکھا۔ روشنائی تازہ تھی، اس نے چاہا کہ اس مکان سے تھوڑی سی مٹی لے کر سیاہی کو خشک کر دے۔ فوراً اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ مکان اس کی ملک نہیں ہے، بلکہ کرایہ پر ہے۔ چند لمحے بعد اس نے دل کو یہ کہہ کر بہلا لیا کہ تھوڑی سی مٹی لینے میں کیا ڈر ہے؟ چنانچہ مٹی لے کر خط خشک کر لیا۔ فوراً غیب سے آواز آئی ''اے مٹی کو حقیر و خفیف سمجھنے والے! تجھے بہت جلد پتہ چل جائے گا جب کل تو طول حساب میں گرفتار ہوگا۔''

ایک بادشاہ کا دلیہ سے پیٹ بھرنا

''آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سپہ سالار کے کھانے کا خرچ روزانہ ایک ہزار درہم ہے۔'' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر ملی تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ دکھ بھرے لہجے میں بولے۔

''افسوس! جس رقم پر مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کا حق ہے، اسے سپہ سالار اس بے دردی سے اڑا رہا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت انصاف پسند تھے، سادہ مزاج تھے اور ایک عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ نے اپنے سپہ سالار کے نام خط لکھا۔ ''تم سے کچھ کام ہے، کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔''

چار باتوں کی پابندی

ہمارے اکابرین اصلاح کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی۔ ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا۔ میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا، دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا، اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ تیسری بات یہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا، میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا، کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں، میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو چند لذیذ کھانے تیار کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی جو کا دلیہ بھی بنوایا۔ سپہ سالار ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوج وغیرہ کے معاملات پر اس سے بات چیت شروع کر دی۔ یہ بات چیت کافی دیر تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارے بھوک کے اس کا برا حال ہو گا۔ لیکن کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ جب وہ خوب بے تاب ہو گیا اور تکلیف کے آثار اس کے چہرے پر ظاہر ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

خادم سے اپنے لئے کھانا منگوایا۔ وہ جو کا دلیہ لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو کا دلیہ کھانا شروع کیا۔ سپہ سالار بھوک کی وجہ سے نہ رہ سکا۔ اس نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو کا دلیہ کھانا شروع کر دیا۔

اگرچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا بھی ”یہ کھانا میرے لئے ہے، آپ کے لئے جو کھانا تیار کرایا گیا ہے وہ تھوڑی دیر تک آجائے گا۔ لیکن وہ رک نہ سکا۔“ دلیہ کھاتا چلا گیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے کھانے منگوائے۔ ”یہ تو میرا کھانا تھا، آپ کا کھانا تو یہ ہے، آپ یہ کھائیں۔“

یہ سن کر سپہ سالار نے کہا۔ ”میں تو دلیہ کھا کر ہی سیر ہو چکا ہوں، اب تو ایک لقمے کی بھی گنجائش نہیں۔“

اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”جو کے اس دلئے پر مشکل سے ایک درہم خرچ آیا ہے، اگر تم ایک درہم کے دلیے سے سیر ہو سکتے ہو تو کھانوں پر ایک ہزار درہم روزانہ کیوں خرچ کرتے ہو؟ یہ ہزار درہم اگر غریبوں پر خرچ کرو تو صرف دنیا میں ہی نہیں، آخرت میں بھی تمہیں فائدہ پہنچے گا۔“

ساری بات سپہ سالار کی سمجھ میں آ گئی۔ اس کا سر شرم سے جھک گیا۔ اس نے ساری زندگی سادگی کے ساتھ بسر کرنے کا پکا رعہد کر لیا۔

جنت ماں کی قدموں تلے ہے

ہمش بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پاخانہ اٹھاتا تھا تو سلیمان بن علی نے میرے پاس ایک تھیلی بھیجی اور کہلایا کہ ”اس روپے سے ماں کی خدمت کے لئے ایک خادم خرید لے۔“

میں نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ ”میری والدہ نے میرے بچپن میں کسی اور سے میری خدمت کروانا پسند نہیں کیا، ایسا ہی میں بھی بڑا ہو کر ان کی خدمت دوسرے کے سپرد کرنے پر راضی نہیں ہوں۔“

اے دوست! اپنے تمام دوستوں سے سلوک کر، خصوصاً فقراء اور مساکین سے۔

فالحمدللہ رب العلمین

سبزی فروش کا جذبہ ایمان

دور دراز کے گاؤں میں ایک بھائی عید سے ایک روز پہلے کھالوں کی اپیل کے لئے گئے تو پورے گاؤں میں سے ایک بھی ایسا بھائی نہ تھا جو مجاہدین کے لئے کھالیں اکٹھی کرنے کی حامی بھر لیتا۔ کہتے ہیں، میں نے خود ہی کچھ گاؤں والوں کو جمع کر کے کھالیں دینے کے لئے اپیل کی۔ مساکین اور مہاجرین کی مدد کے مقاصد سمجھائے تو ایک سبزی فروش نے آگے بڑھ کر کہا ”بھائی صاحب! میری اس کام پر ڈیوٹی لگا دیں۔“

میں نے ایک بینر دیا اور واپس آ گیا۔ سوچنے لگا کیسی حماقت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی ہمارا بینر لگا کر کھالیں جمع کرے اور رفو چکر ہو جائے۔ لیکن اب ہو بھی کچھ نہ سکتا تھا۔ میں اسے بینر تھما کر ذمہ داری بھی دے چکا تھا اور گاؤں کے لوگ جان بھی چکے تھے۔ لہذا اللہ پر بھروسہ کر کے اپنی مہم کے سلسلے میں آگے چلا گیا۔ عید کے تیسرے روز جب تمام کارکنان اپنے اپنے مقرر کردہ ٹھکانوں کی طرف کھالوں کی مہم سمیٹنے کے لئے نکلے تو میں بھی گھومتا پھرتا اسی گاؤں میں جا پہنچا۔ اس سبزی والے کا نام پوچھا تو ایک آدمی مجھے اس کی دکان پر لے گیا۔

چھوٹے سے تھڑے پر سبزی والا بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی پرجوش طریقے سے لپک کر میرے پاس آ گیا۔ گلے ملا اور جیب سے ایک رومال میں بندھے ہوئے پیسے نکال کر کہنے لگا۔ ''لو بھائی اپنی امانت! میں تین دن اپنی دکان بند کر کے اللہ کے سپاہیوں کے لئے کھالیں جمع کرتا رہا۔ پھر اس ڈر سے کہ کہیں یہ خراب نہ ہو جائیں میں نے تمہاری اجازت کے بغیر ہی فروخت کر دیں۔ کوشش تو یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ پیسے مل جائیں۔ یہ ٢٢٧٠ روپے گن لو اور خبر بتاؤ جنت کے راہیوں کی۔ اب تو اس دکان پر بیٹھ کر سبزی بیچنے کو دل نہیں کرتا۔''

میں اس آدمی کے جذبے اور ایمانداری سے اتنا متاثر ہوا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں سوچنے لگا، نجانے کتنے دردمند سادہ دل مسلمان اس پیغام سے بے خبر ہونے کے سبب جہاد کی سعادت سے محروم ہیں۔ کاش کہ ہم ان سب لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں سرخرو ہو جائیں۔ آئندہ کے لئے وہ باقاعدہ ہمارا جماعتی ساتھی بن گیا اور فی سبیل اللہ مجاہدین کے لئے کام کرنے کی ذمہ داری اٹھائی۔

اپنے نفس کی بھلائی

ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی۔ جب یہ خبر حضرت شیخ سری سقطی نے سنی تو کہا ''مقام شکر ہے، متاع دنیا سے خلاصی پائی۔'' جب آگ بجھ گئی تو معلوم ہوا کہ شیخ کی دکان بچ گئی ہے۔ یہ سن کر نہایت رنجیدہ ہوئے، فرمایا ''مسلمان بھائیوں کے ساتھ نقصان میں موافقت کرنا واجبات سے ہے۔'' اور تمام مال راہ خدا میں درویشوں کو دے دیا۔

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ دکان بچنے کی اطلاع پر انہوں نے الحمدللہ کہا، مگر بعد میں تیس سال تک اس الحمدللہ کہنے پر استغفار کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے رہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک مصیبت میں جس میں سب مسلمان مبتلا تھے، اپنے نفس کے لئے بھلائی چاہی تھی۔

خواهشات کو نفس سے محروم رکھنے کا انعام

حضرت ابوالفتح بن بشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ایک باغ میں ہیں اور سامنے دستر خوان بچھ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ "اے ابونصر (یہ کنیت ہے بشر حافی کی) اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟"

کہنے لگے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور بخش دیا اور ساری جنت میرے لئے مباح کرتے ہوئے فرمایا:

کل من جمیع ثمارها واشرب من أنهارها وتمتع بجمیع مافیها کما کنت تحرم نفسک الشهوات فی دار الدنیا

"یعنی (اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ) ہر قسم کے جنتی پھل کھا۔ اس کی نہروں سے (دودھ و شہد وغیرہ) پی اور جنت کی ہر شے (یعنی ہر نعمت) سے لطف اندوز ہوتا رہ، کیونکہ تو نے دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات سے محروم رکھا تھا۔"

ہمت نہ ہارنا بھی استقامت والوں میں شمار کروادے گا

حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی عجیب بات لکھی ہے کہ پڑھ کر دل خوش گیا۔ "اگر کسی نے سچے دل سے توبہ کرلی، لیکن پھر وہ توبہ توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی توفیق مل گئی، پھر ٹوٹ بھی گئی، لیکن پھر بھی وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا توبہ کا دامن تھامے رکھا، بار بار گرتا رہا، اٹھتا رہا، یہ گر گر اٹھنا بھی اسے قیامت والے دن توبہ پر استقامت والوں میں شمار کروادے گا۔ کیونکہ اس نے کوشش جاری رکھی۔ حوصلہ نہیں ہارا۔" سبحان اللہ۔

اللہ کی رضا نفس کے مکروہات میں

بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"ساٹھ شیطان اتنا فساد برپا نہیں کرتے جتنا برا دوست ایک لحظہ میں کرتا ہے اور ساٹھ بڑے دوست وہ نقصان نہیں کرتے جتنا ایک لحظہ میں نفس نقصان کرتا ہے۔ جب تمام کام انسان کی خواہش کے مطابق ہوں تو نفس کی طرف سے خلل ضرور آجاتا ہے، تمام مذاہب کا اس میں اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا نفس کے مکروہات میں ہے۔"

ایک صحابیؓ پر الزام لگانے کا انجام

مروان کے دربار میں ایک عورت آئی۔ اس نے کہا۔ ''اے خلیفہ! مجھ پر ظلم ہوا، مجھے میرا حق دلوائیے۔''
مروان نے اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر بولا۔ ''تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟'' مروان نے پوچھا۔
''سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) نے۔'' اس نے فوراً کہا۔
مروان کو یہ سن کر حیرت ہوئی۔ اس عورت نے کسی عام آدمی پر الزام نہیں لگایا تھا۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ بہت بڑے صحابی تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔ یعنی ان دس خوش نصیب انسانوں میں سے ایک جنہیں نبی کریم ﷺ نے اسی دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔
''کیا کہا تم نے...... تم پر سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ظلم کیا ہے؟''
''ہاں! میں نے یہی کہا ہے۔''
''انہوں نے تم پر کیا ظلم کیا ہے؟''
''انہوں نے میری کچھ زمین دبالی ہے۔''
مروان نے مجبوراً حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا۔ آپ مروان کے دربار میں پہنچے۔ عورت کا الزام سنا۔ پھر فرمایا۔ ''میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین بھی زبردستی دبا لے گا اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''
یہ سن کر مروان نے کہا۔ ''اللہ کی قسم! اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال نہیں کر سکتا۔''

صرف ایک قلم کے لئے لمبا سفر کرنا

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''حرام کا ایک پیسہ نہ لینا (رد کر دینا) سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔''
ابن مبارک کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ملک شام میں حدیث شریف کی کتابت کر رہے تھے۔ ان کا قلم ٹوٹ گیا۔ انہوں نے عاریۃً کسی سے قلم مانگا۔ جب کتابت سے فارغ ہو گئے تو قلم واپس کرنا بھول گئے اور قلمدان میں وہ قلم پڑا رہ گیا۔ جب وہ شام سے مرو پہنچے تو قلمدان میں وہ قلم نظر آیا۔ فوراً پہچان گئے اور پھر انہوں نے قلم واپس کرنے کے لئے ملک شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ (اور واپس جا کر دے دیا)۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ ''اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے، اور اس کی اسی زمین پر اسے موت دے۔'' (یعنی جس زمین کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے)۔
آپ رضی اللہ عنہ کی اس بد دعا کے بعد وہ عورت اندھی ہو گئی۔ وہ ٹٹول کر چلا کرتی تھی اور کہتی تھی۔ ''مجھے سعید

رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی۔'' جس زمین کے بارے میں اسنے الزام لگایا تھا، اس میں ایک کنواں تھا۔ ایک دن آخر وہ اس کنوئیں میں گرگئی اور وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔ کسی نے اسے کنوئیں سے نکالنے اور اس کے کفن دفن کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ یہ تھا ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے کا انجام۔

دنیا کو دین بنانے کا نسخہ

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ دین اور دنیا میں صرف زاویہ نگاہ بدلنے کا فرق ہے۔ اگر زاویہ نگاہ بدل لو تو وہی دنیا تمہارے حق میں دین بن جائے گی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم دنیا کے اندر جو کچھ کام کر رہے ہو، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، یہ سب کرتے رہو، مگر ذرا سا زاویہ نگاہ بدل لو۔ مثلاً کھانا کھانا ایک دنیاوی کام ہے، لیکن کھانا کھاتے وقت ذرا یہ سوچ لو کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ان لنفسک علیک حقا (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۴، ۲۵۶)

''تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر کچھ حق ہے۔''

اس کی ادائیگی کے لئے کھانا کھا رہا ہوں اور یہ سوچ لو کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے جب کھانا آتا تو آپ ﷺ اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرتے ہوئے کھانا تناول فرما لیا کرتے تھے۔ میں بھی آپ کی اسی سنت کی اتباع میں کھانا کھا رہا ہوں تو اب یہی دنیا کا کام دین کا کام بن گیا۔

تقویٰ کے باعث

کسی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ پرندے کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں وہ ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں، ان سے پوچھا کہ ''آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟''

آپ نے جواب دیا کہ ''تقویٰ کے باعث۔''

ساری مخلوق کی دعوت

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ ''اے میرے اللہ! میں پوری دنیا کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔''

ان کی درخواست سن کر باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ''اے سلیمان! تو پوری دنیا کی دعوت نہیں کر سکے گا۔''

اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا۔ ''میں انشاءاللہ کرلوں گا۔''

تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''ٹھیک ہے، میری طرف سے اجازت ہے۔''

اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام جنوں اور دیوؤں کو بلا کر فرمایا۔ ''پوری دنیا کی دعوت کے لئے خاص انتظام کرو۔''

ان سب نے حکم کی تعمیل کی۔ ہر طرف قالین بچھا کر پوری دنیا کے لئے پھل، میوے اور قسم قسم کے کھانے جمع کئے۔ جب کھانے پینے کی تمام چیزیں قالینوں پر سجا دی گئیں، تب دریا میں سے ایک بہت بڑی مچھلی نکلی، اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا۔ ''اے سلیمان! مجھے بھوک لگی ہے، کھانا دو۔''

مچھلی کی بات سن کر انہوں نے فرمایا۔ ''ذرا صبر کرو، جب سب آجائیں تو جتنا چاہو کھا لینا۔''

اس پر مچھلی نے کہا۔ ''مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ میں انتظار نہیں کر سکتی۔''

تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کھانے کی اجازت دی۔ مچھلی کھانے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے مچھلی نے وہ ساری خوراک ایک ہی لقمے میں کھالی۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا۔ ''یہ ساری خوراک تو میں نے پوری مخلوق کے لئے تیار کروائی تھی۔

مچھلی نے فوراً کہا۔ ''جب کہ یہ کھانا تو میرے صبح کے کھانے کے برابر بھی نہیں تھا۔ افسوس! میں آپ کی دعوت میں بھوکی ہی رہی۔''

یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور عرض کی۔ ''اے اللہ! تو ہی ہر کسی کو رزق دینے والا ہے۔ بے شک تو ہی رازق ہے، تیری ساری مخلوق کی دعوت کرنا میرے بس کی بات نہیں۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''یہ سب میری آزمائش ہے۔''

حضور اکرمؐ کی ایک امتی کے لئے فکر

کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ ابوجہل کے گھر تین ہزار مرتبہ چل کر تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ بارش اور طوفان تھا، لوگ ڈر کے مارے گھروں میں دبکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ابوجہل کے دروازے پر دستک دی۔ دستک سن کر ابوجہل نے اپنی بیوی سے کہا۔ ''لگتا ہے کہ آج کوئی بڑا ہی ضرورت منداس برے موسم میں ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ اچھا پتہ کرتا ہوں کہ کون ہے؟ میں اس کا سوال ضرور پورا کردوں گا۔''

ابوجہل باہر نکلا تو دیکھا کہ اللہ کے محبوب ﷺ کھڑے تھے۔ اس نے پوچھا ''آپ اس وقت میں آئے!!!''

اللہ کے محبوب ﷺ فرمانے لگے ''میرے دل میں یہ بات آئی کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو اب دین کے لئے موم کردیا ہو۔

۲۲ سالہ لڑکی کو غسل کرنے کا طریقہ معلوم نہیں

ہمارے جامعہ میں ایک لڑکی آئی۔ اس وقت اس کی عمر بائیس سال تھی۔ وہ بی اے کر چکی تھی۔ اس نے جامعہ کی پرنسپل صاحبہ سے کہا کہ ''میری امی میری شادی کرنا چاہتی ہیں۔ میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ مجھے غسل کے مسائل سمجھادیں۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''آپ تو تقریباً پندرہ سال کی عمر میں جوان ہوئی ہوں گی؟''

اس نے کہا۔ ''جی ہاں۔''

انہوں نے کہا کہ ''پندرہ سال کی عمر سے لے کر اب تک آپ ہر مہینے غسل بھی کرتی ہوں گی۔''

اس نے کہا۔ ''نہیں...... میں باقاعدہ غسل تو نہیں کیا کرتی تھی، بس جیسے دوسرے نہاتے تھے ویسے ہی میں بھی نہا لیتی تھی۔ مجھے تو یہ نہیں پتہ تھا کہ غسل بھی کرنا ہوتا ہے۔''

اب اس نوجوان لڑکی کے نو سال جو ناپاکی میں گزرے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی اور تلاوت بھی کی ہوگی۔ لیکن جب غسل ہی ٹھیک نہیں تھا تو یہ گناہ کس کو ہوا ہوگا؟ یقیناً اس کے ماں باپ کو ہوا ہوگا۔

بکریوں اور بھیڑیوں کا ایک ساتھ چرنا

یہ مشہور ضرب المثل ہے جو مختلف زبانوں میں مختلف عنوانوں سے مشہور و معروف اور زبان زد خواص و عوام ہے۔ لیکن عام لوگ اس کو ایک شاعرانہ مبالغہ سے زیادہ نہیں سمجھتے اور شاید اس دورِ روشن خیالی میں تو مجاز و مبالغہ کے سوا اس کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکیں۔ لیکن تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے ابھی تک اس حقیقت کو نہیں بھولے جو عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں دنیا دیکھ چکی ہے۔ جس میں شیر اور بکری کو ایک جگہ چرتے اور کھاتے پیتے دیکھنا کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ روز کا مشاہدہ تھا۔

ابن سعد نے (طبقات میں) نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن اعین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں ملک کرمان کے کسی جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے اور وہاں ہمیشہ کا یہ معمول تھا کہ بکریاں اور درندے، بھیڑیئے وغیرہ وحشی جانور ایک جگہ چرتے پھرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دیکھا کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا۔ یہ واقعہ دیکھتے ہی موسیٰ بن اعین بول اٹھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج مرد صالح (عمر بن عبدالعزیز) فوت ہو گئے ہیں۔ پھر کچھ دنوں بعد اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

گفتگو کا محاذ

خلیفہ ابوجعفر منصور کے سامنے ایک سپہ سالار کو پیش کیا گیا۔ یہ سپہ سالار خلیفہ کے ایک فوجی دستے کو شکست دے چکا تھا۔ اسے دیکھ کر خلیفہ منصور غصے سے بے قابو ہو گیا۔ اس نے چلا کر کہا ''اے مرد وعورت کے بیٹے! تجھ جیسا کمینہ شخص میرے عظیم لشکر کو شکست سے دوچار کرنا چاہتا تھا۔''

قیدی سپہ سالار نے کہا۔ ''کل میرے اور تمہارے درمیان تلوار کا مقابلہ تھا اور آج تم مجھ سے گالیوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو۔ افسوس ہے تمہاری عقل پر...... تم اس شخص کو گالیاں دے رہے ہو جو اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکا ہے، اس حالت میں غلیظ ترین کلمات کہنے سے تم اسے کیا روک سکتے ہو؟''

خلیفہ منصور قیدی سپہ سالار کی بات سن کر سخت شرمندہ ہوا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا، بولا ''اس بدبخت کو آزاد کر دو، میں گفتگو کے محاذ پر بھی اس سے شکست کھا گیا ہوں۔''

فضائل قرآن

قرآن مجید خدا کے نزدیک سارے زمین، ساتوں آسمان کی مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ جس گھر میں قرآن پڑھا جائے گا گویا جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس گھر میں وعظ فرمارہے ہیں۔ جو شخص قرآن مجید سن رہا ہے وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا وعظ سن رہا ہے۔ جو شخص قرآن کی تلاوت کررہا ہے وہ حضور رب العالمین سے ہمکلامی اور باتیں کررہا ہے۔

قوت برداشت

ڈاکٹر عزیز احمد ایک ماہر نفسیات ہیں۔ فرمانے لگی کہ میں جب اعلیٰ ڈگری کے لئے بیرون ملک گیا تو وہاں نفسیاتی امراض سے بچنے کے لئے پگڑی نما ایک کپڑا سر پر باندھا جاتا تھا۔ میں نے جب دیکھا تو فوراً بولا ''یہ تو پگڑی ہے اور جس انداز سے آپ باندھ رہے ہیں، ہمارے نبی کریم ﷺ نے بالکل اسی طرح باندھی تھی۔''

ماہرین وہ پگڑی نما کپڑا اس لئے باندھتے تھے کہ اس سے آدمی کے اندر مسائل و مصائب کی برداشت اور قوت پیدا ہوتی ہے اور آدمی بے شمار نفسیاتی امراض سے بچ جاتا ہے۔ (حلم نام ہے قوت برداشت اور تدبر کا) ۱۴۲۴ھ سال قبل آقا دو جہاں ﷺ نے فرمادیا اور موجودہ سائنس اب تحقیق کررہی ہیں۔ (ماخوذ از سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس)

منقش مسجد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک منقش مسجد کے پاس سے گزرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس نقش کے بانی پر لعنت کرے، اس نے اپنے مال کو گناہ میں خرچ کیا ہے اور اس کو ہر درہم کے عوض میں داغا جائے گا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو عمارت بنوائے اور اس کو سرخ و زرد رنگ سے منقش کرے تو وہ اور اس کے مددگار سب گناہگار ہیں۔

دشمن دوست بن گئے

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے۔ ایک مولانا صاحب نے کہا۔ ''حضرت جلسہ کی آخری تقریر آپ کی ہے۔ یہاں ہمسائیگی میں کچھ مخالف خیالات کے لوگ رہتے ہیں۔ ہمارا کوئی عالم ان کی مسجد میں جائے تو وہ مسجد کو دھوتے ہیں اور ہمیں کافر کہتے ہیں۔ آپ نے تقریر میں ان کی اصلاح کرنی ہے۔''

جب آپ نے تقریر شروع کی تو سیرت النبی ﷺ پر خطاب شروع کیا۔ بے مثال تقریر کی اور جب مجمع محویت کے عالم میں پہنچا تو ایک دم تقریر روک کر فرمایا۔ ''جس نبی کی امت کے شبیر احمد کافر ہوں اس نبی کی امت کے مسلمان کیسے ہوں گے۔''

مجمع کے ہر شخص پر عجیب حالت طاری ہوگئی۔ بہت سارے مخالفوں کے لوگ بیٹھے تھے سب توبہ تائب ہوگئے۔ اور ان کی ایسی کایا پلٹی کہ مخالف اپنے بن گئے جو دشمن تھے دوست بن گئے۔ بزرگوں کی آمد پر مسجدیں دھلوانے والے بزرگوں کو درخواست کر کے مساجد میں لے جانے لگے۔

عید کے دن بھی کھانے سے محروم گھرانہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عید کے دن میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ کھجوریں چن رہے ہیں اور ایک کمسن لڑکا ان کے پاس کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا ''حضرت آپ ان کھجوروں کا کیا کریں گے؟''

فرمایا ''یہ لڑکا جو میرے پاس کھڑا ہے رو رہا تھا، میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا۔ میں یتیم ہوں، آج عید کے دن دوسرے لڑکوں نے نئے نئے کپڑے پہنے ہیں، لیکن ہمارے گھر میں کچھ نہیں۔'' چنانچہ میں یہ کھجوریں اس لئے چن رہا ہوں کہ انہیں فروخت کر کے اس بچے کے لئے اخروٹ خریدوں۔ یہ اخروٹوں سے کھیلے گا اور اس کا دل بہل جائے گا۔''

میں (سری سقطی) نے کہا کہ ''آپ تکلیف نہ اٹھائیں۔ اس بچے کی مدد ہی میں کر دوں گا۔'' یہ کہہ کر اس بچے کو اپنے ساتھ لے آیا۔ پہلے اس کو نئے کپڑے پہنائے اور پھر اس کو اخروٹ لے دیئے۔ وہ بچہ اب خوش ہو گیا۔ اس وقت میرے دل میں ایسا سرور و نور پیدا ہوا کہ میری حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے نفس کا علاج

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک مشک پانی سے بھری ہوئی اپنی پشت میں رکھ کر کسی غریب مسلمان کے دروازے پر آواز دی کہ ''دروازہ کھولو، بہشتی پانی بھرے گا۔''

لوگوں نے عرض کیا۔ ''یا امیر المومنین! یہ آپ کیا کر رہے ہیں، آپ خلیفۃ المسلمین ہیں، آپ کو سقہ بننے کی کیا ضرورت پیش آئی۔''

ارشاد فرمایا کہ ''میرے نفس میں خیال گذرا کہ عمر کے پاس قیصر و کسریٰ کے وفود آتے ہیں، پس میں نے اپنے نفس کا یہ علاج کیا ہے، تاکہ نفس کا مزاج درست ہو جائے۔''

اللہ اکبر! عارفین کی یہی شان ہوتی ہے، عارفین تو عبادت کر کے ڈرتے رہتے ہیں کہ نہ معلوم کوئی گستاخی نہ ہو گئی ہو، سید العابدین سید المرسلین ﷺ تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ، آپ کی عظمت کے شایان شان آپ کی غلامی کا ہم سے حق ادا نہ ہو سکا تو پھر کس کا منہ ہے جو دعویٰ کرے ادائیگی حق عبدیت کا، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مغفرت بدون رحمت

حق کے محض اعمال سے نہ ہوگی۔

خلال دخول جنت کے لئے رکاوٹ بن گیا

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے تمام گناہوں سے توبہ کی، پھر عبادت میں مشغول ہوا اور ستر سال عبادت کرتا رہا کہ نہ دن کو کبھی افطار کرتا اور نہ رات کو آرام سوتا اور نہ سائے میں بیٹھتا اور نہ عمدہ کھانا کھاتا۔ جب مر گیا تو دوستوں نے اسے خواب میں دیکھا اور دریافت کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

اس نے جواب دیا۔ ''اللہ تعالیٰ نے میرا حساب لیا اور میرے سب گناہ معاف کر دیئے مگر ایک خلال کے عوض جس سے میں نے بغیر اس کے مالک کے اذن کے دانتوں میں خلال کیا تھا۔ چنانچہ اس کے باعث میں اب تک جنت میں جانے سے رکا ہوا ہوں۔''

بھائی سونے اور دوست ہیرے کی مانند

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے دوست اور بھائی کے بارے میں دریافت کیا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ ''دوست ہیرے کی مانند ہے اور بھائی سونے کی مانند۔''

وہ شخص بہت حیران ہوا اور کہنے لگا۔ ''حضرت! بھائی جو حقیقی اور سگا رشتہ ہے، آپ اسے کم قیمت چیز سونے سے منسوب کر رہے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟''

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''سونا اگرچہ کم قیمت ہے لیکن اگر یہ ٹوٹ جائے تو اسے پگھلا کر اصل شکل دی جا سکتی ہے۔ جبکہ ہیرا اگر ٹوٹ جائے تو اسے اصلی شکل میں واپس نہیں لایا جا سکتا۔ بھائیوں میں اگر کوئی وقتی چپقلش ہو جائے تو وہ دور ہو جاتی ہے لیکن اگر دوستی کے رشتے میں کوئی دراڑ آ جائے تو اسے دور نہیں کیا جا سکتا۔'' وہ شخص شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس حکمت سے بھرپور جواب کو سن کر سحر زدہ ہو گیا۔

سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

احمد بن بیلہ ایک عرب نوجوان تھے۔ وہ ایک غریب کسان کے بیٹے تھے۔ انتہائی ذہین اور ہوشیار ہونے کی وجہ سے انہیں کالج میں داخلہ مل گیا۔ جس میں امیر خاندان کے لڑکے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ احمد بن بیلہ میں ایمان کی قوت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایک دن ان کے ایک فرانسیسی استاد نے رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ اس کلاس میں سارے طلبہ مسلمان تھے، لیکن کسی نے استاد کی بات کا نوٹس نہ لیا۔ احمد بن بیلہ جوش ایمان سے اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے استاد سے مخاطب ہوئے:

''آپ میرے استاد ہیں، میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں، لیکن جناب! میں آپ کا شاگرد بعد میں ہوں پہلے ایک مسلمان ہوں اور مجھے اپنے نبی کریم ﷺ سے عشق ہے، آپ نے میرے نبی کی شان میں گستاخی کی ہے، یہ میں برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی مسلمانوں کے نبی ﷺ کے بارے میں غلط بات کہے۔ یہ حرکت ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ ایسا کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔ آپ کو اپنے الفاظ واپس لینا ہوں گے اور آئندہ ایسی حرکت سے توبہ کرنی ہوگی۔ اگر نہیں تو میں اپنی کسی حرکت پر کبھی شرمندگی محسوس نہیں کروں گا۔'' احمد بن بیلہ کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہورہا تھا۔

فرانسیسی استاد اپنے شاگرد کا یہ روپ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اسے لگا، اگر اس نے اپنی حرکت پر معافی نہ مانگی تو اس کا شاگرد کچھ بھی کر گزرے گا۔ وہ ڈر گیا اور پھر اس نے پوری کلاس کے سامنے معافی مانگ لی۔

کم از کم پائوں تو هیں

شیخ سعدی پر ایک وقت ایسا آیا کہ گرمی کا زمانہ تھا اور ان کو پہننے کے لئے جوتا بھی میسر نہ تھا۔ دل میں شکوہ سا پیدا ہوا کہ اے اللہ، تو نے اپنے نافرمانوں کو کتنی بڑی بڑی نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور میں تیرا چاہنے والا ہوں، مگر مجھے جوتا بھی میسر نہیں۔ اسی اثناء میں ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ نماز پڑھنے کے لئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کی سیڑھیوں پر ایک ایسے نوجوان پر نظر پڑی جس کے سرے سے پاؤں ہی نہیں تھے۔ فوراً سجدے میں گر پڑے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ کم از کم پاؤں تو ہیں۔

کرتے کی آستین کاٹنے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرتا پہنا، پھر فوراً قینچی منگا کر آدھی آستین اس کی کاٹ دی۔ کسی نے پوچھا کہ ''حضرت یہ کیا کیا؟''

فرمایا کہ ''یہ کرتہ پہن کر اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا۔ میں نے اس کو بدشکل کر دیا تا کہ برا لگنے لگوں۔''

بزرگوں نے اس طرح مجاہدہ کئے ہیں اور نفس کو دبایا ہے۔

بینائی لوٹ آئی

حدیث میں ہے انبیاء پر بڑی سخت آزمائشیں آتی ہیں، پھر جس کی انبیاء سے جتنی مماثلت ہوگی اتنی ہی سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوگا۔

(۱) امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو بھی زندگی میں بڑے طوفانوں سے گزرنا پڑا، ابھی بچے ہی تھے کہ بینائی جاتی رہی۔ ماں کی ممتا نے نہ جانے کتنی دعائیں کی ہوں گی کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ فرمارہے ہیں ''اللہ نے آپ کی دعاؤں کی کثرت سے آپ کے بیٹے کی بینائی لوٹا دی۔''

صبح ہوئی، دیکھا تو امام صاحب کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

(۲) جب خراسان گئے تو دوبارہ جاتی رہی۔ کسی نے گل خطمی کو سر پر ملنے کے لئے کہا۔ اس سے بینائی پھر لوٹ آئی۔

تکلیف پر مسرت

کبھی مسلمان یوں سوچتا ہے کہ یہ تکلیف اور مصیبتیں میری آزمائش اور میرے درجات کی بلندی کے لئے ہیں۔

باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

حضرت رابعہ بصری رحمہا اللہ تعالیٰ کہیں جارہی تھیں، ٹھوکر لگی، پاؤں کے انگوٹھے پر زخم آیا، خون نکل پڑا، اسے دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ خادم نے دریافت کیا کہ "حضرت کیا بات ہے؟"

فرمایا "زخم آیا، تکلیف ہورہی ہے۔ اس پر جب میری نظر گئی تو اس کی مسرت پر مجھے ہنسی آرہی ہے۔"

امام اعظمؒ کا تقویٰ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے مشتبہ مال سے بڑی شدت سے بچنے کی کوشش فرماتے تھے۔ کتب تاریخ میں درج ہے کہ ایک بار اپنی دکان کے کپڑوں کے تھانوں میں سے ایک تھان میں کوئی نقص تھا۔ اپنے شریک حفص بن عبدالرحمٰن کو ہدایت کہ جب یہ تھان بیچو تو خریدار کو اس کا عیب بتادینا۔ حفص بھول گئے۔ سارے تھان بک گئے، یہ بھی یاد نہ رہا کہ عیب والا تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا تو سارے تھانوں کی قیمت خیرات کردی۔ خود حفص کے بیٹے علی نے اس واقعے کی روایت کی ہے۔

ساٹھ برس تک نہ لیٹ کر سوئے

حسان بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ساٹھ برس تک نہ لیٹ کر سوئے نہ چربی (چکنائی) کھائی اور نہ ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''

فرمایا ''اچھا سلوک کیا۔ لیکن ایک سوئی کے باعث جسے میں نے عاریۃً لیا تھا اور اسے واپس نہیں کیا تھا، جنت سے روک دیا گیا ہوں۔''

رفیقۂ حیات سے محبت کا انداز

ایک مرتبہ پیارے نبی علیہ السلام گھر تشریف لائے، صحن میں دیکھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیالے سے پانی پی رہی ہیں۔ دور سے دیکھا تو وہیں سے فرمایا۔ ''حمیرا (نام عائشہ تھا، مگر پیار سے حمیرا کہا کرتے تھے) نبی پاک ﷺ نے ہمیں اس میں بھی سبق دیا۔ دور سے فرمایا۔ حمیرا، بولیں ''اے اللہ کے نبی ﷺ فرمائیے۔''

فرمایا ''تھوڑا سا پانی میرے لئے بھی بچا دینا۔''

وہ امتی تھیں، بیوی تھیں، آپ ﷺ خاوند بھی تھے، سید المرسلین بھی تھے۔ رحمت اللعالمین بھی تھے۔ برکت تو آپ ﷺ کی ذات سے ملتی تھی، مگر سبحان اللہ محبت بھی عجیب چیز ہے کہ رفیقہ حیات کو دیکھا پانی پی رہی ہیں تو دور سے کہا کہ کچھ پانی میرے لئے بھی بچا دینا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی بچا دیا۔ جب آپ ﷺ قریب تشریف لائے تو اپنی بیوی کا بچا ہوا پانی ہاتھ میں لے کر پینا چاہا۔ اچانک آپ ﷺ رک گئے اور پوچھا:

''اے حمیرا تو نے اس پیالے پر کس جگہ لب لگا کر پیا ہے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب آئیں اور اس جگہ کی نشاندہی کی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اس جگہ اپنے لب مبارک لگا کر پانی نوش فرمایا۔ اللہ اللہ!!!

وزیر نے بچہ کی ضد پوری کر دی

ہمارا وفد وزیر اطلاعات کے کمرے میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کمرے میں چاروں طرف معزز مہمان بیٹھے ہیں، ان کے درمیان ایک حسین وجمیل چہرے والے شخص بیٹھے، ان کا لباس سادہ تھا، سر پر پگڑی تھی، چہرے پر انکساری تھی، جونہی ہم اندر داخل ہوئے، وہ جلدی سے کھڑے ہوگئے۔ ہمارا استقبال کیا۔ گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ ہم عام قسم کے لوگ تھے، کوئی خاص لوگ نہیں تھے، لیکن انہوں نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ پھر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گئے۔

اتنے میں ایک گیارہ سال کا لڑکا اندر داخل ہوا، اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے، ہاتھ میں ایک کاغذ تھا، سیدھا وزیر کے پاس چلا آیا اور بولا۔ ''مجھے امداد چاہئے۔''

وزیر بولے۔ ''بیٹا! یہ امداد کا دفتر نہیں ہے، امداد کا دفتر ساتھ والا ہے، آپ وہاں چلے جائیں، آپ کو امداد مل جائے گی۔''

اس پر لڑکے نے کہا۔ ''جی نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گا، مجھے یہیں امداد چاہئے۔''

وزیر نے نرمی سے کہا۔ ''دیکھو بیٹے! آپ ساتھ والے کمرے میں چلے جائیں، آپ کو امداد مل جائے گی۔ میں اس وقت مہمانوں کے ساتھ بیٹھا ہوں، ان سے ضروری بات چیت کر رہا ہوں۔''

یہ سن کر بچہ بولا۔ ''جی نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گا، مجھے یہیں امداد دیں۔ آپ خود اس دفتر سے رقم لا کر

کپڑا لائو مرد آگیا

میں ایک بزرگ تھے مولانا فریدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے زمانہ میں ایک مجذوبہ تھی، وہ ننگی پھرا کرتی تھی۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ ''تو پردہ کیوں نہیں کرتی۔''

اس نے کہا ''بیلوں اور گدھوں سے پردہ کا حکم نہیں ہے۔''

ایک روز حسب عادت ننگی پھر رہی تھی۔ اس حالت میں اس نے کہا کہ ''کپڑا لاؤ، مرد آگیا۔''

تھوڑی دیر میں مولانا فریدالدین صاحب تشریف لائے۔ پس حقیقت میں تو آدمی فرمانبردار ہی ہے۔ باقی تو سب جانور ہیں۔ لیکن ان حکایات سے کوئی کشف کو بڑا کمال نہ سمجھے، کیونکہ جانور بھی صاحب کشف ہوتے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں حدیث میں آیا ہے **یسمعہ کل دابتہ غیر الثقلین**۔ پس جو لوگ طالب کشف ہیں وہ نادان ہیں یہ تو کوئی کمال مقصد نہیں، کمال تو رضا وقرب ہے۔

دیں۔"

آخر کار وزیر نے اس کاغذ پر بچے کا انگوٹھا لگوایا، خود اٹھے، ساتھ والے کمرے میں گئے اور رقم لا کر بچے کو دے دی۔ یہ وزیر شکستہ حال، تباہ شدہ امارت اسلامی افغانستان کے وزیر اطلاعات ملا امیر خان متقی تھے۔ ہم حیران رہ گئے کہ یہاں کے وزیر اطلاعات ایسے ہیں تو امیر المومنین کیسے ہوں گے۔

روز حشر تک زندہ رکھنے والا عمل

سلطان محمود غزنوی نے اپنی جوانی کے ابتدائی زمانہ میں غزنی میں ایک نہایت خوبصورت، عالیشان، سرسبز و شاداب باغ لگوایا وار اس میں ایک بڑی عمدہ اور شاندار عمارت بھی تعمیر کروائی۔ اس زمانہ میں اس کا باپ سبکتگین ابھی زندہ تھا۔ جب باغ اور محل تیار ہو گیا تو اس نے ایک جشن عظیم کا انعقاد کیا۔ اپنے باپ اور دوسرے ارکان سلطنت کو بھی مدعو کیا۔

امیر ناصر الدین سبکتگین نے اس باغ اور محل کو دیکھا تو سلطان محمود سے کہا۔ "بیٹے! اگرچہ یہ محل اور باغ بہت خوبصورت ہے، لیکن ایسی چیز تو تمہارے ملازم بھی بنا سکتے ہیں۔ بادشاہوں کی شان وشوکت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ ایسی عمارت کی بنیاد ڈالیں جس کی مثال پیدا نہ کی جا سکے۔"

سلطان محمود نے بڑے ادب سے پوچھا۔ "وہ کونسی عمارت ہے جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں؟"

سبکتگین نے کہا۔ "اس عمارت سے مراد اہل عمل کے دل ہیں۔ ان میں اگر تم محبت واحسان کے بیج بوؤ گے اور وہ بار آور ہوں گے تو ان کے پھل ایسے ہوں گے کہ جن کے چکھنے سے تمہیں دین و دنیا کی سعادت کی لذت ملے گی اور تمہارا نیک نام روز حشر تک زندہ رہے گا۔"

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر اکبرالٰہ آبادی کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(اکبرالٰہ آبادی)

اکبرالٰہ آبادی مرحوم کے یہاں ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ دیندار آدمی تھے اور بڑے ظریف الطبع تھے۔ صحبت اہل اللہ کی ترغیب میں نوجوان طبقہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

نہیں سیکھا انہوں نے دین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

(اکبرالٰہ آبادی)

تواضع کی برکت

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ بارہا حضرت سے سنا کہ میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا۔ اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی کبھی نوبت نہیں آئی کہ حاشیہ کی جانب کو گھما کر اپنے سامنے کر لیا بلکہ اٹھ کر اس جانب جا بیٹھا ہوں جس جانب حاشیہ ہوتا۔

کتابوں کا ادب اور تواضع کی یہ برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اپنے اساتذہ کرام کا احترام اور ان کے سامنے آپ پر تواضع وانکسار اس درجہ غالب رہتا تھا کہ مولانا اعزاز علی صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو شاہ صاحب ہوتے تو اس قدر جھک جاتے کہ آپ کے گرنے کا اندیشہ ہوتا۔

علم میں استغفراق کی کیفیت

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کوئی حدیث پاک تلاش کر رہے تھے، اس وقت انہیں بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی کھجوروں کی ایک تھیلی پڑی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایک کھجور منہ میں ڈالی اور کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اس وقت مطالعہ کے اندر اس قدر استغراق کی کیفیت تھی کہ پتہ ہی نہ رہا کہ میں کتنی کھجور کھا چکا ہوں۔ چنانچہ کھاتے کھاتے جب زیادہ کھالیں تو اس کی وجہ سے بیمار ہوگئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔ ان کو علم میں اتنا استغراق نصیب ہوتا تھا کہ انہیں گردوپیش کی خبر نہیں ہوتی تھی۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گرم سلاخ سے مانگ نکالنا

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ کے رہنے والے تھے۔ وہ جب بھی نہا کر نکلتے تھے تو انکا جی چاہتا تھا کہ میں بھی اپنے سر میں اسی طرح درمیان میں مانگ نکالوں جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالا کرتے تھے۔ لیکن حبشی نژاد ہونے کی وجہ ان کے بال گھنگھریالے، چھوٹے اور سخت تھے، اس لئے ان کی مانگ نہیں نکل سکتی تھی۔ وہ اس بات کو سوچ کر بڑے اداس سے رہتے تھے کہ میرے سر کو میرے محبوب ﷺ کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔

ایک دن چولہا جل رہا تھا۔ انہوں نے لوہے کی ایک سلاخ لے کر اس کو آگ میں گرم کیا اور اپنے سر کے درمیان میں اس سلاخ کو پھیر لیا۔ گرم سلاخ کے پھرنے سے ان کے بال بھی جلے اور جلد بھی جل گئی۔ اس سے زخم بن گیا۔ جب زخم درست ہوا تو ان کو اپنے سر کے درمیان میں ایک لکیر نظر آتی تھی۔ لوگوں نے کہا۔ ''تم نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟''

وہ فرمانے لگے کہ ''میں نے تکلیف تو برداشت کر لی ہے لیکن مجھے اس بات کی اب بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ میرے سر کو اب محبوب ﷺ کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نصیب ہوگئی ہے۔''

قرآن مجید غیر مسلموں کی نظر میں

پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلمانوں کی قوم کو ترقی کرنے اور باقی رہنے کے تمام سامان مہیا کر دیئے ہیں، کیونکہ مسلمان جب قرآن وحدیث پر غور کریں گے تو وہ اپنی ہر دینی ودنیاوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے۔ (مسیحی اخبار الوطن۔ بیروت)

قرآن کے مضامین ہر زمانے کے لئے موزوں ہیں۔ (ڈاکٹر سموئیل جانسن)

دنیا بھر میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو اس قرآن مجید کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کے رد وبدل سے پاک رہی ہو۔ (سر ولیم میور)

قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت نے جو کتابیں دیں، ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔ (موریس فرانسیسی)

قرآن نے دنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے بہتر ممکن نہیں۔ (ڈاکٹر موریس)

قرآن جیسی کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے سے بلند تر ہے۔ (جارج سیل)

مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے، امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ (پادری ریس)

دوستوں! کتنی عجیب بات ہے کہ کافر قرآن پر ایمان نہ لانے کے باوجود اس کی خوبیوں پر غور کرتے ہیں اور اسے کامیابیوں کی کنجی قرار دیتے ہیں، جبکہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی قرآن اور سنت کو چھوڑ کر غیروں کے نظام اپناتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے طریقوں میں فلاح تلاش کرتے رہتے ہیں، اس لئے ہم ہر میدان میں ناکام ہو رہے ہیں۔

لوگ مرزائی کیوں بن جاتے ہیں

ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ ڈاکٹر اقبال کے پاس پہنچے تو وہ حجامت بنوا رہے تھے۔ باتوں باتوں میں مولانا موصوف نے پوچھا کہ ''ڈاکٹر صاحب! نوجوان زیادہ تر مرزائی کیوں ہو رہے ہیں؟''

تو علامہ اقبال نے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''مولوی صاحب! روٹی کے لئے۔ مرزائی بیٹی کا رشتہ دیتے ہیں اور نوکری بھی کرا دیتے ہیں۔ نوجوان کو اور کیا چاہئے، بیوی بھی مل گئی اور روٹی کا سوال بھی حل ہو گیا۔''

سائنس دان قرآن و حدیث کی تائید پر مجبور

کچھ عرصہ قبل امریکہ کے سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا تھا کہ دن میں پانچ مرتبہ نہانے یعنی منہ ہاتھ اور پاؤں دھونے سے انسان بے شمار چھوٹی چھوٹی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جسم کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ انسان تازہ دم رہتا ہے، اس لئے وہ ہر مریض کو یہ تاکید کرتے ہیں کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ نہائے۔ ہر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں سال پہلے مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور امریکی سائنسدانوں کو یہ بات اب معلوم ہوئی ہے۔

انگریز سائنسدان اس بات پر حیران ہیں کہ مسلمانوں میں ایڈز کی تعداد ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ قرآن مجید کے ترجمے سے انہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر سور، گدھے اور کتے وغیرہ کا گوشت حرام ہے۔ بعد ازاں انہوں نے ریسرچ کی تو اس بات کا پتا چلا کہ سور کے گوشت میں ایسے جراثیم پائے جاتے ہیں جو ایڈز پھیلاتے ہیں۔ لہٰذا اب غیر ملکی سائنسدان اس کوشش میں ہیں کہ سور کے گوشت پر کسی طرح پابندی لگ جائے۔

حدیث کی رو سے کتے کے جھوٹے برتن کو اگر سات مرتبہ دھویا جائے تو اس سے برتن صاف ہوتا ہے۔ اس حدیث پاک کو مدنظر رکھتے ہوئے امریکی سائنسدانوں نے اس پر

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ......

طالب حق پر لازم ہے کہ:

(۱) اول مسائل ضروری و عقائد اہل سنت والجماعت حاصل کرے۔

(۲) ان رذائل کو دور کرے۔ حرص، امل، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، کبر، ریا، تکبر، کینہ وغیرہ۔

(۳) اور یہ اخلاق پیدا کرے۔ صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکل، رضا، تسلیم۔

(۴) اور شرع کا پابند رہے۔

(۵) اور اگر گناہ ہو جائے تو جلدی توبہ کر کے نیک عمل سے تدارک کرے۔

(۶) نماز با جماعت وقت پر پڑھے۔

(۷) کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔

(۸) لذت ذکر پر شکر بجالائے۔

(۹) کشف و کرامات کا طالب نہ ہو۔

(۱۰) اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کرے۔

(۱۱) دنیا و مافیہا کو دل سے ترک کرے۔

(۱۲) خلاف شرع فقراء کی صحبت سے بچے۔

(۱۳) لوگوں سے بقدر ضرورت خلق کے ساتھ ملے۔

ریسرچ کی تو انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی کتے کے جھوٹے برتن کو اگر سات مرتبہ دھویا جائے تو برتن جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

''اگر وضو کے لئے پانی نہ ملے تو مٹی سے تیمم کرو۔''

شروع میں تو امریکی سائنسدانوں نے اسے غلط قرار دیا کہ مٹی سے تو ہاتھ پاؤں مزید گندے ہو جاتے ہیں، لیکن بعدازاں جب انہوں نے مٹی پر تجربات کئے تو حیرت انگیز طور پر یہ بات سامنے آئی کہ مٹی میں کچھ ایسے کیمیائی اجزاء ہوتے ہیں جس سے جسم کے علاوہ گندے برتن اور آلودہ اشیاء صاف کی جاسکتی ہیں۔

امریکہ میں آپ کسی بھی ہسپتال میں جائیں تو وہاں ایک بورڈ پر لکھا ہوگا:

''ہم ہر مریض کو بچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، لیکن اس وقت جو اثر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعائیں مانگنے میں ہوتا ہے وہ کسی بھی علاج میں نہیں ہوتا۔''

بہت سے امریکی ڈاکٹر و سائنسدان قرآن مجید پر ریسرچ کرتے ہوئے مسلمان ہو چکے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ:

''ہم نے اس بابرکت کتاب میں جو بات بھی پڑھی وہ سچائی سے بھرپور تھی اور جس مذہب کی کتاب کا یہ عالم ہے تو اس مذہب کے کیا کہنے۔اس مذہب کی کتاب سے متاثر ہو کر ہم مسلمان ہو گئے۔''

تواضع اختیار کرنا

یحییٰ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''شریف جب عبادت کرتا ہے تو تواضع کرتا ہے، برخلاف کمینہ کے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خادمہ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور جب وہ تھک جاتی اس کے ساتھ چکی پیستے اور آپ کو بازار سے کوئی چیز اٹھا کر لانے میں حیا مانع نہ ہوتی اور آپ ﷺ غنی اور مفلس دونوں سے مصافحہ کرتے۔جب آپ نے حج کیا اور رمی جمرۂ عقبہ کی تو آپ ﷺ کے آگے آگے کوئی چیڑ اسی لوگوں کو ہٹانے والا نہ تھا۔

کرامات اولیاء برحق ہیں

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کھانا کم تھا اور کھانے والے زیادہ تھے، تو آپ نے اپنا رومال اس کھانے پر ڈال دیا جس کی برکت سے وہ کھانا پورا ہو گیا۔

حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوست اور ہمعصر تھے اور ایک ہی خانقاہ میں بیٹھتے تھے، ان کو جب رومال ڈالنے کے بارے میں معلوم ہوا تو حاجی صاحب سے کہا کہ ''واہ! اب آپ کا رومال سلامت رہنا چاہئے۔ اب دنیا میں کسی کو کسی چیز کی قلت نہیں ہوا کرے گی۔'' گویا کہ انہوں نے اس عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ آپ نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ اس سے لوگوں کا عقیدہ خراب ہو جائے گا کہ بس رومال ڈالو اور چیزوں میں اضافہ کرالو۔

اس پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ندامت کا اظہار کیا کہ واقعتاً مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ لہٰذا ہمارے حضرات ان چیزوں سے بچتے تھے۔

پانچ باتوں نے طائوس الملائکہ کو شیطان بنادیا

عزازیل جس نے اتنی عبادت کی کہ چپے چپے پر سجدے کئے اور بالآخر شیطان بنا، ابلیس بنا، جانتے ہیں اس کو کس چیز نے ابلیس بنایا۔ مزے کی بات ہے۔ ذرا سننے اور سمجھنے کی بات ہے۔ علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچ باتوں نے طاؤس الملائکہ کو ابلیس بنا دیا، راندۂ درگاہ بنا دیا۔

سب سے پہلی بات یہ کہ گناہ تو کیا مگر گناہ کا اقرار نہ کیا، یہ شیطان کی پہلی نشانی ہے۔ دوسری بات یہ کہ گناہ تو کیا مگر گناہ پر ندامت نہ ہوئی۔ اس کو گناہ کے اوپر شرمندگی نہ ہوئی، بلکہ ڈھیٹ بن کر کہنے لگا ''انا خیر منه'' میں تو اس سے افضل ہوں۔ تیسری بات یہ کہ گناہ تو کیا مگر اپنے نفس کو بھی ملامت نہ کیا۔ یعنی بھی نہیں کہ اپنے من میں ہی اپنے نفس کو کہہ دیتا کہ تو نے برا کیا۔ چوتھی بات یہ کہ اپنے گناہ سے توبہ بھی نہ کی کہ اگر گناہ کر بیٹھا تھا تو توبہ کر لیتا اور پانچویں بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔ ان پانچ باتوں نے اس کو ابلیس بنا دیا۔

چھوٹے کاموں پر بھی اللہ سے دعا کرلینا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی کوئی شخص آ کر یہ کہتا ہے کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہے یا ایک بات پوچھنی ہے تو حضرت فرماتے ہیں کہ کبھی تکلف نہیں ہوتا کہ جیسے ہی کسی نے کہا کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہے، فوراً اللہ تعالیٰ سے دل دل میں دعا کرلیتا ہوں کہ یا اللہ! معلوم نہیں کیا مسئلہ پوچھے گا۔ یا اللہ! یہ جو سوال کرے اس کا صحیح جواب میرے دل میں ڈال دے۔ یہ ہے ''ملکۂ یادداشت'' لہذا چھوٹی چھوٹی بات پر چھوٹے چھوٹے کاموں پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیا کرو۔

سچی توبہ کا انعام

اس کے بالمقابل سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھئے۔ ان کے اندر پانچ خصلتیں موجود تھیں۔

پہلی یہ کہ انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔ ربنا ظلمنا انفسنا کہا۔ دوسری یہ کہ غلطی کا اقرار کرلینے کے بعد اپنی غلطی پر بہت نادم بھی ہوئے کہ مجھ سے کوتاہی ہوئی، بھول ہوگئی اور تیسری یہ کہ انہوں نے اپنے آپ کو ملامت بھی کیا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ چوتھی بات یہ کہ پھر اس کے بعد انہوں نے سچی توبہ بھی کی اور آخری بات یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس بھی نہ ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

نماز کا اهتمام

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یوپی میں ایک جگہ میری تقریر تھی، رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا۔ ابھی میں نیم غنودگی کی حالت میں تھا کہ مجھ کو محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے۔ میں نے کہا کہ لوگ اس طرح دباتے رہتے ہیں۔ کوئی مخلص ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مٹھی تو عجیب قسم کی ہے۔ باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جا رہی تھی۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فوراً پھڑک کر چارپائی سے اتر پڑا اور ندامت سے عرض کی۔ ''حضرت! کیا ہم نے اپنے لئے جہنم کا سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہم کو دھکا دے کر جہنم میں بھیج رہے ہیں۔''

شیخ نے جواباً فرمایا۔ ''آپ نے بہت دیر تک تقریر کی تھی، آرام کی ضرورت تھی اور آپ کی عادت بھی تھی اور مجھ کو سعادت کی ضرورت، ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا، میں نے خیال کیا آپ کی نماز نہ چلی جائے تو بتائیے حضرت میں نے کیا غلطی کی ہے۔''

تاتاری شہزادہ کا قبول اسلام

تاتاری سپاہیوں نے اپنی شکارگاہ میں ایک اجنبی کو داخل ہوتے دیکھا تو فوراً اس کی طرف لپکے اور بولے۔
''خبردار! انہی قدموں پہ رک جاؤ، کیا تمہیں معلوم نہیں، ان اطراف میں داخل ہونا منع ہے۔ یہ تاتاری سردار کی شکارگاہ ہے۔''
''معلوم نہیں تھا۔'' اجنبی نے جواب دیا۔
''اسے سردار کے سامنے لے چلو، جو وہ حکم دیں گے، کریں گے۔'' ایک نے کہا۔
سپاہی اس اجنبی کو ساتھ لئے تاتاری سردار کے پاس پہنچے اور اسے اجنبی کے بارے میں بتایا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ تاتاری سردار اس وقت اپنے کتے کو گوشت کھلا رہا تھا۔ پتا نہیں کس خیال میں تھا۔ اجنبی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''تم اچھے یا میرا کتا۔''
اجنبی نے پرسکون آواز میں جواب دیا۔
''اگر میں ایمان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا تو میں اچھا، ورنہ یہ کتا مجھ سے بہتر ہے۔''
سردار یہ بات سن کر چونکا۔ کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''اس وقت میں ولی عہد ہوں، جب مجھے تاج اور تخت مل جائے تو میرے پاس آنا۔ اس وقت میں اسلام قبول کرلوں گا۔''
یہ اجنبی شخص جمال الدین تھے۔ ان کی ایک نظر نے تاتاری سردار کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی۔
شیخ جمال الدین اس کے بادشاہ بننے کا کئی برس تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن اس کے بادشاہ بننے کا وقت نہ آیا۔ یہاں تک کہ ان کا آخری وقت آن پہنچا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر وصیت کی۔ امیر تیمور تغلق جب بادشاہ بنے تو تم اس کے پاس جانا اور اسے اس کا وعدہ یاد دلانا۔ یہ وصیت کر کے شیخ جمال الدین انتقال کر گئے۔
آخر کار وقت گزرنے پر امیر تیمور بادشاہ بنا۔ شیخ کے صاحبزادے اس سے ملنے کے لئے گئے۔ کسی نے انہیں بادشاہ تک نہ جانے دیا۔ جب کسی طرح ملاقات نہ ہوسکی تو انہیں ایک تدبیر سوجھی۔ انہوں نے امیر کے محل کے قریب کھڑے ہوکر بلند آواز سے فجر کی اذان دی۔ اذان سے امیر کی آنکھ کھل گئی۔ بہت غصے ہوا۔ ''حکم دیا، نیند میں خلل ڈالنے والے کو پکڑ لاؤ۔''

اس طرح وہ ان کے سامنے پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ امیر نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے اس کا وعدہ یاد دلایا۔ امیر تیمور کو برسوں پہلے کیا ہوا وعدہ یاد آیا۔ وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ اس کے ساتھ اس کے بہت سے فوجی اور درباری بھی مسلمان ہوگئے۔ اس طرح تاتاریوں پر اسلام کا دروازہ کھلا۔

عبادت وزہد میں اپنی نظیر

حضرت ربیع بن خثیم مشہور محدث تھے اور عبادت وزہد میں تو اپنی نظیر آپ تھے۔ ایک مرتبہ ان کا گھوڑا چوری ہوگیا۔ لوگوں نے کہا کہ چور کے لئے بددعا کیجئے۔ حضرت ربیع نے فرمایا۔ ''نہیں، میں اس کے لئے یہ دعا کررہا ہوں کہ اگر وہ مالدار ہے تو اللہ اس کے دل کی اصلاح کردے اور اگر تنگدست ہے تو اسے خوش حالی عطا فرمائے۔'' (حلیۃ الاولیاء، صفحہ ۱۱۱ ج ۲)

معلوم نہیں میرا اشمار کس میں ہوگا

سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک بار اس قدر روئے کہ غش آگیا۔ لوگوں نے پوچھا ''آپ کیوں اتنا روئے؟''

آپ نے فرمایا: ''ہم پہلے اپنے گناہوں پر روتے تھے، لیکن اب اس خوف سے روتے ہیں کہ ہم سے اسلام رخصت نہ ہوجائے۔ اور فرماتے آدمی بتوں کو پوجتا ہے مگر اللہ کے نزدیک سعید ہے اور اکثر مطیع ہوتا ہے اور آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، مگر اللہ کے نزدیک شقی ہوتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرا اشمار کس میں ہوگا۔''

بے نمازی کی نحوست

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایسی بستی پر ہوا جس میں نہایت سرسبز وشاداب اشجار لہلہا رہے تھے اور صاف اور ستھرے پانی کے چشمے ابل رہے تھے۔ بستی والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انتہائی عظمت وتعظیم کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بستی کے رہنے والوں کے حسن عبادت سے تعجب ہوا۔

اس کے تین سال بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر اس بستی پر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے تمام درخت سوکھے کھڑے ہیں اور پانی کے چشمے بھی خشک ہوگئے ہیں اور بستی کے تمام مکانات چھتوں کے بل گر پڑے ہیں۔ اب اس بستی کا یہ حال دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انتہائی حیرت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان کو مطلع کیا کہ:

''اے عیسیٰ! اس بستی کے اجڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہاں سے کسی بے نمازی کا گزر ہوا جس نے بستی کے ایک چشمے سے منہ دھولیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ بستی کے تمام چشمے خشک ہوگئے۔ درخت سوکھ گئے اور مکانات ویران وتباہ ہوگئے۔ اے عیسیٰ! جب نماز کا چھوڑ دینا دین کے ڈھے جانے کا سبب ہوسکتا ہے تو پھر دنیا کی ویرانی کا سبب کیوں نہ ہوگا۔'' (خیرالمونس)

خواب کے بجائے بیداری کی بات پوچھو

ایک صاحب نے حضرت والا سے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی درخواست کی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ''خواب میں کیا رکھا ہے، بیداری کی کوئی بات پوچھو۔ آج کل لوگ خوابوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کثرت سے خطوط میں خواب لکھے ہوئے آتے ہیں۔ میں اکثر یہ جواب لکھ دیتا ہوں کہ:

نہ شبم، نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
زغلام آفتابم ہمہ آفتاب گویم

بیداری کو چھوڑ کر خواب کے پیچھے پڑنا ایسا ہے جیسے کوئی اصل شکار کو چھوڑ کر اس کے سائے کے پیچھے پڑ جائے اور سب آخرت سے غفلت اور حقیقت سے بے خبری کی باتیں ہیں۔''

غرور کی سزا

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مروی ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک شخص تھا کہ جب وہ چلتا تھا تو اس کی بزرگی کے باعث اس پر بادل سایہ کرتے تھے۔ ایک شخص نے اسے دیکھا تو کہا ''بخدا میں بھی اس کے سایہ میں ضرور چلوں گا۔ شاید مجھے بھی اس کی برکت حاصل ہو۔ راوی کہتا ہے۔ اس آدمی نے جب لوگوں کو اپنے سایہ میں چلتے دیکھا تو دل میں غرور کیا۔ پھر جب دونوں جدا ہوئے تو سایہ دوسرے شخص کے ساتھ چلا گیا۔

مائیک ٹائی سن کے الفاظ ''یہ تو پپو ھے''

مائیک ٹائی سن دنیا کا بڑا باکسر تھا۔ کسی مقدمہ میں ملوث ہونے کی وجہ سے جیل میں بند رہا۔ جیل میں اسی باقاعدہ ورزش کرنے کا موقع نہ ملا۔ لیکن پھر بھی کسی نہ کسی درجہ میں وہ پریکٹس کرتا رہا اور اپنے آپ کو فٹ رکھا۔ اسی دوران اس نے اسلام قبول کرلیا تو اس کا نیا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔ جب وہ جیل سے باہر آیا تو اسے چیمپئن باکسر نے چیلنج کیا۔ اس نے قبول کرلیا۔ مقابلہ سے پہلے دونوں کا انٹرویو اخبار میں شائع ہوا۔ اس عاجز نے بیرون ملک میں ان کا

انٹرویو خود پڑھا ہے۔

مخالف باکسر نے لمبا چوڑا انٹرویو دیا کہ میں اس کی ناک توڑ دوں گا، بازو توڑ دوں گا اور اتنا ماروں گا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا اور جب انہوں نے مائیک ٹائی سن (عبدالعزیز) سے انٹرویو لیا تو اس نے ایک ہی بات کہی کہ ''یہ تو پیو ہے۔'' بس اس نے ایک ہی جواب دیا اور اپنے ذہن کو تناؤ (Tension) سے فارغ رکھا اور ایسے ہی ہوا کہ ٹائی سن نے اپنے حریف کو دو تین منٹ میں شکست دے دی۔

ایاس بن معاویہ کی ذہانت

ابراہیم بن مرزوق بصری بیان کرتے ہیں کہ ایاس بن معاویہ کے قاضی بننے سے پہلے ہم ایک دن ان کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور سامنے کی اونچی سی دکان پر بیٹھ گیا اور راہ گیروں کو تکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک راہ گیر کے پیچھے لپکا اور سامنے سے اس کا چہرہ دیکھ کر واپس آ گیا اور پھر وہیں بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔

ایاس بن معاویہ نے اسے دیکھ کر کہا۔ ''بتاؤ یہ شخص کیا چاہتا ہے؟''

لوگوں نے کہا۔ ''آپ ہی بتایئے۔''

ایاس بن معاویہ نے فرمایا۔ ''یہ شخص بچوں کو پڑھاتا ہے اور اس کا کوئی کانا غلام گم ہوگیا ہے، یہ اس کی تلاش میں ہے۔''

ابراہیم کہتے ہیں کہ اس پر ہم میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے جا کر اس شخص سے پوچھا۔ ''آپ کس چیز کی تلاش میں ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''میرا ایک غلام گم ہوگیا ہے۔''

ہم نے پوچھا۔ ''وہ غلام کیسا تھا؟''

اس نے غلام کے بہت سارے اوصاف بیان کیے اور آخر میں کہا۔ ''اس کی ایک آنکھ بھی نہیں ہے۔''

ہم نے پوچھا۔ ''آپ کا مشغلہ کیا ہے؟''

کہنے لگا۔ ''بچوں کو پڑھاتا ہوں۔''

کیا غیبت حلال ہے؟

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے استاد سے عرض کیا کہ ''فلاں ہم عمر مجھ سے حسد رکھتا ہے۔''

استاد نے کہا ''اے سعدی! تیرے نزدیک حسد حرام ہے اور کیا غیبت حلال ہے کہ تو اس شخص کی میرے نزدیک غیبت کرتا ہے اور اس کے حسد کی شکایت کرتا ہے؟''

ہم نے حیران ہوکر ایاس سے پوچھا کہ ''یہ سب باتیں آپ کو کیسے معلوم ہوئیں؟''

ایاس بن معاویہ نے فرمایا: ''میں نے اس شخص کو یہاں آتے دیکھا، یہ اپنے بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کررہا تھا اور آخر میں اس نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو سب سے اونچی تھی۔ میں نے اس کو غور سے دیکھا تو وہ مجھے کوئی شاہی خاندان کا فرد معلوم نہیں ہوا۔ اس پر میں نے سوچا کہ اور ایسا کون ہوسکتا ہے جو بادشاہوں کی طرح بیٹھنا پسند کرتا ہو۔ سوچنے پر خیال آیا کہ یہ مزاج صرف بچوں کے معلم کا ہوسکتا ہے۔ اس سے سمجھ گیا یہ معلم ہے۔''

ہم نے پوچھا: ''اور غلام کا قصہ آپ نے کیسے پتا لگایا؟''

ایاس نے جواب دیا۔ ''اسی دوران اس شخص نے ایک معمولی حیثیت کے ایسے راہ گیر کا چہرہ دیکھا جس کی ایک آنکھ غائب تھی۔ اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے غلام کو تلاش کررہا ہے اور غلام بھی کانا ہے۔''

حضرت اشرف علی تھانویؒ کی سادگی

ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ سڑک سے بوقت صبح گذر رہے تھے، سرکاری بھنگی سڑک پر جھاڑو لگا رہا تھا۔ ایک عالم اور مخصوص رفیق نے آگے بڑھ کر مہتر سے کہا کہ ''بھائی صفائی ذرا سی دیر کو ملتوی کردو تاکہ ہمارے حضرت گرد سے بچ جائیں۔''

حضرت والا نے سن لیا اور فرمایا کہ ''آپ کو کیا حق تھا کہ اس کے سرکاری کام میں دخل دیں۔ وہ اپنی ملازمت کا حق ادا کررہا ہے، کیا آپ نے مجھ کو فرعون سمجھ لیا ہے۔''

خریدار کو کیوں دھوکہ نہ ہوجائے

یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ چادریں اور اوڑھنی وغیرہ فروخت کیا کرتے تھے۔ لیکن جب آسمان ابر آلود ہوتا تو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لے کر جاتے۔ کسی نے اس کا باعث دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ''ابر کے دن خریدار کو اکثر دفعہ معیوب شئے صاف نظر نہیں آتی۔''

لیڈی کونسلر نے شوہر کا سر کیوں پھوڑا؟

سرگودھا سے ایک دلچسپ خبر موصول ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک لیڈی کونسلر نے غصہ میں آکر شوہر کا سر پھاڑ دیا۔ تفصیل کے مطابق گزشتہ دنوں جب اس لیڈی کونسلر کا شوہر گھر آیا تو اس نے اپنی بیوی سے پانی مانگا۔ جس پر وہ سیخ پا ہوکر کہنے لگی کہ ''ناظم، نائب ناظم بلکہ سارا شہر میری عزت کرتا ہے لیکن تم جب بھی گھر آتے ہو مجھ پر رعب

جھاڑنے لگتے ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے مسالہ کوٹنے والا ڈنڈا اٹھا کر شوہر کا سر پھوڑ دیا۔ تاہم معززین علاقہ نے تھانے پہنچ کر میاں بیوی میں صلح کرادی۔

یہ واقعی بڑی زیادتی کی بات ہے کہ لیڈی کونسلر سارا دن عوام کے مسائل حل کرنے میں مغز ماری کرتی رہے اور جب رات کو گھر آئے تو اسے خاوند اور بچوں کی خدمت کرنی پڑے۔ ہماری حکومت نے لیڈی کونسلرز کی سیٹیں تو بڑھا دی ہیں لیکن اس بات پر غور نہیں کیا کہ گھریلو کام کاج کون کرے گا؟ حکومت یا تو ان لیڈی کونسلروں کو چولہے چوکے کے لئے خدمتگار مہیا کرے ورنہ ہر گھر پانی پت کا میدان بن جائے گا۔ عورتوں کے حقوق کی بعض پرجوش لیڈر رانیاں تو یہاں تک کہتی ہیں کہ آج تک مردوں نے ہمیں اپنا غلام اور بچے پیدا کرنے کی مشینیں بنائے رکھا تھا، اب وقت آ گیا کہ مرد یہ ذمہ داری اٹھائیں۔ انہیں پتہ چل جائے کہ یہ کتنا مشکل ہے۔

ہماری اس سلسلے میں رائے ہے کہ ایسے شوہر جن کی بیویاں لیڈی کونسلر ہوں یا سیاست میں منہ ماری کررہی ہوں وہ گھریلو ذمہ داریاں اٹھائیں، جب ان کی بیوی گھر آئے تو ان کی خدمت کے لئے حاضر رہا کریں۔ اگر ذرا بھی چوں چراں کی تو حشر یہی ہوگا۔ پنجابی میں کہا جاتا ہے کہ "زن مرید" بن جائیں پھر گزارا چلے گا۔

ایسی ہی لیڈر ٹائپ عورتوں سے گزارش ہے کہ وہ ذرا ہاتھ ہولہ (نرم) رکھا کریں۔ مکے، سلیپروں سے کام چلالیا کریں، پانی کا جگ، گلاس وغیرہ مارلیا کریں، اتنی زیادتی نہ کریں، آخر وہ تمہارے شوہر ہیں، انہیں مجازی خدا بھی کہا گیا ہے۔

پھر آخر انہوں نے معاشرہ کے اندر بھی رہنا ہوتا ہے۔ خبر میں یہ نہیں بتایا گیا کہ پھر لیڈی کونسلر نے خاوند کی مرہم پٹی بھی کرائی کہ نہیں۔ اگر حالات ایسے پیدا ہوجائیں تو مرہم پٹی کرانا ان کی ذمہ داری ہوگی۔ ملک کے اندر ایسے حالات پیدا ہوجائیں گے تو پھر زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے۔

خیالات کی خرابی

فرمایا کہ لوگوں کے خیالات اس قدر خراب ہوگئے کہ ایک مرتبہ میں ایک شخص کی عیادت کے لئے گیا۔ اس پر سورۂ یٰسین پڑھ کر دم کرنے کا خیال ہوا۔ میں نے اس خوف سے کہ اس کے گھر والے برا مانیں گے کہ اس کو مرنے والا سمجھ کر سورۂ یٰسین پڑھ رہے ہیں۔ نیز اگر یہ مرگیا تو اس کے گھر کے لوگ کہیں گے کہ سورۂ یٰسین سے مرگیا ہے۔ اس لئے سورۂ یٰسین شریف آہستہ پڑھی۔ مگر خدا کا شکر کہ وہ مریض صحت مند و تندرست ہوگیا۔

(ملفوظات دعوات عبدیت)

درہم کے بدلے دینار

امام ابوعمرو عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الفطر کی شب میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی شخص نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ میرا ہمسایہ کھڑا ہے۔ میں نے کہا ''کہو بھائی کیسے آنا ہوا؟''

اس نے کہا۔ ''حضرت کل عید ہے، لیکن میرے گھر میں خاک اڑ رہی ہے اور خرچ کے لئے ایک پیسہ تک نہیں، اگر آپ کچھ عنایت فرمائیں تو عزت آبرو کے ساتھ ہم عید کا دن گزار لیں گے۔''

میں نے عید کے مصارف کے لئے ۲۵ درہم جمع کر رکھے تھے۔ فوراً ہی اپنی بیوی سے کہا کہ ''ہمارا فلاں ہمسایہ نہایت غریب ہے، اس کے پاس عید کے دن خرچ کے لئے ایک پیسہ تک نہیں، اگر تمہاری رائے ہو تو جو ۲۵ درہم ہم نے عید کے مصارف کے لئے رکھ چھوڑے ہیں، ہمسایہ کو دے دوں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اور دے گا''

بیوی نے کہا۔ ''بہت اچھا۔''

چنانچہ میں نے وہ درہم اپنے ہمسایہ کے حوالے کردیئے اور وہ دعائیں دیتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا دروازہ پھر کسی نے کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک نوجوان مکان میں داخل ہوکر میرے قدموں میں گر پڑا اور رونے لگا۔ میں نے کہا۔ ''خدا کے بندے! تجھے کیا ہوا؟ اور تو کون ہے؟''

اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں آپ کے والد کا غلام ہوں، عرصہ ہوا بھاگ گیا تھا، اب مجھے اپنی حرکت پر بہت ندامت لاحق ہوئی۔ یہ پچیس دینار میری کمائی کے ہیں، آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ قبول فرما کر مجھے ممنون فرمائیے۔ آپ میرے آقا ہیں اور میں آپ کا غلام۔''

میں نے وہ دینار لے لئے اور غلام کو آزاد کر دیا۔ پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''خدا کی شان دیکھو، اس نے ہمیں درہم کے بدلے دینار عطا فرمائے۔''

انگریز کے ہاں عورت کا مرتبہ

ایک انگریز گورنر نے اپنی میم کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ وہ میم کے ساتھ زیارت کے لئے پہنچ گیا۔ یہ انگریز کی حکومت کا زمانہ تھا۔ جب لوگ سپاہی سے اتنا ڈرتے تھے کہ آج کل صدر مملکت اور وزیراعظم سے بھی اتنا نہیں ڈرتے۔ جب وہ پہنچے گورنر تو سامنے چٹائی پر بیٹھ گیا اور ایک کونے میں مٹکا اوندھا رکھا ہوا تھا۔ جس پر بہت گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔ میم سے فرمایا کہ ''بی! تم اس پر بیٹھ جاؤ۔'' اسے وہاں بندریا کی طرح بٹھا دیا۔

دینار سے بے رغبتی

ایک حاکم بصرہ نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ''آپ کو معلوم ہے کہ کس بات نے آپ کو ہمارے سامنے درشتگی اور سخت کلامی کی جرأت دی اور کس وجہ سے ہم کو آپ کے مقابلہ کی طاقت نہیں؟ اس کا باعث آپ کا ہم سے بے طمع ہونا اور دنیا کی بے رغبتی ہے۔''

تین سو مرتبہ قرآن کی ورق گردانی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مسئلہ کے بارے میں تردد تھا کہ آیا یہ قرآن میں ہے یا نہیں تو انہوں نے تین سو مرتبہ قرآن کریم کی ورق گردانی کی، تب جا کر انہیں وہ آیت معلوم ہوگئی، جس سے مسئلہ کا حل نکل آیا۔

شیطان کا فساد پھیلانا

ایک بزرگ تھے، انہوں نے ایک مرتبہ شیطان سے کہا کہ ''واقعی تو بڑا چالاک ہے، فساد کیسے کراتا ہے؟''

اس نے کہا۔ ''میں فساد نہیں کراتا، بالکل بھی نہیں۔ میرا کام تو بس ذرا سی انگلی لگانا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''کیسے؟''

کہا ''چلو ابھی دکھاتا ہوں۔''

چنانچہ وہ دونوں ایک حلوائی کے یہاں پہنچے۔

وہاں کڑھے میں شیرہ تھا۔ ابلیس نے شیرہ لے کر دیوار پر لگا دیا اور ان کو لے کر کنارہ پر ہو گیا کہ اب دیکھو تماشہ۔

چنانچہ جہاں شیرہ لگا تھا وہاں مکھیاں آنے لگیں۔ مکھیاں جب پہنچیں تو پھر ان کی خبر لینے کے لئے چھپکلی صاحبہ پہنچیں، ان کی آمد پر بلی بھی آ نکلی۔

اس کی زیارت کر کے کتا بے قرار ہوا اور اس نے اس کی خبر لینی چاہی اور جب کتے نے خبر لینی چاہئے تو بلی والے نے کتے کی خبر لی اور ہوتے ہوتے آپس میں کشتم کشتا ہوئی اور بڑا فساد ہو گیا۔

تو آپ نے دیکھا کہ شیطان کا کام تو یہی ہے کہ وہ صرف شر کا شیرہ لگاتا ہے۔

قابل رشک انسان

قاضی محمد بن سماعہ المتوفی ۲۳۳ ہجری امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ کے شاگرد تھے۔ فقہائے احناف میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ خلیفہ مامون کے عہد میں بغداد کے قاضی تھے اور ضعف بصارت ہونے پر مستعفی ہوگئے۔ ہر روز دو سو رکعت نماز معمولات میں تھیں۔ خود فرماتے تھے کہ چالیس سال تک میری تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ یعنی برابر جماعت میں شریک ہوتا رہا۔ صرف ایک دن جب کہ والدہ ماجدہ فوت ہوگئیں تو جماعت نہ مل سکی۔

ذہن میں آیا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جماعت والی نماز تنہا جماعت پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ اس لئے میں نے بطور کفارہ یا حصول فضیلت اتنی ہی تعداد میں نماز پڑھی تا کہ گھاٹا پورا ہو جائے۔ اس کے بعد نیند آ گئی۔ اسی حالت میں ایک کہنے والے نے کہا کہ ''اے محمد ابن سماعہ تم نے ستائیس مرتبہ نماز تو پڑھ لی مگر آمین مع مائکہ کہاں حاصل ہوئی۔''

پوری دنیا کا بادشاہ

ایک مزدور جوڑیا بازار میں کمر پر بوجھ اٹھانے کی مزدوری سے گذر بسر کر رہا تھا۔ ساتھ ہی اسے ''عرق النساء'' جیسا بہت سخت موذی مرض تھا۔ اس درد کو عام لوگ ''لنگڑی کا درد'' کہتے ہیں۔ یہ ٹانگ کی رگ میں ہوتا ہے اور بہت شدید ہوتا ہے۔ اس حالت میں کمر پر بوجھ اٹھا کر لے جانے کی مزدوری کرتا تھا۔ اس کے باوجود ایسا صابر و شاکر کہ اس کی باتوں سے یوں لگتا تھا کہ ''پوری دنیا کا بادشاہ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایسی قناعت اور صبر و شکر کی دولت عظمیٰ سے نوازیں۔

قائداعظم کا سکون

قائداعظم چھریرے بدن کے مالک تھے، لگتا تھا کہ کوئی زور سے انہیں چھودے تو شاید اپنا جسمانی توازن کھودیں۔ لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا۔ وہ اگرچہ بظاہر نحیف نظر آتے تھے لیکن ستر برس کی عمر میں بھی انہوں نے اپنے قتل کے لئے آنے والے ایک نوجوان کا ہاتھ اتنی مضبوطی سے پکڑا کہ اسے دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس نوجوان کا نام رفیق جابر تھا اور یہ جولائی ۱۹۴۳ء میں خنجر لے کر انہیں قتل کرنے آیا تھا۔ قائداعظم نے اپنا دبلا پتلا ہاتھ بڑھا کر قاتل کی کلائی کو بڑی مضبوطی سے پکڑا اور قوت سے اسے نیچے دبائے رکھا۔ یہاں تک کہ ان کی آواز سن کر ساتھ والے کمرے سے پرائیویٹ سیکریٹری مسٹر سید آن پہنچے اور مجرم کو گرفتار کرادیا۔ اس تمام عرصہ میں قائداعظم کے چہرے پر مکمل سکون و اطمینان رہا۔ انہوں نے ایک لمحہ بھی کسی خوف و پریشان کا اظہار نہ کیا۔

حلم و بردباری کی انتہاء

ایک دفعہ خواجہ بازید رحمۃ اللہ علیہ عید کے دن حمام سے غسل کر کے نکلے۔ گلی میں جارہے تھے کہ کسی نے گھر کی چھت سے بے خبری میں بہت سی راکھ نیچے پھینکی۔ یہ سب راکھ حضرت کے سر پر پڑی اور آپ کا لباس، چہرہ، ریش مبارک اور سر کے بال راکھ سے آلودہ ہوگئے۔ لیکن آپ کے دل میں غبار تک نہ آیا۔ یہاں تک کہ نظر اٹھا کر اوپر بھی نہ دیکھا۔ آپ راکھ کو چہرے پر ملتے تھے۔ بار بار خدا کا شکر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''بازید تو دوزخ کے قابل ہے، وہ ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بنائے۔''

نماز سے جسمانی فوائد

ایک دفعہ واشنگٹن میں ایک ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی۔ وہ کہتا تھا کہ ''میرا دل کرتا ہے کہ سارے ملک میں نماز لاگو کردوں۔''

میں نے کہا۔ ''وہ کیوں؟''

کہنے لگا۔ ''اس کے اندر اتنی حکمت ہے کہ کوئی حد نہیں۔''

وہ جلد کا اسپیشلسٹ تھا، کہنے لگا۔ ''اس کی حکمت آپ تو (انجینئر ہیں) سمجھ لیں گے۔''

میں نے کہا۔ ''اچھا جی بتائیں۔''

کہنے لگا کہ ''اگر کے جسم کو مادی نظر سے دیکھا جائے تو انسان کا دل پمپ کی مانند ہے۔ اس کا In Put بھی ہے اور Out Put بھی ہے۔ سارے جسم میں تازہ خون جارہا ہوتا ہے اور دوسرا واپس آرہا ہوتا۔ جب انسان بیٹھا ہوا ہوتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے جسم کے جو حصے نیچے ہوتے ہیں ان میں پریشر نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اور جو حصے اوپر ہوتے ہیں ان میں پریشر نسبتاً کم ہوتا ہے۔ مثلاً تین منزلہ بلڈنگ ہو اور نیچے پمپ لگا ہوا ہو تو نیچے پانی زیادہ ہوگا اور دوسری منزل پر بھی کچھ پانی پہنچ جائے گا جبکہ تیسری پر بالکل نہیں پہنچے گا۔ حالانکہ وہی پمپ ہے۔ لیکن نیچے پورا پانی دے رہا ہے، اس سے اوپر والی منزل میں کچھ پانی دے رہا ہے اور سب سے اوپر والی منزل میں بالکل پانی نہیں جارہا۔ اس مثال کو اگر سامنے رکھتے ہوئے سوچیں تو انسان کا دل خون کو پمپ کر رہا ہوتا ہے اور یہ خون نیچے کے اعضاء میں تو بالکل پہنچ رہا ہوتا ہے، لیکن اوپر کے اعضاء میں اتنا نہیں پہنچ رہا ہوتا۔ جب کوئی ایسی صورت آتی ہے کہ انسان کا سر نیچے ہوتا ہے اور دل اوپر ہوتا ہے تو خون سر کے اندر بھی اچھی طرح ہو کر پہنچتا ہے۔ مثلاً جب انسان سجدے میں جاتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے پورے چہرے میں گویا خون بھر گیا ہے۔ آدمی سجدہ تھوڑا سا لمبا کرلے تو محسوس ہوتا ہے کہ چہرے کی باریک شریانوں میں بھی خون پہنچ گیا۔''

پھر وہ آگے کہنے لگا۔ ''عام طور پر انسان بیٹھا ہوتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے یا لیٹا ہوتا ہے۔ بیٹھے، کھڑے، لیٹے میں انسان کا دل نیچے ہی ہوتا ہے اور سر اوپر ہوتا ہے۔ ایک ہی ایسی صورت ہے کہ نماز میں جب انسان سجدے میں جاتا ہے تو اس کا دل اوپر ہوتا ہے اور سر نیچے ہوتا ہے۔ لہذا خون اچھی طرح چہرے کی جلد میں پہنچ جاتا ہے۔''

بے نمازی کا چہرہ بے رونق کیوں؟

نماز پڑھنے والے آدمی کے چہرے پر تازگی رہتی ہے۔ کیونکہ نماز اور سجدے کی وجہ سے اس کی تمام شریانوں میں خون پہنچتا رہا ہے اور جو نماز نہیں پڑھتے ان کے چہرے پر ایک افسردگی سی چھائی ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں کہا گیا جو نماز پڑھتا ہے اس کے چہرے پر نور ہوتا ہے۔

ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں ''یقین جانیں کہ اگر عورتوں کو پتہ چل جائے کہ نماز میں لمبے سجدے کی وجہ سے چہرہ کس قدر تر و تازہ اور خوبصورت ہو جاتا ہے تو وہ سجدے سے سر ہی نہ اٹھائیں۔''

ڈیڈی اور ماما نہیں......اللہ اللہ سکھایئے

آج ہم اپنی اولادوں کو بھاگ بھاگ کر انگریزی پڑھاتے ہیں۔ پڑھائیے انگریزی مگر اس سے پہلے بچے کو مسلمان تو بنا لیجئے۔ اسلام تو پڑھا لیجئے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ بچہ پیدا ہوا اور زبان کھولنے کے قریب ہوا تو ماں نے پڑھانا شروع کر دیا:

Twinkle, twinkle, little Star,
How I wonder what you are.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو کلمہ پڑھایا کرتے تھے، قرآن کی آیتیں یاد کراتے تھے، اللہ کا نام یاد کراتے تھے۔ آج کی مائیں اس بچے کو شروع میں ڈیڈی اور ماما سکھاتی ہیں، جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی تو یہ دیوار جتنی اونچی جائے گی اتنا ہی اس کا ٹیڑھا پن بڑھتا چلا جائے گا۔ اس لئے بچوں کو سب سے پہلے دین پڑھائیے، جب دیندار بن کر مشرق سے مغرب تک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کا رزق پہنچا دیں گے۔

کعبۃ اللہ کی تجلی سے قبول اسلام

ایک یہودی عورت نے اسلام قبول کیا۔ اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ میرا خاوند عیسائی تھا۔ جدہ میں امریکن کمپنی نے دفتر کھولا اور وہاں پر ہماری ڈیوٹی لگائی۔ لوگ کثرت سے کعبہ کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ ہم نے بھی ایک دن لباس بدلا اور کعبہ کو دیکھنے چلے گئے۔ فقط بیت اللہ شریف کو دیکھتے ہی آنسو آ گئے اور ہم میاں بیوی نے وہیں کھڑے کھڑے کلمہ پڑھ لیا اور ہم مسلمان ہو گئے۔ الحمد للہ کعبۃ اللہ کی ایسی تجلیات ہیں کہ غیر مسلموں پر بھی اثر کر جاتی ہیں۔

رحمت الٰہی

اگر کسی کو اپنے علم پر ناز ہو تو سن لے کہ حضور اکرم ﷺ کے برابر تو کسی کو علم عطا نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو ارشاد فرماتے ہیں:

ولئن شئنا لنذھبن بالذین او حینا الیک ثم لاتجدلک بہ علینا وکیلا

''اگر ہم چاہیں تو آپ کو دیئے ہوئے علوم وفقہ سلب کر لیں۔''

ثم لاتجدلک بہ علینا وکیلا

''پھر آپ کا کوئی کارساز بھی نہیں ہو سکتا۔''

کیسے کتنا ہولناک خطاب ہے۔ آپ ڈر گئے ہوں گے، اس لئے آگے فرمایا:

الا رحمۃ من ربک

''بس رحمت خداوندی ہی ساتھ دے سکتی ہے اور کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔''

ایسے کلمات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو بڑی خشیت ہوئی ہوگی۔

پتھر پر تحریر کا مطلب

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بیت المقدس میں مجھے ایک پتھر پر کچھ آڑی ترچھی لائنیں نظر آئیں۔ میں ایک آدمی کو لے کر آیا اور ان سے ان لائنوں کا ترجمہ کروایا تو پتہ چلا کہ اس پتھر پر لکھا ہوا تھا:

''ہر گناہگار وحشت اور تنہائی کا شکار ہوتا ہے۔ ہر خوفزدہ بھاگتا ہے اور ہر محبت کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔''

معافی کا اِک بہانہ

علماء نے شیطان کے پیدا کرنے کی ایک حکمت یہ بھی لکھی ہے کہ اگر انسان دنیا میں آتا اور شیطان نہ ہوتا اور یہ اپنے نفس کی وجہ سے برائی کرتا تو پھر اس کی معافی کے چانس ختم ہو جاتے اور کہا جاتا کہ اس نے خود برائی کی۔ اس لئے اب معافی نہیں ہو سکتی اور اب چونکہ شیطان پیدا ہو چکا ہے اور وہ بھی ورغلاتا ہے اس لئے اللہ رب العزت قیامت کے دن جن کو معاف کرنا چاہیں گے ان کا سارا بوجھ شیطان کے سر پر ڈال دیں گے اور اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے کہ میرے ان بندوں کو شیطان نے بہکایا تھا، لہذا اب میں ان کو معاف کر کے جنت میں داخل کر دیتا ہوں۔

الفاظ کے بدلے الفاظ سے خوش کرنا

ایک قصیدہ گو شاعر تھا۔قصیدہ گوئی میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی وہ اپنی مہارت اور فن کی وجہ سے شاہی وزراء میں بھی بڑا مقبول تھا۔وہ ان کی شان میں قصیدے کہتا۔وزراء اپنی شان میں قصیدے سنتے تو خوش ہو جاتے اور شاعر کو بھی خوش کر دیتے۔ایک دن بادشاہ نے اس قصیدہ گو شاعر کے متعلق سنا تو اسے بھی شوق ہوا کہ اس سے ملاقات کرے اور اس سے اپنی شان میں قصیدہ سنے۔بالآخر اس کو بلایا گیا اور بادشاہ کے حکم سے آگاہ کیا گیا۔اس نے خوشی خوشی ہامی بھر لی اور وعدہ کیا کہ وہ کل اسی وقت بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو کر قصیدہ پڑھ کر سنائے گا۔دوسرے روز وہ اپنے وقت مقررہ پر حاضر ہوا اور بادشاہ کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔بادشاہ کا حکم ملتے ہی وہ قصیدہ پڑھنے لگا۔اس کا قصیدہ کچھ یوں تھا:

''بادشاہ سلامت کا تخت ساتوں آسمان سے بلند ہے۔
اس میں لگے ہیرے موتی ستاروں سے کم نہیں نہیں۔
وغیرہ وغیرہ۔''

بادشاہ نے اس کی تعریف کی اور اس کے فن کو سراہتے ہوئے اسے دو ہزار اشرفیاں بطور انعام دینے کا وعدہ کیا اور حکم دیا کہ وہ کل آ کر اپنا انعام وصول کر لے۔مارے خوشی کے شاعر صاحب کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔آخر انتظار کی کٹھن گھڑیاں ختم ہوئیں۔

دوسرے دن شاعر صاحب عمدہ لباس پہنے خوشی خوشی بادشاہ کے دربار کی طرف روانہ ہوئے۔دربار پہنچ کر اس نے بادشاہ کو سلام کیا۔مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی۔اس نے دوبارہ سلام کیا، پھر بھی بادشاہ نے نظریں نہیں اٹھائیں۔شاعر صاحب یہ دیکھ کر پریشان ہوئے اور عرض کیا۔''حضور! آپ نے مجھے بلایا تھا اور بندہ آپ کے دربار میں حاضر ہے، آپ نے مجھے دو ہزار اشرفیاں دینے کا وعدہ کیا تھا۔''

بادشاہ نے نظریں اٹھا کر شاعر کو دیکھا اور شاعر سے مخاطب ہوا۔''دیکھو! تم نے مجھے قصیدہ پڑھ کر سنایا تھا جو محض الفاظ تھے، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔گویا تم نے مجھے الفاظ سے خوش کرنا چاہا، لہذا میں نے بھی تمہیں الفاظ سے

مخلص کی کیا علامت ہے

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب ان کی لاعلمی میں کوئی حاکم آتا اور آپ مدرسہ اشرفیہ جامع بنی امیہ میں پڑھاتے ہوتے تو اس کے آنے سے مکدر ہوتے اور اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ آج کوئی رئیس ان کی ملاقات کو آئے گا تو اس دن سبق نہ پڑھاتے۔اس خیال سے کہ آپ کو کوئی بڑے حلقہ میں بیٹھا نہ دیکھ لے اور فرماتے، مخلص کی علامت یہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی خوبی معلوم ہو تو رنجیدہ ہو، کیونکہ نفس کا اس پر خوش ہونا گناہ ہے۔بسا اوقات ریا اکثر گناہوں سے بدتر ہوتی ہے۔

خوش کیا۔ تم جا سکتے ہو۔''

ایک غلام کا بادشاہ بننے کا واقعہ

سبکتگین ایک غلام تھا اور اس کے پاس ایک گھوڑا تھا، اس پر چڑھ کر وہ جنگل جایا کرتا تھا اور اگر کوئی شکار ہاتھ آ جاتا تو اسی پر گزارہ کر لیتا۔ ایک دفعہ اس نے ایک ہرنی دیکھی جو اپنے بچے کے ساتھ چر رہی تھی۔ سبکتگین نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑا دیا۔ ہرنی تو نہ پکڑی جا سکی مگر اس کا بچہ جو ماں کے ساتھ بھاگ نہ سکا، ہاتھ آ گیا۔

سبکتگین نے اسے باندھ کر زین کے آگے رکھ لیا اور شہر کی جانب چل پڑا۔ ہرنی بچے کو دیکھ کر مڑی اور سبکتگین کے پیچھے دوڑنے لگی اور فریاد کرنے لگی۔

اسے اس کی حالت پر رحم آیا اور بچے کو کھول کر چھوڑ دیا۔ ہرنی نے دوڑ کر بچے کو لے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعائیں دینے لگی۔ بے زبانوں کی زبانیں جاننے والے خدا تعالیٰ کو سبکتگین کا یہ رحمدلانہ کام پسند آیا۔

رات اسے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تو نے جو ایک بے زبان پر رحم کیا ہے، اس پر ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے بادشاہی عطا فرمائے گا اور یاد رکھنا جس طرح تو نے اس جانور پر رحم کیا ہے، اسی طرح اپنی رعیت پر بھی نظر کرم کیا کرنا اور ظلم و ستم نہ کرنا۔''

مرنے سے پہلے حقوق ادا کریں

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

''اے داؤد! بنی اسرائیل سے کہو کہ پوشیدہ طور پر میری نافرمانی نہ کریں اور مجھ کو اپنی آنکھوں میں بندوں سے بھی زیادہ ذلیل نہ بنائیں، ورنہ میں ان کو آگ سے عذاب دوں گا۔

اے داؤد! یتیم کے حق میں مہربان باپ ہوجا، میں تیرا رزق بڑھا دوں گا اور تیرے گناہ معاف کردوں گا۔

اے داؤد! بنی اسرائیل سے کہو کہ لوگوں کو ذلیل اور رسوا نہ کریں، کیونکہ اس سے دل اندھا اور مردہ ہوجاتا ہے، اس کو مبارک ہو جو اپنے عیوب میں غور کرتا ہے اور ان کی اصلاح کے درپے ہو۔

اے داؤد! میری طرف جھک جا، میں تیرے سامنے بادشاہوں کا سر نیچے کردوں گا اور چہرے پر ہیبت ڈال دوں گا۔

اے داؤد! کتنی فصیح زبانیں ہیں کہ میں ان کو موت کے وقت کلمہ شہادت سے روک دیتا ہوں، کیونکہ وہ لوگوں کی عزت خراب کرتے تھے۔

اے داؤد! بنی اسرائیل کو سنادو کہ مرنے سے پہلے حقوق ادا کریں۔

مشکوک کھانے کی ظلمت

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر استاذ تھے اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایک دعوت میں چلا گیا اور وہاں جاکر کھانا کھالیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس شخص کی آمدنی مشکوک ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مہینوں تک ان چند لقموں کی ظلمت اپنے دل میں محسوس کرتا رہا، اور مہینوں تک میرے دل میں گناہ کرنے کے جذبات پیدا ہوتے رہے اور طبیعت میں یہ داعیہ بار بار پیدا ہوتا تھا کہ فلاں گناہ کرلوں، فلاں گناہ کرلوں۔ حرام مال سے یہ ظلمت پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت کا میراث کے مال میں احتیاط کرنا

والد صاحب کی وفات کے وقت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت والد صاحب سے حضرت ڈاکٹر صاحب کو بہت ہی والہانہ تعلق تھا، جس کا ہم اور آپ تصور نہیں کر سکتے۔ چونکہ آپ ضعیف تھے، اس وجہ سے اس وقت آپ پر کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ حضرت والا پر اس وقت بہت ضعف اور غم ہے تو اندر سے میں حضرت والا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خمیرہ لے آیا جو آپ تناول فرمایا کرتے تھے اور حضرت والا کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''حضرت آپ خمیرہ کا ایک چمچہ تناول فرمالیں۔''

حضرت والا نے اس خمیرہ کو دیکھتے ہی کہا کہ ''تم یہ خمیرہ کیسے لے آئے، یہ خمیرہ تو اب میراث کا اور ترکہ کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ اب تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس طرح یہ خمیرہ اٹھا کر کسی کو دے دو، اگر چہ وہ ایک چمچے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔''

میں نے کہا کہ ''حضرت! حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے ورثاء ہیں، وہ سب الحمدللہ بالغ ہیں اور وہ سب یہاں موجود ہیں اور سب اس بات پر راضی ہیں کہ آپ یہ خمیرہ تناول فرمالیں۔''

تب حضرت نے وہ خمیرہ تناول فرمایا۔

اللہ کے نام کی تعظیم سے دنیا و آخرت کی عظمت ملنا

بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ان کی سرگزشت تصوف و زہد کا ابتدائی حال پوچھا اور کہا کہ ''حضرت! لوگ آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں اور آپ کا نام یوں احترام واکرام سے لیا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو۔ اس کا سبب کیا ہے؟''

بشر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔'' پھر فرمایا کہ ''میں پہلے بڑا گناہگار انسان تھا۔ ایک مرتبہ میں نے راستے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا دیکھا۔ میں نے اسے اٹھا کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر لگی ہوئی گرد وغبار کو صاف کر کے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت میرے پاس

صرف دو درہم تھے، ان کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہ تھا۔

میں نے عطار (عطر فروش) سے نہایت قیمتی اور اعلیٰ قسم کا عطر خریدا اور اس کاغذ کے ٹکڑے کو، جس پر بسم اللہ درج تھا، عطر لگا کر رات کو سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرما رہے ہیں:

یابشر! طیبت إسمی لأطیبن إسمک فی الدنیا والآخرة

''اے بشر! تم نے میرے نام کو معطر کیا (یعنی خوشبو لگائی) اس لئے میں بھی ضرور دنیا و آخرت میں تمہارے نام کو معطر (معظم ومحترم) کروں گا۔''

امام اعظمؒ کے حسن سلوک کا اثر

وہ ایک موچی تھا۔ دن بھر جوتے مرمت کرتا اور شام ہوتے ہی بازار کا رخ کرتا۔ مزدوری کی رقم سے گوشت اور شراب خرید لیتا تھا اور گھر لوٹ آتا۔ رات گئے اس کے دوست احباب جمع ہو جاتے۔ موچی خود ہی سیخ کباب لگانے کا فریضہ بھی سنبھال لیتا۔ محفل ناؤ نوش گرم ہو جاتی۔ خوب غل غپاڑہ مچتا اور موچی ترنگ میں آ کر شعر گنگنانے لگتا۔

موچی کے پڑوس میں ایک بہت بڑے عالم رہتے تھے وہ صرف علم کے ہی نہیں عمل کے بھی شہسوار تھے، نہایت نیک اور متقی بزرگ تھے۔ دن ان کا درس و تدریس میں اور رات ذکر اللہ میں گزرتا تھا۔ پڑوس میں روزانہ ہنگامہ رہتا اور رنگین مزاج موچی اور اس کے مصاحبوں کے شور شرابے سے بزرگ کی عبادت میں خلل پڑتا، لیکن اللہ کے اس نیک بندے نے اس کی اپنے پڑوسی موچی سے کبھی شکایت نہیں کی۔

ایک رات شہر کا کوتوال ادھر آ نکلا۔ اس نے جو ہنگامہ مچتا دیکھا تو موچی کو پکڑ کر لے گیا اور جیل میں ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو بزرگ نے اپنے دوستوں سے دریافت کیا کہ ''رات پڑوس میں سکون تھا۔ ہمسائے کی آواز نہیں آئی؟''

لوگوں نے بتایا کہ "اسے کوتوال پکڑ کر لے گیا۔"

کوئی اور ہوتا تو خوشی کا اظہار کرتا کہ چلو اچھا ہوا جان چھوٹی۔ اس نے سکون غارت کیا ہوا تھا۔ اب جیل کی ہوا کھائے گا تو درست ہو جائے گا۔ لیکن بزرگ نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے سواری طلب کی اور گورنر کے پاس تشریف لے گئے۔ گورنر کو لوگوں نے بزرگ کی آمد کی اطلاع دی تو وہ تعظیم کے لئے اٹھا اور کہنے لگا۔ "آپ نے کیوں تکلیف کی، مجھے بلا بھیجتے۔"

بزرگ نے فرمایا۔ "ہمارے محلے میں ایک موچی رہتا ہے، کوتوال نے اسے گرفتار کرلیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا ہو جائے۔" گورنر نے اسی وقت حکم دیا اور موچی کو رہا کر دیا گیا۔

بزرگ واپس جانے لگے تو موچی بھی ساتھ ہولیا۔ بزرگ کے پاس جا کر موچی نے معافی مانگی اور کہا "آپ نے حق ہمسائیگی ادا کر دیا۔"

اس رات بزرگ کے پڑوس میں شراب و کباب کی محفل نہیں سجی۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ کوتوال موچی کو دوبارہ پکڑ کر لے گیا تھا یا کوتوال نے موچی کو دھمکیاں دی تھیں، بلکہ وجہ یہ تھی کہ موچی نے عیش پرستی سے توبہ کر لی تھی۔ اس کے دل میں اپنے پڑوسی بزرگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن سلوک کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس کی کایا پلٹ گئی۔

دوائی کا برتن سونگھ کر نسخہ تیار کرنا

خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ انسانی تاریخ کے ذہین اور اختراعی صلاحیت کے حامل لوگوں میں سے ایک تھے، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنکھ کی کسی خاص بیماری کی دوا بنانے والا طبیب انتقال کر گیا۔ لوگوں کو اس دوا کی بڑی ضرورت پڑی، خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "کسی کے پاس اس دوا کا نسخہ ہے؟"

لوگوں نے کہا "نہیں۔"

تو وہ برتن منگوایا جس میں دوا بنائی جاتی تھی۔ چنانچہ سونگھتے سونگھتے برتن سے اس دوا کا ایک ایک جز نکالتے رہے۔ یہاں تک کہ پندرہ اجزاء اس طرح نکال کر جمع کر دیئے۔ ان پندرہ اجزاء کی تعیین کے بعد دوا بنائی اور حسب سابق لوگوں کو اس سے نفع ہوا۔ اتفاقاً بعد میں اس کا لکھا ہوا نسخہ اس طبیب کے کتب خانے سے مل گیا۔ دیکھا تو اس میں سولہ اجزاء تھے۔ خلیل رحمۃ اللہ علیہ سے صرف ایک جز رہ گیا تھا۔

اللہ پر بھروسہ رکھنے والے کا قصہ

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کی پولیس نے کچھ رہزنوں کو گرفتار کیا۔ اتفاقاً ان میں سے ایک چور چھوٹ کر بھاگ گیا۔ چونکہ پوری تعداد کی رپورٹ سرکار میں ہو چکی تھی تو پولیس والوں نے اپنے بچاؤں کے لئے یہ ظلم کیا کہ کسی غریب راہ گیر کو پکڑ کر تعداد پوری کر دی۔ ان سب کو حوالات کا حکم ہوا اور معلوم ہونے پر ڈاکوؤں کے ورثاء اپنے قیدیوں کو چھڑا کر لے گئے۔ پس یہی ایک غریب مسافر رہ گیا تھا جس نے داروغہ جیل کو ایک رقعہ دے کر کہا ''براہ کرم آپ چھت پر سے اس رقعہ کو ہوا میں اڑا دیجئے۔''

داروغہ جیل نے اس غریب کی عرضداشت کو پورا کیا۔ یعنی اس رقعہ کو بالا خانے سے ہوا میں اڑا دیا۔ جس میں لکھا تھا۔ ''عبدِ ذلیل ربِ جلیل سے التماس کرتا ہے کہ جن کے سفارشی موجود تھے وہ سب رہائی پا کر چلے گئے، مگر میں کہاں جاؤں اور تیرے سوا کس کی سفارش لاؤں؟''

اسی رات کو ہارون الرشید نے خواب میں دیکھا کہ ''فلاں مسافر کو فوراً رہا کر دو۔'' چنانچہ صبح ہوتے ہی ہارون رشید نے دس درہم، دس طرح کی خلعت اور دس گھوڑے دے کر اس ملزم مسافر کو رہا کر دیا اور منادی کرا دی کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والے کو ایسا ہی بدلہ ملتا ہے۔ (خیر المونس)

حکیم لقمان کی دانائی

لقمان کی دانائی ضرب المثل ہے، ایک مرتبہ وہ کہیں جا رہا تھا کہ سڑک کے کنارے ایک مسافر کو بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس نے لقمان کو آتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا۔ ''کیوں جناب، آپ بتا سکتے ہیں کہ میں یہاں سے شہر کتنی دیر میں پہنچ جاؤں گا؟'' لقمان نے مختصر سا جواب دیا اور اپنی راہ لی۔

مسافر نے مکرر عرض کیا ''جناب والا، آپ نے شاید میرا سوال نہیں سنا۔ میں تھکا ماندہ ایک مسافر ہوں۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ یہاں سے شہر کتنی دور

پیر مہر علی اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ ہے۔ وہ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے۔ وہ تھکے ہوئے تھے۔ حضرت نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سو گئے۔ خواب میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مہر علی! تو نے فرض پڑھ لئے اور سنتیں نہ پڑھیں۔ جب آپ ہماری سنتیں چھوڑ دیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟'' بیدار ہوئے تو حضرت پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد عشاء کی نماز مکمل کی اور پھر بعد میں اپنی مشہور نعت لکھی۔

ہے اور میں وہاں کتنی دیر میں پہنچ جاؤں گا؟"

لقمان نے پھر وہی جواب دیا۔ "میں کہہ تو رہا ہوں، اپنی راہ لو۔"

مسافر سمجھا یہ ضرور کوئی پاگل ہے۔ اس نے پھر کوئی سوال نہ کیا اور شہر کے لئے چل پڑا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا ہوگا تو لقمان نے آواز دی "سنو تو تم دو گھنٹے میں شہر پہنچ جاؤ گے۔"

مسافر رک گیا اور واپس آ کر دریافت کیا۔

"خوب! جب پوچھا تھا تو تم نے کوئی جواب نہ دیا اور اب جبکہ میں جواب سے مایوس ہو کر چل پڑا تھا تو تم چیخ کر جواب دے رہے ہو، یہ کیا بات ہوئی۔"

لقمان نے سادگی سے جواب دیا۔ "پہلے تم بیٹھے تھے، کچھ پتہ نہ تھا کہ تمہارے چلنے کی رفتار کیا ہے۔ اب جو تمہیں چلتے دیکھا تو میں نے اندازہ لگا لیا کہ شہر تک پہنچنے میں تمہیں کم از کم دو گھنٹے ضرور لگ جائیں گے۔"

جو جس قوم کے طریقہ کو پسند کرتا ھے اللہ اس کو اس میں کردیتا ھے

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔ ایک عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعہ سناتا ہوں، جس کو میں نے خود اپنے حضرت والا (حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) سے سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ شیخ دھان جو کہ مکہ معظمہ میں ایک بڑے عالم تھے، انہوں نے بیان کیا کہ مکہ معظمہ میں ایک مسلمان عالم کا انتقال ہوا، ان کو دفن کر دیا گیا۔ تھوڑے عرصے بعد ایک اور شخص کا انتقال ہوا، اس کے وارثوں نے یہ چاہا کہ اس کو بھی اسی عالم کی قبر میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے حسب خواہش جب اس عالم کی قبر کھودی گئی تو دیکھا اس عالم کی لاش کے بجائے ایک حسین وجمیل لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے۔ دیکھنے سے وہ لڑکی یورپین معلوم ہوتی تھی۔ سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

اتفاق سے اسی مجمع میں ایسا شخص بھی تھا جس نے لڑکی کی صورت دیکھ کر کہا۔ "میں اس کو پہچانتا ہوں، یہ لڑکی فرانس کی رہنے والے ایک عیسائی کی بیٹی ہے۔ یہ مجھ سے اردو پڑھتی تھی اور درپردہ مسلمان ہوگئی تھی اور اس کو میں نے دینیات کے رسائل بھی پڑھائے تھے۔"

لوگوں نے کہا کہ ''اس کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ وہ مسلمان اور نیک تھی مگر اس مسلمان عالم کی لاش کہاں گئی؟'' اس پر لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ ''جب تم حج سے فارغ ہو کر یورپ جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کھود کر دیکھنا کہ اس میں اس مسلمان عالم کی لاش ہے کہ نہیں اور ایک صورت شناس کو بھی ساتھ کر دیا۔''

چنانچہ اس شخص نے یورپ آ کر اس کے والدین سے لڑکی کا حال بیان کیا۔ اس واقعہ کو سن کر ان کو بڑی حیرت ہوئی۔ بالآخر یہ رائے ہوئی کہ اس لڑکی کی قبر کھودی جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی تو واقعی اس کے تابوت میں اس کی لاش نہ تھی بلکہ اس کے بجائے وہی مسلمان عالم رکھے ہوئے نظر آئے۔

جب اس واقعہ کی اطلاع مکہ معظّمہ والوں کو پہنچی تو ان لوگوں کو فکر ہوئی کہ اس شخص کی لاش مکہ معظّمہ سے کفرستان کس سبب سے منتقل ہوئی؟ سب نے کہا اس کی بیوی سے پوچھنا چاہئے کہ اس کا ایسا کونسا کردار تھا جس کی بناء پر اس سے یہ معاملہ کیا گیا کیونکہ اس کے صحیح حالات کا اندازہ بیوی سے ہی ہو سکے گا۔ چنانچہ لوگ اس کے مکان پر پہنچے اور دریافت کیا کہ ''تیرے شوہر میں اسلام کے خلاف کوئی بات تھی؟''

عورت کی عزت نفس کا احترام

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کو اصم (بہرا) کہنے کی وجہ بڑی ایمان افروز ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے سامنے آئی اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ اتفاقاً اس کی ہوا نکل گئی اور وہ بڑی شرمندہ ہوئی۔ آپ نے بلند آواز سے کہا ''کیا کہتی ہو؟ سنائی نہیں دے رہا۔ میرے کان بہرے ہیں۔''

آپ کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ آپ نے اس مسئلے کا جواب دیا اور عورت کو یہی معلوم ہوا کہ آپ نے ہوا کی آواز نہیں سنی

اس نے کہا کہ ''وہ تو بڑے نمازی اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اور تہجد گزار تھے۔''

لوگوں نے اس سے کہا۔ ''ذرا سوچ کر بتلاؤ، کیونکہ اس کی لاش مکہ معظّمہ میں دفن کرنے کے بعد فرانس (کفرستان) پہنچ گئی ہے۔ کوئی بات اسلام کے خلاف ضرور تھی جو اس کی لاش کو کفرستان لے گئی۔''

اس پر اس کی بیوی نے کہا ''اور تو مجھ کو کچھ معلوم نہیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ جب وہ مجھ سے فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتے تو یوں کہا کرتے تھے کہ نصاریٰ (عیسائی) کے مذہب میں یہ بات بڑی اچھی ہے کہ ان کے یہاں غسل جنابت فرض نہیں۔''

لوگوں نے کہا ''بس یہی بات ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کو اسی قوم نصاریٰ کے جگہ پھینک دیا جن کے طریقہ کو وہ پسند کرتا تھا۔''

دیکھا آپ نے کہ یہ شخص اگرچہ ظاہر میں نیک اور پورا مسلمان معلوم ہوتا تھا مگر تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ اس

میں ایک بات کفر کی بھی تھی کہ وہ کفار کے ایک طریقہ کو اسلامی حکم پر ترجیح دیتا تھا اور چونکہ استحسان کفر، کفر ہے (یعنی کفر کا اچھا سمجھنا بھی کفر ہے) اس لئے وہ شخص پہلے ہی سے مسلمان نہ تھا اور یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ لاش منتقل ہو جایا کرے، اللہ تعالیٰ کبھی ایسا بھی کر کے دکھا دیتے ہیں، تاکہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں اور سمجھیں کہ بدحالی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔

(خطبات مسیح الامت، ج ۱)

سیدھی اور فطری راہ

خداوند جل واعلیٰ نے جب اولاد آدم علیہ السلام کو دنیا میں آباد کیا تو ان کی صحت وبقاء کے لئے انواع واقسام کی چیزیں پیدا کردیں، جن سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ یہ جسمانی حفظ وترقی کا سامان ہوا اور روحانی تزکیہ اور اپنی معرفت کرانے اور اپنا دین سمجھانے کے لئے انبیاء کرام کو ہر قرن اور ہر زمانہ میں مبعوث فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ سلسلہ شروع ہو کر حضرت سید المرسلین رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوا۔ یہ منصب جلیل کسب و اکتساب یا اپنی سعی وکوشش سے نہیں ملا کرتا بلکہ قادر مطلق کی نظر کسی کامل ومکمل ہستی پر پڑتی ہے اور اس کو چن لیتا ہے اور اس کو بدوِ شعور سے تمام شیطانی راستوں سے ہٹا کر صرف سیدھی اور فطری راہ پر لگا دیتا ہے۔

دو جنتوں کا مستحق

آدھی رات کے وقت دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی کسی نے کہا۔ ''آپ کو خلیفہ نے بلوایا ہے۔''

اتنی رات گئے خلیفہ کا بلاوا پریشان کن بات تھی۔ انہیں اپنی جان کا خوف ہوا۔ وضو کیا اور اہلکاروں کے ساتھ چل پڑے۔ جلد ہی انہیں خلیفہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ خلیفہ نے ان سے کہا۔ ''میں نے آپ کو ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے بلایا ہے۔ میرا اور میری بیوی کا اس مسئلے پر جھگڑا ہوا ہے، شدید اختلاف موجود ہے۔ لہذا آپ بتائیں، میں اپنی بیوی سے باتیں کر رہا تھا، باتوں کے درمیان میں نے کہا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے امام عادل بنایا ہے اور امام عادل کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائیں گے۔''

میری یہ بات بات سن کر ملکہ بول اٹھی۔ ''نہیں! آپ ظالم ہیں، جابر ہیں، آپ کا دعویٰ درست نہیں، ٹھکانہ

جہنم ہوگا۔''

ملکہ کی اس بات نے مجھے پریشان کردیا۔ اس لئے میں نے آپ کو صبح سے پہلے بلالیا۔ اب آپ بتائیں، اس مسئلے کا کیا جواب ہے؟'' یہ خلیفہ ہارون الرشید تھے اور ان کی ملکہ زبیدہ تھیں اور جنہیں نصف رات کے وقت بلایا گیا وہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ تھے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے غور سے خلیفہ کی بات سنی، پھر بولے: ''آپ یہ بتائیں، جب آپ سے کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو کیا آپ اللہ سے ڈرتے ہیں، اس کے خوف کا آپ کو خیال رہتا ہے؟''

جواب میں خلیفہ نے کہا: ''جب کبھی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو مجھ پر اللہ کا خوف سوار ہوجاتا ہے، میں اس خوف کی بناء پر کانپ جاتا ہوں۔''

یہ سن کر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''اگر واقعہ یہی ہے تب آپ کے لئے دو جنتیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لمن خاف مقام ربہ جنتان (سورۃ رحمٰن ۴۶)

''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اس کے لئے دو باغ ہیں۔''

امام صاحب کا یہ جواب سن کر خلیفہ بہت خوش ہوا، امام صاحب کی علمی قابلیت اور ذہانت کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

ہارون الرشید اور زبیدہ کی طلاق

ہارون الرشید نے اپنی ملکہ زبیدہ سے کسی بات پر ناراض ہوکر قسم کھالی کہ ''اگر تو آج رات میری ملکیت میں گزارے تو تجھے تین طلاق۔''

غصہ ٹھنڈا ہونے پر پچھتایا۔ امام ابویوسف کو بلاکر کوئی ایسی تدبیر دریافت کی کہ طلاق نہ ہو۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ ''زبیدہ سے کہئے کہ وہ آج کی رات مسجد میں گزارے، اس لئے کہ مسجدیں اللہ کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اللہ کا ارشاد ہے: وان المساجد للہ (مسجدیں اللہ کی ملکیت ہیں)۔''

(مفتاح السعادہ ج ۴)

محمد فاتح نے خشکی پر بحری بیڑا کیسے چلایا؟

باپ نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی: ''بیٹا جس طرح بھی ہو سکے، جیسے بھی ممکن ہو، قسطنطنیہ کو ضرور فتح کرنا۔ کیونکہ جب تک یہ دشمن کے قبضے میں ہے، سلطنت عثمانیہ مشکلات کا شکار رہے گی۔''

چنانچہ محمد فاتح نے ۱۴۵۱ء میں تخت نشین ہوتے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطان محمد فاتح عثمانی سلسلے کے حکمرانوں میں محمد ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ سلطان مراد ثانی کے سب سے زیادہ عزیز فرزند تھے۔ ۱۴۱۷ء میں پیدا ہوئے۔

محمد اول کے زمانے میں ایک قلعہ قسطنطنیہ کے شرقی ساحل پر بنوایا گیا تھا۔ محمد ثانی نے یورپی ساحل پر ایک اور قلعہ تعمیر کروایا، اس کو رومیلیا حصار کہتے ہیں اور یہ آج تک موجود ہے۔ سلطان محمد فاتح نے جنگ کی تیاری کچھ اس طرح کی کہ بڑی بڑی توپیں بنوائیں، سمندری راستہ بند کرنے کے لئے جنگی کشتیاں تیار کروائیں۔ خود ''اردنہ'' کے مقام سے نوے ہزار فوج لے کر روانہ ہوئے۔

رومیوں نے سمندر میں زنجیریں باندھ رکھی تھیں۔ اس لئے ترکوں کا بیڑا داخل نہ ہو سکا۔ اس پر سلطان محمد نے خشکی پر چھ میل تک لکڑی کے تختے بچھوائے، ان کو چربی سے چکنا کرا دیا اور راتوں رات ان

بچوں کی تربیت ہو تو ایسی ہو

ماشاء اللہ! ہماری تین سال کی بچی جب گانے یا ڈھول کی آواز سنتی ہے تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیتی ہے۔ کوئی کاغذ تصویر والا آ جائے تو فوراً پھاڑ دیتی ہے، کوئی بچی ہمارے یہاں ناخن پالش لگا کر آ جائے تو اس کو بھگا دیتی ہے اور کہتی ہے ''اللہ تعالیٰ آگ میں ڈال دیتے ہیں۔'' اس سے چھوٹی بچی جس کی عمر دو سال ہے، کسی کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھ لے تو کہتی ہے ''گندی بچی، کھڑی ہو کر پانی پیتی ہے۔''

ہم سب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تختوں پر سے کشتیوں کو دھکیلتے ہوئے صبح کے وقت باسفورس میں قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ گئے۔ اگلی صبح دشمن باسفورس میں اچانک اسلامی بیڑے کو دیکھ کر لرز گیا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمانوں کا بیڑا خشکی پر سفر کر کے آبنائے پر پہنچ جائے گا۔

دشمن سخت بدحواس ہوا۔ ۲۲ مئی ۱۴۵۳ء کو عام حملے کا اعلان ہوگیا۔ جنگ کا آغاز ہوا۔ قسطنطنیہ کا قیصر مارا گیا۔ گولہ باری سے قلعے کی فصیل ٹوٹ گئی اور اسلام کے شیر قسطنطنیہ کے شہر میں داخل ہو گئے۔ سلطان آیا صوفیہ کے گرجے میں گیا اور وہاں نماز ظہر ادا کی۔ یہ وہ شہر تھا جس کے فاتح کو نبی اکرم ﷺ، خاتم الانبیاء نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر اس وقت تک کئی لشکر اس شہر کو فتح کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس فتح کی بنیاد پر سلطان محمد ثانی کو فاتح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خیالات کالانا گناہ ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خط میں لکھا کہ ''حضرت! جب میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں اور اس کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے کہ میری نماز تو کچھ بھی نہیں۔''

حضرت نے اس کے جواب میں لکھا کہ ''خیالات کا آنا گناہ نہیں، خیالات کالانا گناہ ہے۔''

یعنی اگر وہ خیالات خودبخود آرہے ہیں تو یہ گناہ نہیں ہے، ہاں جان بوجھ کر ارادہ کر کے دل میں خیالات لارہے ہیں تو یہ گناہ ہے۔

سلطان محمد فاتح بہترین سپہ سالار ہونے کے ساتھ علم وفن میں بھی ماہر تھے۔ سات زبانیں جانتے تھے۔ ۱۴۸۱ء میں سلطان نے اٹلی پر حملہ کرنے کے لئے زبردست تیاریاں کیں، تیاریوں میں مصروف تھے کہ موت کا پیغام آ گیا، ورنہ آج اٹلی کی تاریخ مختلف ہوتی۔

افسوس کہ آج مسلمانوں نے اپنے ماضی کو بھلا دیا ہے۔ قسطنطنیہ یعنی استنبول امریکہ اور یہودیوں کا حامی ہے، اگرچہ وہاں آج یہودیوں کی حکومت نہیں ہے۔

لیکن دیکھا جائے تو وہاں کے فوجی جرنیل یہودی ایجنٹ ہی ہیں۔ مسلمان عیش پرست اور دولت کے طالب بن چکے ہیں۔

اے مسلمانو! تم فاتحین کی اولاد ہو، تم نے اپنا ماضی کیوں بھلا دیا، اب بھی وقت ہے بیدار ہو جاؤ، ورنہ مستقبل تمہیں بھلا دے گا۔

کسی کا دل نہیں دکھانا چاھئے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آپ گھر میں تنہا تھے۔ مرغیاں صبح کھول کر گئے، شام کو بند کر دیا۔ ایک دن نماز تلاوت میں دل نہ لگا۔ میں متوجہ ہوا، اللہ سے معافی چاہی، اس وقت دل میں آیا آج مرغیاں کھولنا بھول گیا، اس کو بند کر رکھا ہے، اس لئے اللہ نے میرا دل بند کر دیا۔ اللہ پاک نے جن کو بصیرت دی ہے، ان کے سامنے مرغی کا دل دکھانے پر دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔ ہم اندھا دھند کتنے دل دکھاتے رہتے ہیں، اس کا احساس ہی نہیں، ان کا دل کھلا ہوا تھا وہ اگر کسی وقت ذرا بھی حق تعالیٰ سے دور ہو جاتے تو ان کو اطلاع ہو جاتی ہے۔ جیسے ہم اتنے دور ہیں اللہ سے کہ ہم کو کیا اس کی اطلاع ہو، نظر آتے تو محسوس ہوتا، جب تعلق مع اللہ سے ہی ہم محروم ہیں تو پتہ کہاں سے چلے۔ قرآن وحدیث ساری بھری ہوئی ہے، اس بات سے کہ ایذاء رسانی سے بچو۔

فراست مومن کا عجیب واقعہ

ایک دفعہ کا واقع ہے کہ ایک شخص جب حج کو تشریف لے گئے تو اپنے ایک دوست کے یہاں ایک صندوقچہ سپرد کر گئے۔ اتفاق سے وہیں ان کا وعدہ معہود پورا ہو گیا (یعنی انتقال ہو گیا)۔ جب اس امین کو معلوم ہوا تو اس صندوقچہ کو سر بند جیسا کہ اس کا دوست رکھ گیا تھا بجنسہ اس کے ورثاء کو دے دیا۔ ان ورثاء نے جب اس کو کھولا تو اس میں جواہر بھی ملے اور اسی کی تعداد میں کنکر گھسے ہوئے تھے۔ اب اس امین کے دوست کے ورثاء نے یہ کہنا شروع کیا کہ امین صاحب نے جواہر تو نکال لئے اور بجائے اس کے پتھر رکھ دیئے ہیں اور امین صاحب نے یہ کہا کہ جیسا سر بند وہ رکھ گئے ہیں ویسا ہی سر بند رکھا رہا ہے۔ مجھے اس کی خبر نہیں۔

دونوں فریق ایک عالم دین کے پاس حاضر ہوئے اور سب حال بیان کیا۔ آپ نے کہا ''وہ صندوقچہ میرے پاس لے آؤ۔ میں غور کروں گا۔''

جب صندوقچہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے سب جواہر کی تعداد کرنے کے بعد کنکریوں کی تعداد کی، تو دونوں برابر تھیں۔ پھر غور کر کے آپ نے ہر جوہر اور ہر کنکر کا وزن کیا۔ ہر کنکر کو موافق جوہر کے وزن برابر پایا تو فرمایا کہ ''مرحوم نے ہر جوہر کا وزن کر کے ساتھ ہی رکھ دیا ہے تا کہ کسی طرح کا شبہ نہ ہو اور امین پر بدگمانی کا موقع نہ ملے۔''

مولانا صاحب کی اس رائے سے دونوں فریق نے اتفاق کرلیا اور قضیہ جاتا رہا اور امین صاحب کی ایمانداری پر حرف نہ آیا۔

دو ہزار جلدوں کے مصنف

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں۔ تین سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے، علمی استغراق کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ احادیث لکھتے وقت قلموں کے تراشے جمع کرتے جاتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ پانی گرم کرنے کے بعد تراشے بچ گئے تھے۔

امام بخاریؒ کی سیاحت

صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ برس کی عمر میں سیاحت شروع کردی تھی۔ بخارا سے مصر تک سارے ممالک کا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سفر کیا۔

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیدل طے کی ہے، لیکن یہ ان کی مسافت کی انتہاء نہیں ہے، بلکہ ان کے شمار کی حد ہے، کیونکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار کرنا چھوڑ دیا۔

پانچ چیزیں پانچ چیزوں میں پوشیدہ

حضرت شیخ بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ چیزیں تلاش کیں تو وہ مجھے پانچ چیزوں میں مل گئیں۔

۱۔ رزق میں برکت تلاش کی تو وہ مجھے چاشت کی نماز میں ملی۔

۲۔ قبر میں روشنی تلاش کی تو وہ مجھے تہجد کی نماز میں ملی۔

۳۔ قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات مجھے تلاوت قرآن سے ملے۔

۴۔ پل صراط پر آسانی سے گزرنا مجھے صدقہ اور روزے سے ملا۔

۵۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ مجھے خلوت (تنہائی) میں ذکر سے ملا۔

...... لیکن میں کیوں بداخلاق بن جائوں؟

خلیفہ مامون الرشید نے ایک روز اپنے غلام کو آواز دی۔ کوئی نہ بولا۔ دوسری مرتبہ اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''یا غلام۔''

آخر ایک ترکی غلام اندر آیا اور آتے ہی بڑبڑانے لگا۔ ''کیا غلام انسان نہیں ہوتے، وہ کھاتے پیتے نہیں، ان کی ضروریات نہیں ہوتیں، جب ذرا کسی ضرورت کے لئے باہر چلے جاتے ہیں، آپ یا غلام یا غلام چلانے لگتے ہیں۔ آخر یا غلام کی کوئی حد ہے۔''

غلام کے منہ سے یہ الفاظ سن کر خلیفہ کا سر جھک گیا۔ اس وقت مامون کے ہاں قاضی یحیٰی مہمان تھے اور ان کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ غلام کے جانے کے بعد مامون نے کہا۔ ''خوش اخلاقی میں یہ بڑی آفت ہے کہ نوکر اور غلام بھی سر چڑھ جاتے ہیں، لیکن یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ میں بداخلاق بن جاؤں۔''

نومسلم کا جذبہ ایمان

شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہاز میں سوار تھا۔ تلاطم امواج سے جہاز ایک جزیرہ میں جا پہنچا اور جزیرہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بت کی پرستش کر رہا ہے ہم نے اس سے دریافت کیا ''تو کس کی عبادت کرتا ہے؟'' اس نے بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا ''تیرا یہ معبود صانع (بنانے والا) نہیں بلکہ خود دوسرے کا مصنوع (دوسرے کا بنایا ہوا) ہے اور ہمارے معبود وہ ہیں جس نے اسے اور سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

اس بت پرست نے دریافت کیا۔ ''بتاؤ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟''

ہم نے جواب دیا کہ ''ہم اس ذات پاک کی عبادت کرتے ہیں جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اس کی دار و گیر ہے اور زندوں اور مردوں میں اس کی تقدیر جاری ہے۔ اس کے نام پاک ہیں، اس کی عظمت، بڑائی نہایت بڑی ہے۔''

اس نے پوچھا۔ ''تمہیں یہ باتیں کس طرح معلوم ہوئیں؟''

ہم نے جواب دیا کہ ''اس بادشاہ حقیقی نے ہمارے پاس ایک سچے رسول ﷺ کو بھیجا۔ اس نے ہمیں ہدایت کی۔''

پھر اس نے پوچھا کہ ''وہ رسول کہاں ہیں اور ان کا کیا حال ہے؟''

''ہم نے جواب دیا کہ ''جس کام کو خدا نے انہیں بھیجا تھا، جب وہ پورا کر چکے تو انہیں پاس بلا لیا۔''

اس نے کہا۔ ''بھلا رسول خدا نے تمہارے پاس اپنی کیا نشانی چھوڑی؟''

ہم نے کہا کہ ''اللہ کی کتاب۔''

کہا ''مجھے دکھاؤ۔'' ہم اس کے پاس قرآن شریف لے گئے۔ کہا ''میں جانتا نہیں، تم پڑھ کر سناؤ۔''

ہم نے اسے ایک سورۃ پڑھ کر سنائی، وہ سن کر روتا رہا اور کہنے لگا ''جس کا یہ کلام ہے اس کا حکم تو دل و جان سے ماننا چاہئے۔ اور کسی طرح اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔'' پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اسے دین کے احکام اور چند سورتیں سکھلائیں۔ جب رات ہوئی اور ہم سب اپنے اپنے بچھونوں پر لیٹ رہے تھے کہ وہ بولا کہ ''بھائیو! یہ معبود جس کا تم نے مجھے پتہ اور صفات بتائیں، سوتا بھی ہے؟''

ہم نے کہا۔ ''وہ سونے سے پاک ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ و قائم ہے۔''

اس نے کہا۔ ''تم کیسے برے بندے ہو، تمہارا مولا نہیں سوتا اور تم سوتے ہو۔''

اس کی یہ بات سن کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔

عظیم الشان کتب خانے

مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں عظیم الشان کتب خانے تیار کئے اور دیمک خوردہ بھولی بسری کتابوں کے تراجم کر کے انہیں نئی زندگی بخشی۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید کے وقت صرف اس کے قائم کردہ ''بیت الحکمۃ'' میں دس لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ امراء اور حکماء کے ذاتی کتب خانے اس کے علاوہ تھے۔ مامون کے کتب خانہ کو دنیا کی سب سے پہلی پبلک لائبریری ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ تو دوسری صدی ہجری کی بات ہے۔ ۶۵۶ ہجری میں بغداد میں کروڑوں کتابیں تھیں جنہیں تاتاریوں نے دریائے دجلہ میں غرق کر دیا۔ یاد رہے کہ یہ وہ دور تھا جب موجودہ دور کی طرح کاغذ اور پریس کی سہولتیں حاصل نہیں تھیں۔

(اسلام کی نشاۃ الثانیہ، قرآن کی نظر میں)

تفرقہ بازی کے نقصانات

بڑی بڑی سلطنتیں اور مضبوط حکومتیں مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں۔ بغداد اور اندلس کی طرح سمرقند و بخارا میں بھی یہی کچھ ہوا۔ یہ بھی بڑے مشہور علمی مرکز تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسی سرزمین سے تعلق تھا۔ بہت مشہور بات ہے کہ کفار کا لشکر شہر کے بہت قریب پہنچ چکا تھا، مگر مسلمان اس مسئلے میں الجھے ہوئے تھے کہ پتھر سے استنجاء کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ہندوستان میں بھی یہی کچھ ہوا۔ مسلمانوں نے یہاں پر ہزار سال تک حکومت کی، مگر آپس کے اختلافات کی وجہ سے اقتدار ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور میر جعفر اور میر صادق کی بنگال اور دکن میں منافقت کی وجہ سے ٹیپو سلطان اور نواب سراج الدولہ شہید ہوئے اور ہندوستان پر انگریزی کی حکومت قائم ہوگئی۔

مجھے خود اجازت نہیں

تعویذ گنڈوں کے بارے میں لوگوں کے خصوصاً عوام کے عقائد بہت خراب ہوگئے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر ایک غلط خیال یہ پھیل رہا ہے کہ (کسی عمل تعویذ وغیرہ سے) نفع کی شرط اجازت کو سمجھتے ہیں۔ خود بعض لوگ مجھ کو لکھتے ہیں کہ اعمال قرآنی آپ کی کتاب ہے۔ آپ اس کی اجازت دے دیں، میں لکھ دیتا ہوں کہ مجھے خود کسی عامل کی اجازت نہیں۔ ایسے شخص کا اجازت دینا کیسے کافی ہوسکتا ہے؟ اس کا کوئی جواب ہی نہیں آتا۔

(ملفوظات حکیم الامت)

جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ بابا نجم احسن رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے جن کا نام ''بھائی نیاز'' تھا۔ وہ حضرت کے بہت قریب رہتے تھے، اس وجہ سے ذرا منہ چڑھے خادم تھے اور جو کسی بڑے کا منہ چڑھا ہوتا ہے وہ دوسروں پر ناز بھی کیا کرتا ہے، بقول کسی کے:

بنا ہے شاہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

شاہ کا مصاحب دوسروں پر ناز کرتا ہے۔ اس لئے حضرت والا کے پاس جو آنے جانے والے مہمان ہوتے، بعض اوقات ان کے ساتھ نامناسب انداز میں پیش آتے۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوگئی کہ یہ بھائی نیاز آنے جانے والوں کے ساتھ درشتی کا معاملہ کرتے ہیں۔ حضرت نے ان کو بلایا اور سخت لفظوں میں ان سے کہا ''میاں نیاز! تم آنے والوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے رہتے ہو اور ان کے ساتھ بے تہذیبی سے بات کرتے ہو۔''

جواب میں انہوں نے کہا ''حضرت! جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو۔''

دیکھئے کہ ایک نوکر اور خادم اپنے آقا سے کہہ رہا ہے کہ ''جھوٹ نہ بولو، اللہ سے ڈرو'' اس وقت تو اور زیادہ اس نوکر کو ڈانٹنا چاہئے تھا لیکن حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ''استغفر اللہ، استغفر اللہ'' کہتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔

یورپی ماں کی مایوسی

یورپ کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ مدر ڈے کے دن کسی ماں نے اپنے بیٹے کے لئے کیک بنا کر رکھا اور سارا دن اس کا انتظار کرتی رہی۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں، گھنٹی بجی، ماں نے فوراً جا کر دروازہ کھولا تو ڈاکیہ کھڑا تھا۔ ماں کو بڑا افسوس ہوا۔

ڈاکیہ بیٹے کا تار لایا تھا اور یہ پیغام بھیجا تھا کہ میں نہیں آ سکتا۔ اس ماں نے اس ڈاکیے کو ہی اندر بلا لیا اور کیک سے اس کی تواضع کر دی۔

بزرگوں کی صحت کا اثر

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے۔ ''حضرت! اوراد و اشغال والا کام تو ہم سے ہوتا نہیں۔''

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اچھا نہ کرنا، مگر ہم یہ کہتے ہیں تین دن اور تین راتیں یہاں ٹھہر جاؤ۔''

کہنے لگے۔ ''حضرت! ٹھیک ہے، تین راتیں ٹھہروں گا مگر تہجد میں مجھ سے نہیں اٹھا جائے گا، جی کرے گا تو اٹھوں گا ورنہ نہیں۔''

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' شاگرد کو بلا کر کہا کہ ''رشید احمد کی چارپائی میری چارپائی کے قریب ڈال دینا۔''

رات کو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھے۔ لا الہ الا اللہ کا ورد کرنا شروع کیا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی مجھے اتنا مزہ آیا کہ میں نے بھی اٹھ کر تہجد پڑھی اور پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ کی ضرب لگانا شروع کر دی۔ تین دن کے لئے رکے تھے، مگر تیس دن تک وہاں ٹھہرے رہے۔ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازت و خلافت عطا فرما دی۔

ایک عالم کا صبر و استقامت

نجف کے ایک عالم دین نے یہ واقعہ مجھ سے یوں بیان کیا کہ میں ایک دن شہر کے ایک بازار سے گزر رہا تھا، جہاں چیزیں نیلام ہوتی ہیں۔ وہاں پر میں نے ایک بڑے جلیل القدر عالم دین کو دیکھا۔ یہ عالم دین نجف کے علمی مرکز میں استاد تھے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ انہوں نے اپنی بغل سے ایک پتیلا نکالا اور اسے نیلام کے لئے دے دیا۔ یہ سب میں ایک کونے میں کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ محترم استاد نے اپنا پتیلا نیلام کے لئے دیا۔ اس کی بولی لگی اور پھر انہیں آٹھ آنہ یا روپیہ مل گیا۔

وہ رقم لے کر چلے تو میں بھی تیزی سے ان کے پاس پہنچا اور بڑے احترام سے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے معمول کے مطابق بڑے اطمینان سے میرے سلام کا جواب دیا۔ وہ بالکل نارمل تھے اور ذرہ برابر بھی ان کے اندر کوئی

تبدیلی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''جناب عالی! آپ کے اوپر ایسی کونسی مشکل آن پڑی ہے؟''

انہوں نے پوچھا۔ ''تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اب آپ گھر کا ضروری سامان تک بیچنے پر مجبور ہو گئے ہیں!''

میری یہ بات سن کر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''مجھ پر کوئی مشکل نہیں پڑی ہے۔ میں نے پتیلا بیچا ہے اور اب اس سے ملنے والی رقم سے روٹی خرید لوں گا۔ کچھ بھی تو نہیں ہوا، کوئی خاص واقعہ تو پیش نہیں آیا! دو سال تک ہم نے اس پتیلے میں کھانا کھایا ہے اور آج اسے بیچ کر کھانا کھا رہے ہیں اور بغداد میں جو کچھ خدا عنایت فرمائے گا، کھائیں گے۔''

یہ تھا نجف کے ایک عالم کا صبر و استقامت!

مقصد یہ ہے کہ آدمی کو بے چین اور بے قرار نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ بھی اور جس طرح سے بھی خداوند عالم عطا فرمائے اس پر قناعت کرنی چاہئے۔ وہی رازق ہے، وہ جس طرح سے بھی رزق عطا فرمائے اس پر راضی اور خوش رہنا چاہئے اور کمی اور زیادتی کو اہمیت نہیں دینی چاہئے۔

جوھری کی چالاکی

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت کے انداز میں بڑی قیمتی بات سمجھائی، لکھتے ہیں کہ:

ایک جوہری کے ساتھ ایک چور ہمسفر ہو گیا۔ چور نے کیا دیکھا کہ جوہری کے پاس ایک قیمتی ہیرا ہے، دل ہی دل میں کہنے لگا کہ جب رات کو کہیں یہ جوہری سویا تو میں اس کے اسباب سے یہ ہیرا نکال کر فرار ہو جاؤں گا۔ جوہری اپنے ہمسفر چور کی نیت سے آگاہ ہو چکا تھا۔ جب رات آئی تو سونے سے پہلے جوہری نے اپنا ہیرا چور کے اسباب میں رکھ دیا اور بے فکر ہو کر سو گیا۔

چور رات بھر جوہری کے اسباب میں ہیرا تلاش کرتا رہا، مگر حیران تھا کہ نہ جانے جوہری نے ہیرا کہاں چھپا دیا ہے؟ مسلسل تین راتیں اسی طرح مایوسی کے عالم میں گذر گئیں۔ آخر چور نے جوہری سے کہا کہ ''دن کے وقت تو ہیرا تمہارے پاس ہوتا ہے، رات کو کہاں جاتا ہے، مجھے متواتر تین راتیں جاگتے ہوئے گزر گئیں، مگر رات کو ہیرا کہیں نہیں ملتا۔''

جوہری نے کہا۔ ''تم میرے اسباب میں ہیرا تلاش کرتے رہے ہو، کاش! کبھی اپنے اسباب میں بھی اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتے تو تمہیں مل جاتا۔''

نافرمانوں میں یہ بھی شامل ہے

ایک گاؤں کی نسبت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ''اس کو الٹ دو۔''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ''اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی۔''

فرمایا کہ ''مع اس کے الٹ دو۔ اس لئے ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کو تغیر تک نہ ہوا۔''

(وعظ اختیار خلیل دعوات نمبر ۶۔ صفحہ ۱۹۷ س ۶)

تو بات یہ ہے دوستو کہ خدا کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، اپنے من میں جھانک کر دیکھو انشاء اللہ خدا مل جائے گا۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی
تو نہیں بنتا ہے میرا تو نہ بن اپنا تو بن

شاہ جیؒ کی کرامت اور سکھ سپرنٹنڈنٹ کا مسلمان ہونا

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری ایک مرتبہ ریاست پٹیالہ میں تقریر کرنے آئے۔ اس وقت میری عمر تقریباً ۱۸ برس تھی۔ میں شاہ جی کی تقریر بڑے شوق سے سنتا تھا۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ شاہ صاحب کی تقریر فلاں جگہ ہے تو میں وہاں ضرور جاتا، چاہے مجھے پیدل ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ میں نے شاہ صاحب کے جلسے میں شرکت کے لئے بیس بیس میل پیدل سفر کیا۔ ریاست پٹیالہ میں تقریر شروع ہوئی۔ جلسہ میں ہندوؤں اور سکھوں کی کثرت تھی۔ مجمع میں ایک سردار بیل بیر سنگھ ایس پی باوردی سپرنٹنڈنٹ جو کہ تھے وہ بھی شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ "چلیں ہم بھی دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کون ہیں، ایسے ہی لوگ شاہ صاحب، شاہ صاحب کہتے ہیں۔ آج بھرے مجمع میں ایسا سوال کروں گا کہ لوگ شاہ صاحب کہنا بھول جائیں گے۔"

> **نوٹ**
>
> یہ ہے اپنے اعمال و افعال کا محاسبہ...... زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ کسی کی عمر اسّی سال سے بھی زائد ہو جاتی ہے اور کسی کو چالیس سال بھی نصیب نہیں ہوتے۔ اگر نمازیں، روزے، سجدہ، تلاوت، حج، زکوٰۃ وغیرہ قضا ہیں تو ان کا غالب گمان سے حساب کر کے لکھ دے اور حسب طاقت ادا کرنا شروع کر دے۔ ساتھ وصیت لکھ دے کہ میرے ذمہ یہ کچھ ہے۔ اگر میں ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں تو فدیہ دے دیا جائے۔ بس اب اگر یہ مرے گا تو سیدھے جنت میں جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ پاک ہمیں زندگی کی قدر کرنے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ کرنے کی توفیق دیں۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

انہوں نے ویسا ہی کیا اور اسٹیج پر چڑھ کر شاہ صاحب سے سوال کیا۔ "شاہ جی میں نے سنا ہے کہ آپ سید ہیں۔"

تو شاہ صاحب نے فرمایا۔ "نہیں بھائی، میں تو سیدوں کی جوتیاں سیدھی کرنے والا ہوں۔"

اتنے میں ایس پی سپرنٹنڈنٹ سردار بل بیر سنگھ نے کہا کہ "شاہ جی میں نے سنا ہے کہ جو سید ہو اسے آگ نہیں

جلاتی۔'' تو مجمع میں شور برپا ہو گیا۔ قاضی احسان احمد صاحب بھی شاہ صاحب کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے سردار بیل بیر سنگھ سے کہا کہ ''مجمع میں کرامت دکھانے کی اجازت نہیں ہے۔''

تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احسان احمد صاحب سے کہا کہ ''مولانا صاحب آپ خاموش رہیں، اگر یہ سوال کوئی مسلمان کرتا تو بات اور تھی، یہ ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے، اور کیا بھی مجھ سے ہے، اس لئے اس کا جواب بھی میں ہی دوں گا۔''

چنانچہ شاہ صاحب نے سردار بیل بیر سنگھ سپرنٹنڈنٹ کے آگے اپنے دونوں ہاتھ کر دیئے۔ اس نے ایک اپنے ایک محافظ سے کہا کہ ''آگ لے کر آؤ۔'' وہ آگ لے کر آیا۔ اس نے آگ کے دہکتے ہوئے انگارے شاہ صاحب کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ شاہ صاحب انگارے دونوں ہاتھوں میں لئے کھڑے رہے۔ سارا مجمع حیران رہ گیا اور اس وقت تک ہاتھ نہیں جھاڑے جب تک سردار بیل بیر سنگھ نے نہیں کہا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد سردار بیل بیر سنگھ نے کہا کہ ''اب انگارے پھینک دیں اور مجھے اپنا ہاتھ دکھائیں۔'' شاہ صاحب نے دونوں ہاتھ سردار بیل بیر سنگھ کے سامنے کر دیئے۔ وہ فوراً ہاتھوں کو چوم کر شاہ صاحب کے گلے لگ گیا اور کہا کہ ''شاہ جی میرے سینے میں بھی آگ لگی ہوئی ہے، خدا کے لئے اسے بھی ٹھنڈا کر دیں اور مجھے کلمہ

زندگی قیمتی بنانے کا طریقہ

سب گناہوں سے توبہ کر کے یہ نیت کر لینی چاہئے کہ یا اللہ میں نے جو نیک کام کیا ہے یا کر رہا ہوں یا کروں گا سب آپ کی رضا کے لئے ہے۔ مہربانی فرما کر حقیقت میں نیکی شمار فرما کر قبول فرمالیں اور یا اللہ جو میں نے جائز کام کیا ہے یا کر رہا ہوں یا کروں گا وہ سب آپ کی رضا و عبادات کی تیاری کے لئے ہے۔ مہربانی فرما کر ان جائز کاموں کو بھی اچھی نیت کی وجہ سے نیک کاموں میں شامل فرما کر قبول فرمالیں۔ اس نیت سے انشاء اللہ چوبیس گھنٹے نیکی میں شمار ہو سکتے ہیں۔

کھانے پینے، پہننے اور جائز ملازمت کرنے، بلکہ بیت الخلاء تک جانے میں نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لئے کہ جائز کام کو اچھی نیت کر کے نیک کام بنایا جا سکتا ہے۔ اور نیک کام میں بھی تازہ خالص نیت کرتے رہنا چاہئے۔ باقی رہے گناہ کے کام تو ان سے فوری طور پر بچنا ہی بچنا ہے۔ گناہ کے کام میں کوئی اچھی نیت نہیں چلتی اور وہ ہر حال میں چھوڑنا ہی ہیں۔

پڑھا دیں۔'' شاہ صاحب نے اسی وقت اس کو کلمہ پڑھایا اور وہ سردار بیل بیر سنگھ سپرنٹنڈنٹ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

حضرت شبلیؒ نے شاہی دربار پر جنید بغدادیؒ کی مجلس کو ترجیح دی

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے بڑے عجیب وغریب احوال تھے۔ نہاوند کے علاقے کے گورنر تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے گورنروں کو دربار میں بلایا اور سب کو کسی خوشی کی وجہ سے خلعت پیش کی اور کہا ''کل سب لوگ یہ پہن کر آئیں تاکہ میری محفل میں بیٹھ کر گفتگو کر سکیں۔''

سب لوگ خلعت پہن کر پہنچے۔ اللہ کی شان کہ جب گفتگو کی محفل اپنے عروج پر تھی، گرم تھی، ایک گورنر کو چھینک آنے لگی، وہ جتنا اسے روکتا، چھینک اور زیادہ زور سے آنے لگتی۔ آخرکار اسے تین چار مرتبہ اکٹھی چھینکیں آ گئیں۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے، حالانکہ یہ چیز انسان کے بس سے باہر ہے، تاہم محفل میں ذرا بری محسوس ہوتی ہے۔ لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر فوراً بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب بادشاہ کی نظر اس پر پڑی تو اس گورنر کی ناک سے کچھ پانی نکل آیا تھا۔ اس کو صاف کرنے کے لئے اس کے پاس رومال نہیں تھا، اس لئے گورنر نے پوشاک کے کونے سے اس کو صاف کر لیا۔ بادشاہ نے اسے ایسا کرتے دیکھ لیا، اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ گرج کر بولا۔ ''میری دی ہوئی پوشاک سے ناک صاف کرتے ہو، پوشاک کی قدر نہیں کی، اس کی پوشاک اتار لی جائے اور اسے دربار سے نکال دیا جائے۔''

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اب محفل کا رخ بدل گیا۔ سب لوگ پریشان ہو گئے کہ ایک گورنر کے ساتھ یہ معاملہ پیش

پورا دیندار شخص

ان سے پوچھا گیا ''دینداری کیا ہے؟''

جواب میں انہوں نے فرمایا۔ ''دینداری یہ ہے کہ ڈاکیا ایک لفافہ دے کر جائے، اس کا ٹکٹ مہر سے بچا ہوا نظر آئے، یعنی دوبارہ استعمال کے قابل ہو اور اس وقت کوئی شخص پاس بھی نہ ہو کہ کسی کو خبر ہو جانے کا ڈر ہو، اور وہ شخص ایسے وقت میں صرف خدا کا خوف کر کے لفافہ کھولنے سے پہلے اس ٹکٹ کو اتار کر پھاڑ دے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص پورا دیندار ہے۔''

جواب دینے والے یہ بزرگ تھے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

آیا، معمولی بات نہیں تھی۔ بادشاہ نے محفل برخاست کردی۔ دربان آیا اور کہا کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ ''اسے پیش کرو۔''

گورنر نے آتے ہی پوچھا۔ ''بادشاہ سلامت! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا گورنر صاحب کو چھینک اپنے اختیار سے آئی تھی؟''

بادشاہ نے کہا۔ ''کیا تو مجھ سے باز پرس کرے گا، خبردار! آئندہ ایسا سوال نہ کرنا۔''

اس نے کہا۔ ''بادشاہ سلامت! اگر اس سے یہ غلطی ہوگئی تھی تو کیا یہ سزا ضروری تھی، کوئی کم درجے کی سزا بھی تو ہوسکتی تھی۔''

بادشاہ نے کہا۔ ''خاموش رہو، ورنہ تمہیں بھی سزا ہوسکتی ہے۔''

گورنر نے کہا۔ ''بادشاہ سلامت! آج ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے۔ آپ نے ایک شخص کو پوشاک پیش کی اور وہ اس کی قدر نہ کرسکا تو آپ نے اسے بھرے دربار سے دھتکار دیا اور اس کو ذلیل و رسوا کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسانیت کی پوشاک پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے، اگر ہم اس پوشاک کی قدر نہ کرسکے تو روزِ محشر وہ بھی ہمیں اپنے دربار سے دھتکار دے گا۔''

حکمت کی باتیں

۱۔ جل کر کباب ہونے سے کھل کر گلاب ہوجانا بہتر ہے۔
۲۔ انسان کی شخصیت کا اندازہ سفر میں، محفل میں اور دسترخوان پر ہوتا ہے۔
۳۔ زندگی کے ہر قدم پر پھول بکھیرتے جاؤ، کسی دن باغ لگا پاؤ گے۔
۴۔ کسی کی طرف انگلی اٹھانے سے پہلے یہ دیکھو کہ تین انگلیاں تمہاری ہی گردن کی طرف ہیں۔
۵۔ میں نے ارادہ کیا تھا، اسی جملے سے آپ سمجھ جائیں کہ آپ مستقل مزاج نہیں ہیں۔
۶۔ آرام اور آرام میں وہ مزہ نہیں جو کہ کام، کام اور کام کے بعد آرام میں ہے۔

گورنر نے کہا اور پوشاک اتار کر بادشاہ کے سامنے رکھ دی، پھر باہر نکل آیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ یہ شخص وقت کا بہت بڑا بزرگ بنا۔ یہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کی قربانی بہت بڑی تھی، گورنری کو لات مار کر محبت الٰہی کے راستے کو اپنایا تھا۔ اس لئے ان کے احوال بھی عجیب تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی محبت کی ایسی کیفیت ہوتی تھی جو عام لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔

دودھ پیتے بچے کا بولنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کا قصہ بیان فرمایا کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے قریب سے بہت عالیشان گھوڑے پر ایک بہت خوبصورت جوان گزرا تو وہ عورت کہنے لگی۔ ''یا اللہ! میرے بچے کو اس نوجوان جیسا بنا دے۔''

بچہ اس کے سینے سے منہ ہٹا کر کہتا ہے۔ ''یا اللہ! مجھے ایسا مت بنانا۔''

ماں کو بہت تعجب ہوا کہ یہ بولنے کیسے لگا؟ تھوڑی دیر کے بعد بہت خستہ حالت میں ایک عورت وہاں سے گزری، اس کو لوگ بہت ذلت کے ساتھ لے جا رہے تھے۔ بچے اسے پتھر مار رہے تھے، لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے، کوئی اس پر بدکاری کی تہمت لگا رہا تھا اور کوئی چوری کا الزام لگا رہا تھا۔ اس عورت نے کہا۔ ''یا اللہ! میرے بچے کو ایسا مت بنائیو۔''

وہ بچہ پھر سینہ سے منہ ہٹا کر کہتا ہے۔ ''یا اللہ! مجھے ایسا ہی بنائیو۔''

ماں بہت حیران ہوئی کہ یہ کیا قصہ ہے۔ یہ ابھی سے کیسے بولنے لگا۔ اور بولا بھی تو اپنے فائدے کے خلاف بولا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس بچے سے تقریر کروائی، اس نے کہا:

''وہ شخص جو پہلے گزرا اس میں حسن و جمال ہے، کمال ہے، جوانی ہے، مالدار ہے، سبھی کچھ ہے، مگر وہ ظالم ہے، کسی کو قتل کر کے جا رہا ہے۔ یا اللہ! جب میں بڑا ہوں تو مجھے ظالم نہ بنائیو اور یہ عورت جسے لوگ ذلیل کرتے ہوئے لے جا رہے ہیں، یہ مظلوم ہے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدکار ہے، مگر اللہ جانتا ہے کہ یہ پاکدامن ہے، لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے، مگر اللہ جانتا ہے کہ یہ کبھی ایسی خیانت نہیں کرتی، یا اللہ مجھے ایسی عزت نہیں چاہئے جو تیری نظر میں ذلت ہو۔'' (مسلم)

تکبر کی وجہ سے

نعوذ باللہ داڑھی بھی گئی

تکبر کے برے انجام کا ایک واقعہ ہے کہ انگلینڈ میں ایک صاحبزادہ صاحب تھے۔ وہ بڑے متکبرانہ بول بولتے تھے۔ کہتے تھے، میں سید ہوں، میرا یہ مقام ہے، میرا وہ مقام ہے۔ اگر میرے سامنے فلاں ولی بھی ہوتے تو میرے جوتے صاف کرتے اور اٹھاتے۔

بس ان بولوں کے بعد اس پر کچھ ایسے حالات آئے کہ اسے انگلینڈ سے داڑھی منڈا کر اور شکل بدل کر بھاگنا پڑا۔ یہ تکبر بہت بری بلا ہے۔

دنیا ذلیل سمجھتی ہے تو سمجھتی رہے، اگر اللہ کی نظر میں عزت ہے تو پوری دنیا کی تذلیل کی کوئی پرواہ نہیں

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

یہودیوں کی اسلام دشمنی کی مثال

ایک عرب مسلمان نے یہ حکایت بیان کی کہ لندن کی ایک سڑک پر اسے ایک انگریز نظر آیا، جس نے ایسی شرٹ پہن رکھی تھی جس پر مسلمانوں اور عربوں کے خلاف کچھ نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اس نے اس انگریز کو کھڑا کر کے پوچھا۔ ''تو نے یہ کیوں پہن رکھی ہے؟'' سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں۔

عرب: (اس سے انگریزی میں کہا) کیا تو یہودی ہے؟

انگریز: نہیں میں یہودی نہیں ہوں۔

عرب: تو پھر تو نے یہ نعرے اپنی قمیض پر کیوں لکھے ہیں؟ کیا تو عربوں کا مخالف ہے؟

انگریز: نہیں، مجھے ان سے کوئی دشمنی نہیں۔

عرب: کیا کسی عرب نے تجھے یا تیرے خاندان کو کوئی نقصان پہنچایا ہے؟

انگریز: نہیں۔

عرب: (تعجب سے) تو پھر تم نے یہ گالیاں کیوں اٹھائی ہوئی ہیں؟

انگریز: یہ میرا پیشہ اور کام ہے۔

عرب: کیا تجھے معلوم ہے کہ اس طرح تو ایک قوم اور امت کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہا ہے؟

انگریز: مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، مجھے تو کوئی کام کرنا ہے جس سے اپنا اور اپنی فیملی کا پیٹ پال سکوں۔

عرب: تجھے اس کام کے بدلے میں اجرت کون دیتا ہے؟

انگریز: مجھے اس کے بدلے ایک یہودی تنظیم ۸ پونڈ روزانہ کے حساب سے ادا کرتی ہے۔

عرب: میں تجھے اگر دس پونڈ روزانہ دوں تو کیا اس قمیض کے بجائے یہودیوں کے خلاف لکھی ہوئی عبارت والی قمیض پہن لے گا۔

انگریز: نہیں۔ میں ان سے یہ طے کر چکا ہوں اور اگر تو اس پیشکش میں مخلص ہے تو میں تجھے اس کام کے لئے

مطالعے کا شوق

ہمارے بزرگ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی میں پڑھتے، اس وقت ان کے ایک ساتھی کا واقعہ ہے کہ مطالعہ کے لئے روشنی کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے وہ حلوائی کی دکان کے سامنے کھڑے ہو کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔

کوئی دوسرا آدمی مہیا کرسکتا ہوں۔

اسم اعظم سکھانے کے لئے امتحان

یوسف ابن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ذوالنون مصری اسم اعظم جانتے ہیں۔ میں انہیں ملنے کی غرض سے مکہ معظمہ سے چلا اور مصر کے ایک لنگر خانے میں ان سے ملاقات ہوئی۔ جب انہوں نے مجھے ابتداءً دیکھا تو میری داڑھی لمبی تھی اور ہاتھ میں ایک لوٹا تھا اور ایک لنگی باندھے اور رایک اوڑھے پاؤں میں تسمہ دار جوتے پہنے تھا۔ جب انہوں نے دیکھا تو یہ صورت انہیں مکروہ معلوم ہوئی۔ جب میں نے انہیں سلام کیا تو وہ میرے ساتھ حقارت سے پیش آئے اور میں نے انہیں بشاش نہ دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں کہاں آ پھنسا۔ تاہم میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔

دو تین دن کے بعد ان کے پاس ایک متکلم نے آ کر مناظرہ کیا اور ان پر غالب آ گیا۔ مجھے اس کا بہت رنج ہوا اور آگے بڑھ کر میں نے اس متکلم سے گفتگو شروع کی اور اس مناظرہ کو اپنی طرف مائل کرلیا اور مناظرہ میں اسے خاموش کردیا، پھر اور بھی دقیق گفتگو شروع کی جس کو مناظر سمجھ ہی نہ سکا۔ یہ دیکھ کر ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ متعجب ہوئے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھ سے آ ملے۔ حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے اور فرمانے لگے۔ ''میں نے تمہارا علمی رتبہ نہ پہچانا تھا'' اور معذرت آمیز لہجے میں کہا ''اب میرے پاس سب سے زیادہ پڑھے ہوئے تم ہی ہو۔'' اس کے بعد اپنے سارے ساتھیوں اور مریدوں سے میری زیادہ قدر کرتے تھے۔

میں اسی حال میں پورا ایک سال ان کی خدمت میں رہا۔ سال کے بعد میں نے عرض کیا۔ ''حضرت میں مسافر ہوں اور اب اپنے اہل وعیال سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں سال بھر رہ چکا ہوں اور آپ پر میرا حق بھی ہے اور آپ نے میری آزمائش بھی کرلی ہے، میں نے سنا ہے کہ آپ کو اسم اعظم معلوم ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو

بے مثال مسجد

غور میں ایک مسجد لوپاچ کے نام سے مشہور ہے، یہ متبرک مانی جاتی ہے۔ دور دور سے لوگ خدا سے اپنی حاجت طلب کرنے یہاں آتے ہیں۔ اس مسجد کے عجائبات میں سے ہے کہ مسجد کے باہر ہر طرف سے ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا ہے اور مسجد کے اندر زمین سے چھت تک پانچ گز کی بلندی ہے۔ حالانکہ مسجد کی سطح باہر کی سطح کے برابر معلوم ہوتی ہے اور مسجد کے کھمبے گنتے سے چالیس سے ایک اوپر یا چالیس سے ایک کم لوگ گن پاتے ہیں۔ یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کھمبوں کی صحیح تعداد کیا ہے؟

براہ کرم مجھے بھی سکھا دیجئے۔''

یہ بات سن کر حضرت خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ نے سکھا دیا ہو اور مجھے بتایا ہی نہ ہو کہ یہی اسم اعظم ہے اور چھ ماہ تک یہی حالت رہی۔ بعدازاں ایک دن مجھ سے کہا ''اے ابو یعقوب! ہمارے فلاں دوست کو (ان کا نام لیا) تم نہیں جانتے جو ڈیرے میں رہتا ہے اور ہمارے پاس آیا جایا کرتا ہے؟''

میں نے کہا ''جانتا ہوں۔''

پھر ایک طبق میرے پاس لے آئے جس پر سرپوش ڈھکا ہوا اور رومال لپٹا ہوا تھا۔ اور فرمایا۔ ''یہ اس شخص کے ڈیرے میں پہنچا آؤ۔'' میں نے طبق ہاتھ میں لے کر دیکھا وہ بہت ہلکا تھا۔ جیسے اس میں کچھ تھا ہی نہیں۔ لنگر خانے اور خیمے کے درمیان پل پر پہنچ کر مجھے یہ خیال آیا کہ اسے ضرور دیکھوں۔ چنانچہ رومال کھول کر سرپوش اٹھایا ہی تھا کہ اس میں سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا۔

حضرت نے فرمایا ''تم معمولی امانت نہیں سنبھال سکے تو پھر اسم اعظم کیسے سنبھال سکو گے۔''

واپس کرنا قرض سمجھ کر

کسی شاعر نے کہا ہے:

اے مجھ سے کتاب ادھار مانگنے والے
تم جو اپنے لئے پسند کرو وہی میرے لئے بھی کرنا
میری کتاب کی واپسی کو سمجھنا نہ تم نفل
بلکہ اس کو واپس فرض سمجھ کر کرنا

حیرت انگیز واقعہ

حضرت مالک ابن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ کے راستے میں ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ ایک کوا چونچ میں روٹی لئے اڑا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مقام پر جہاں وہ کوا اترا مشکیں بندھا ہوا ایک بوڑھا شخص پڑا ہوا ہے۔ کوے نے روٹی کا ایک ایک لقمہ اس کو کھلانا شروع کیا۔ پھر پتے کے دونے میں کہیں سے پانی لا کر اس بوڑھے کو پلا دیا۔ یہ دیکھ کر میں نے اس بوڑھے سے دریافت کیا کہ ''سچ بتایئے آپ کون ہیں؟''

تو اس نے بتایا کہ "میں حاجی ہوں، میرا تمام مال واسباب چوروں نے چھین لیا اور مجھے اس طرح باندھ کر ڈال دیا ہے۔ آج پانچ روز سے یہ کوا مجھے اسی طرح کھلا پلا جاتا ہے جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔" یہ سن کر ہم نے اس بوڑھے کو کھول دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (خیر المؤانس)

عورت کی سمجھداری

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں، میں ایک دیہات میں گیا، وہاں ایک حسین وجمیل عورت کو پایا جس کا شوہر بدصورت تھا تو میں نے عورت کو کہا کہ "تو اس جیسے کے ساتھ کیسے راضی ہوگئی؟"

تو عورت نے کہا۔ "سن اے شخص! شاید کہ اس شوہر نے اپنی شکل پر اپنے خالق کا شکر ادا کیا ہو اور اس کو اس کا ثواب میری صورت میں مل رہا ہو اور شاید کہ میں نے اس کو بدشکل خیال کیا ہو تو اس کا عذاب اس کی صورت میں مجھے برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔"

(کتاب الکبائر، علامہ ذہبی، صفحہ ۲۰۶)

مصعب بن زبیرؓ کا حسن وجمال

حضرت مصعب بن زبیر بہت خوبصورت، چمکتے دمکتے چہرے والے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے گھر کے آنگن میں تشریف فرماتے تھے کہ ایک عورت نے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ حضرت نے پوچھا۔ "کیسے کھڑی ہو یہاں؟"

کہا "ہمارے گھر کا چراغ بجھ گیا ہے، آپ آجائیں تاکہ روشنی کا کام دے سکیں۔"

عدل کا تقاضہ تو یہ ھے کہ......

نامور عباسی خلیفہ ہارون الرشید ایک دفعہ دربار لگائے بیٹھا تھا کہ ایک شہزادہ سخت غصے کی حالت میں باپ کے پاس آیا اور کہا: "فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے۔"

خلیفہ نے دربار میں موجود امراء کی طرف نگاہ ڈالی اور ان سے مجرم کی سزا دریافت کی۔ ایک امیر نے رائی دی۔ "اس بدزبان کی زبان کاٹ دی جائے۔"

"اس گستاخ کی جائیداد ضبط کر کے اسے ملک بدر کر دیا جائے۔" دوسرے صاحب نے مشورہ دیا۔

تیسرے درباری نے یہ تجویز پیش کی۔ "اس نابکار کو قتل کر دیا جائے۔"

خلیفہ ہارون الرشید نے تھوڑی دیر کے لئے کچھ سوچا اور پھر بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے بیٹے! اگر تو

اسے معاف کر دے تو تیری مہربانی ہے اور اگر نہیں کر سکتا تو بھی اس کی ماں کو گالی دے لے، لیکن حد سے زیادہ نہ بڑھنا، ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہوگا اور دوسری طرف سے دعویٰ۔" (حکایات سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

پڑوسیوں کی فکر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی شخص نے بکری کی سری بطور ہدیہ دی۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں اور کنبہ والے ہیں اور ان کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں، وہ سری ان کے پاس بھیج دی۔ ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق خیال ہوا اس لئے اس سری کو ان کے یہاں بھجوا دیا۔ غرض اسی طرح وہ سری سات گھروں میں پھر کر پھر اس صاحب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آ گئی۔ (درمنثور)

عورت کی حجاج سے نفرت

ایک خارجیہ کو حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو حجاج اس کی طرف دیکھ کر باتیں کرتا رہا، وہ اس کی طرف دیکھتی ہی نہ تھی بلکہ دوسری طرف منہ موڑ لیتی۔ کسی نے کہا۔ "تجھ سے امیر بات کر رہے ہیں اور تو اس کو دیکھ بھی نہیں رہی۔"

کہا۔ "مجھے شرم آتی ہے اس شخص کو دیکھنے سے جس کو اللہ بھی نہیں دیکھتا۔"

حضرت گنگوہیؒ کا مشورہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اگر کوئی مدرسہ کی تعمیر کے لئے پیسے کی ضرورت ظاہر کرتا تو فرماتے کہ کچی اینٹیں کھڑی کر لو، پھر اگر وہ کہتا کہ کچی اینٹیں تو گر جائیں گی تو فرماتے کہ پکی بھی گر جائیں گی۔

اپنا نقصان کر کے دوسرے مسلمان کو فریب سے بچانا

حضرت عبداللہ درزی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ ایک شخص کپڑے سلواتا اور ہر بار کھوٹا روپیہ سلائی میں دیتا۔ آپ لے لیتے، کبھی انکار نہ کیا اور نہ جتایا۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غیر حاضری میں شاگرد نے اس شخص سے کھوٹا روپیہ نہ لیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ آئے تو شاگرد سے کہا۔ "تو نے کھوٹا روپیہ کیوں نہ لیا؟ برسوں گزر گئے وہ میرے ساتھ اسی طرح

کرتا ہے اور میں نے کبھی اس پر ظاہر نہ کیا اور ہمیشہ اس خیال سے کھوٹا روپیہ لیتا رہا کہ اگر میں نے نہ لیا تو یہ کسی اور مسلمان کو فریب دے گا۔''

ابلیس کے پانچ بیٹوں کی ذمہ داریاں

مجاہد سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابلیس کے پانچ لڑکے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو اس نے ایک کام پر متعین کر دیا ہے۔ پھر مجاہد نے سب کے نام ذکر کئے ہیں کہ وہ ثبر، اعود، مسنوط، واسم اور زلنبور ہیں۔

''ثبر'' کے ذمہ مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں، وہ لوگوں کو ہلاک ہونے، گریبان چاک کرنے، گال پیٹنے اور جاہلیت کے نعرے لگانے کا حکم دیتا ہے۔

''اعوذ'' کے ذمہ زنا ہے۔ وہ زنا کاری کا حکم دیتا ہے اور اس کو حسین شکل میں پیش کرتا ہے۔

''مسنوط'' کے ذمہ جھوٹ ہے۔ وہ جھوٹ کو سنتا ہے اور جب کسی آدمی سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کو جھوٹی خبریں بتاتا ہے۔ وہ آدمی اپنی قوم میں جا کر کہتا ہے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کو چہرے سے جانتا ہوں، نام سے نہیں، اس نے مجھ سے ایسا ایسا بیان کیا۔

''واسم'' کا کام یہ ہے کہ وہ آدمی کے ساتھ اس کے اہل وعیال کے پاس آتا ہے اور ان کے عیوب کو اس کے سامنے پیش کر کے اس کے اہل وعیال کے خلاف بھڑکاتا ہے۔

''زلنبور'' کے ذمہ بازار ہے۔ بازار میں اس کا جھنڈا گاڑ دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ کیا لوگے؟

کسی نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ دریافت کیا کہ ''حضرت بتائیے، کیا حال رہا؟''

کہا کہ سوال ہوا کہ ''اے بڈھے کیا لایا ہے؟''

میں نے عرض کیا کہ ''جب درویش سلطان کے پاس جاتا ہے تو اس سے یہ سوال نہیں کرتے کہ کیا لائے ہو؟ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ کیا لوگے۔''

چراغ بجھنے کے باوجود گھر روشن رہنا

حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہ رات کو اپنا چراغ جلا کر رکھتیں۔ پھر نماز پڑھنے کھڑی ہو جاتیں۔ رات میں کسی وقت چراغ شاید بجھ بھی جاتا، مگر ان کا گھر صبح ہونے تک روشن رہتا۔

دونوں میں سے کون بہتر

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''یہ بتایئے کہ ایک شخص عمل تو کم کرتا ہے، یعنی نفلی عبادات اور نفل نماز بہت زیادہ نہیں پڑھتا، زیادہ تر فرائض و واجبات پر اکتفا کرتا ہے، نفلی عبادات، ذکر واذکار، وظائف اور تسبیحات زیادہ نہیں کرتا، لیکن اس کے گناہ بھی کم ہیں، ایسا شخص آپ کو زیادہ پسند ہوگا؟ یا آپ کو وہ شخص زیادہ پسند ہوگا جس کی نفلی عبادتیں بھی زیادہ ہیں اور گناہ بھی زیادہ ہیں؟

مثلاً تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہے، اشراق کی نماز بھی پڑھتا ہے، اوابین بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی خوب کرتا ہے، وظائف اور تسبیحات بھی خوب کرتا ہے، لیکن ساتھ میں گناہ بھی بہت کرتا ہے، آپ کے نزدیک ان دونوں میں سے کون بہتر ہے؟ پہلے شخص کا عمل کم مگر گناہ بھی کم، دوسرے شخص کے اعمال زیادہ مگر گناہ بھی زیادہ۔''

جواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''گناہوں سے حفاظت کے برابر میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا۔ یعنی آدمی گناہوں سے محفوظ ہو جائے، یہ اتنی بڑی نعمت اور اتنا بڑا فائدہ ہے کہ دنیا کا کوئی عمل اس کے برابر نہیں۔ اگر ایک شخص گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے تو نفلی عبادات اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔''

حافظہ بھی بے مثال اور بھول بھی بے مثال

حضرت ہشام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یادداشت کی تیزی کا ثبوت یوں دیا کہ قرآن کریم صرف تین دن میں یاد کرلیا اور مجھ سے ایک بار بھول بھی بے مثال ہوئی۔ داڑھی کا خط بنانے لگا، بال مٹھی میں پکڑے، مٹھی سے نیچے کے بال کاٹنا تھے، کاٹ ڈالے مٹھی سے اوپر۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

سان فرانسسکو کی ایک ۲۷ منزلہ عمارت سے ایک شخص زمین پر پکے فرش پر گرا۔ مگر یہ حیرت انگیز بات ہے کہ اس کی صرف چند ہڈیاں ٹوٹی تھیں۔ عینی گواہوں کا بیان ہے کہ جب وہ گرا تو وہ گنگنا رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے معائنے کے بعد بتایا کہ اس کی صرف چند ہڈیاں ٹوٹی ہیں۔

اکیس سال بعد متن یاد

مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بے مثال تھا۔ جب مرزائیوں نے بہاولپور کی عدالت میں مقدمہ لڑا تو سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ عدالت میں پیش ہوئے۔ مرزائیوں نے ایک تحریر پیش کی۔ اس تحریر سے بات ان کے حق میں جاتی تھی۔ انگریز جج نے کہا "یہ جو کہہ رہے ہیں، اس کی دلیل بھی دے رہے ہیں۔"

اس پر مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "کتاب مجھے دکھائی جائے۔" کتاب انہیں دکھائی گئی۔ آپ نے تحریر پڑھ کر فرمایا۔ "یہ دھوکا دے رہے ہیں، میں ان کے دھوکے میں آنے والا نہیں، کتاب میں یہ تحریر نہیں ہے، دوسرا نسخہ لایا جائے۔" چنانچہ اس کتاب کا دوسرا نسخہ لایا گیا تو اس میں وہ تحریر نہیں تھی۔ تب مولانا کشمیری نے فرمایا "یہ کتاب میں نے ۲۱ سال پہلے دیکھی تھی، مجھے آج بھی اس کا متن یاد ہے۔"

اس طرح مرزائیوں کی دھوکہ دہی بے نقاب ہوگئی۔ یہ تھے مولانا سید انور شاہ کشمیری۔

نوبیاهتا دلهن کو بچه کا تحفه

برازیل میں ایک نوبیاہتا جوڑے کی شادی کے موقع پر بہت سے تحائف ملے۔ انہوں نے ایک ایسا تحفہ بھی دیکھا جو ہارورڈ کے ڈبہ میں بند تھا۔

جب ڈبہ دلہن نے کھولا تو وہ حیران رہ گئے، کیونکہ اس میں سے ایک ننھا سا بچہ برآمد ہوا جو اپنا انگوٹھا چوس رہا تھا۔ اس کے پاس ایک کاغذ کا پرزہ پڑا ہوا تھا جس پر لکھا تھا کہ:

"ان کی والدہ بچے کو اچھی طرح تعلیم نہیں دے سکتی، اس لئے یہ بچہ آپ کے حوالے کیا جا رہا ہے۔"

حضرت میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ٹرین پر سفر کرتے اور کسی اسٹیشن پر ٹرین رکتی اور وہ معلوم کرنا چاہتے کہ یہ کونسا اسٹیشن ہے تو گاڑی کی کھڑکی میں سے ذرا سا جھانک کر باہر دیکھتے تو پلیٹ فارم پر جو انجان لوگ آ جا رہے ہوتے تھے وہ ان کا چہرہ دیکھ کر ان سے ملتے اور ان سے باتیں کرنا شروع کر دیتے تھے۔ ناواقف لوگ ہوتے تھے مگر چہرے کو دیکھ کر ان کی مسیحائی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ کوئی کلام کئے بغیر لوگ آتے اور سلام کرنے کے بعد کہتے کہ ''حضرت! میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔'' سبحان اللہ۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

خبردار! یہ موتی مت گنوانا

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو والد صاحب نے بچپن میں انگوٹھی خرید کر دی۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہیں اکیلے کھیل رہے تھے کہ کسی اچکے نے مٹھائی کا لالچ دے کر انگوٹھی اتار لی۔ باپ نے سنا تو کہا۔ ''بیٹا! اتنی قیمتی انگوٹھی ایک پیسے کی مٹھائی کی خاطر کھودی۔ خیر جو ہوا سو ہوا، مگر میری بات یاد رکھو، جس طرح میں نے تمہیں انگوٹھی دی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک موتی دیا ہے جس کا نام ''ایمان'' ہے۔ دنیا کی چھوٹی چھوٹی لذتیں مٹھائی کی طرح ہیں جو شیطان ایک اچکے کی مانند لئے پھرتا ہے کہ وہ لذتیں تمہیں تھما کر موتی تم سے چھین لے۔ خبردار! یہ موتی مت گنوانا۔''

تعظیم استاذ کا عجیب انداز

علامہ برہان صاحب ہدایہ بیان فرماتے ہیں کہ بخارا کے ایک عالم مسجد میں بیٹھے درس دیا کرتے تھے۔ اثناء درس میں کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ ''گلی میں استاد کا بچہ کھیل رہا ہے، وہ کبھی کبھی مسجد کے دروازے کے سامنے آجاتا ہے تو میں اس کی تعظیم کے لئے اٹھ جاتا ہوں۔ یہ اس کی تعظیم نہیں بلکہ استاد کی تعظیم ہوتی ہے۔''

یہ جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں

کچھ ہندوؤں نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ دوسرے ہندوؤں نے انہیں کہا کہ ''تم کیسے نکلے اپنے آباؤ اجداد کے راستے سے ہٹ کر مسلمان بن گئے۔''

انہوں نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگے کہ ''ذرا اس شخص کے چہرے کو دیکھو، یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نظر نہیں آتا۔''

امام شافعیؒ اور حجام کا واقعہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا تھا؟ ایک مرتبہ معمولی سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اسی حالت میں بال کٹوانے کے لئے حجام کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے دور سے دیکھا تو سوچا کہ اتنے معمولی کپڑے ہیں، اس کے پاس کیا ہوگا۔ چنانچہ اس نے دور سے ہی کہہ دیا کہ ''میرے پاس وقت نہیں۔''

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے۔ غلام سے پوچھا کہ ''تمہارے پاس کچھ دینار ہیں؟''

اس نے کہا۔ ''جی تھیلی بھری ہوئی ہے۔''

فرمایا۔ ''یہ ساری تھیلی اس کو دے دو۔'' تھیلی بھی دے دی اور اس سے کہا کہ ''میں تجھ سے بال بھی نہیں کٹواتا۔'' باہر نکل کر تاریخی شعر ارشاد فرمایا:

علی ثیاب لو یباع جمیعها
بفلس لکان الفلس منهن اکثرا

کہ میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے۔ مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں

اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔‘‘

صبر وہی معتبر ہے جو عین مصیبت پر کیا جائے

ایک دفعہ حضور ﷺ ایک عورت کے پاس سے گذرے جو ایک قبر پر بیٹھی گریہ وزاری کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے صبر کی تلقین فرمائی۔ وہ آپ ﷺ کی صورت شناسا نہ تھی۔ حضور ﷺ کی تلقین اس کو ناگوار گزری اور تلخی سے بولی۔ ’’جاؤ اپنا کام کرو، تمہیں کیا خبر ہے کہ اس وقت مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔‘‘

حضور ﷺ خاموشی سے چلے آئے۔ بعد میں لوگوں نے اس عورت سے کہا۔ ’’معلوم ہے یہ کون تھے؟ یہ رسول اللہ ﷺ تھے۔‘‘

بے چاری سخت نادم ہوئی، دوڑی ہوئی حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچی اور عرض کی۔ ’’یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو پہچانتی نہیں تھی، اللہ کے لئے میری گستاخی معاف فرمادیجئے۔‘‘

حضور ﷺ نے صرف اتنا فرمایا۔ ’’صبر وہی معتبر ہے جو عین مصیبت کے وقت کیا جائے۔‘‘

اولیاء کی صورت بنانے والے حقیقی اولیاء اللہ بن گئے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا ضمیر الدین رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شہر میں اتفاقیہ چند ڈاکو گھس آئے اور آپس میں کہنے لگے۔ ’’ذرا احتیاط سے کام لینا، کہیں پکڑے نہ جائیں۔‘‘

ان کے سردار نے کہا۔ ’’تمام درویش صفت بن جاؤ، کپڑے رنگوالو اور ہاتھ میں بڑی سی تسبیح پکڑ لو اور سبحان اللہ اور الحمدللہ کے سوا کوئی کلام نہ کرو۔ جہاں سے گزرو اللہ کے ذکر کی آوازیں آئیں۔‘‘

پھر سب شہر کے مہمان سرائے میں داخل ہوگئے اور رہنے لگے۔ سارے حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے اور سوائے اللہ کے ذکر کے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ شہر میں مشہور ہوگیا کہ مہمان سرائے میں درویشوں کی جماعت ٹھہری ہے۔ سوائے ذکر اللہ کے کوئی کلام نہیں کرتے۔ شہر کے لوگ ان کی زیارت اور ملاقات کو آنے لگے اور دعائیں اور اپنی

ضرورتیں اور حاجتیں پیش کرنے لگے، ان کی خدمت ہونے لگی۔

ایک مرتبہ شہر کے بادشاہ نے فوج کے ہمراہ آکر عرض کیا۔ ''درویش حضرات! آپ ہمارے گھر تشریف لائیے، زہے نصیب، ہمیں بھی فیض حاصل ہوگا، اگر شفقت فرمائیں تو ہماری طرف سے دعوت قبول فرمائیں اور آج غریب خانہ پر تشریف لائیں۔'' درویشوں نے دعوت قبول کر لی اور شام کو تمام بادشاہ کے محل میں پہنچ گئے۔

بادشاہ نے خوب تواضع کی اور پھر آخر میں اپنے ایک لڑکے کو جو فالج کا مریض تھا اور لاعلاج ہو چکا تھا، ان کے سامنے کیا اور کہا۔ ''آپ حضرات اس بچے کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو شفا بخشے کہ سوائے اس کے میری کوئی اولاد نہیں۔''

قبر میں لاش مسخ ہوگئی

علامہ ابن حجر مکی کمال ابن قدیم کی تاریخ حلب سے نقل کرتے ہیں کہ جب حلب میں ابن المنیر کا انتقال ہوا تو حلب کے چند نوجوان ایک دن بغرض تفریح نکلے۔ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ''سنا گیا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہم کو برا کہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں مسخ کرکے خنزیر بنا دیتا ہے اور بے شک ابن المنیر اس فعل قبیح کا مرتکب ہوتا تھا۔ آؤ دیکھا جائے کہ کیا یہ سچی بات ہے؟'' تمام نے متفق الرائے ہوکر قبر کھوی تو سچ مچ ابن المنیر خنزیر کی شکل میں قبلہ کی طرف سے پھر کر پڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے عبرت کے لئے اس کی لاش باہر نکالی، پھر اس کو جلایا اور قبر میں ڈال کر مٹی سے ڈھک دیا۔ (الزواجر ج ۲ صفحہ ۱۹۳)

سب نے چپکے چپکے نہایت عاجزی و انکساری اور گریہ و زاری سے دعا کی کہ ''اے اللہ تو جانتا ہے کہ ہم سب گناہگار اور کس درجے کے بدکردار ہیں، مگر تیرے بندے ہیں، تو ہمارے حال سے خوب واقف ہے، ہم تیرے حضور درخواست کرتے ہیں کہ جیسے تو نے ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے، اسی طرح اس لڑکے کو صحت عطا فرمادے، تیرا در چھوڑ کر کہاں جائیں۔ ان لوگوں نے ہم سے امید تمام کی ہے تو ہماری عزت رکھنے والا ہے۔'' اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اسی وقت دعا قبول ہوئی اور شہزادہ درست ہوگیا۔ بادشاہ نے انہیں بہت انعام دیا، اس حالت کو دیکھ کر درویش کا بھیس بدلنے والے یہ ڈاکو آپس میں کہنے لگے کہ ''یہ تو ہم نے محض دکھاوے کے لئے مکر اور دھوکے کے لئے ایسی صورت بنائی اور ریاکاری کی صورت پر یہ نتیجہ برآمد ہوا، اگر ہم خالص اللہ کی رضا کے لئے ذکر کرنے والے سچے عابد و ذاکر ہوتے تو نہ جانے کیا نتیجہ ہوتا۔''

چنانچہ انہوں نے سابقہ زندگی سے توبہ کی اور شہر سے دور ایک جگہ جا پڑے اور سب کے سب ولی کامل بنے۔ سچ ہے کہ صورت کا اثر سیرت پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کو ظاہر ضرور سنوارنا چاہئے اور ظاہری شکل وصورت انبیاء،

اولیاء کی طرز پر بنانی چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارا باطن بھی ویسا ہی کردے۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء

خلیفہ ہارون الرشید، حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر گئے، دستک دی، اندر سے پوچھا گیا۔

''کون ہے؟''

خلیفہ کا وزیر فضل برمکی ساتھ تھا، اس نے کہا۔

''امیرالمومنین آئے ہیں۔''

حضرت فضیل نے اندر سے کہا۔ ''یہاں امیر کا کیا کام۔ ان سے کہئے تشریف لے جائیں، میرے مشاغل میں خلل نہ ڈالیں۔''

دونوں بلا اجازت اندر چلے گئے۔ خلیفہ نے کہا۔

''مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔''

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے خود کو بہت سی بلاؤں (یعنی ذمہ داریوں) میں گھرا پایا۔''

یہ سن کر ہارون الرشید بہت متاثر ہوا اور بولا۔

''کچھ اور ارشاد فرمائیے۔''

آپ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ، اس کے حضور میں جواب دہی کے لئے تیار رہ، قیامت کے دن تجھ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوئی تو قیامت کے دن تیرا دامن پکڑے گی۔''

ہارون الرشید یہ سن کر کانپ اٹھا۔ اس کے آنسو نکل آئے۔ فضل برمکی نے کہا۔ ''فضیل بن عیاض! اب بس

صرف ایک بات زندگی میں انقلاب برپا کردیتی ہے

بڑے بڑے مقررین اور جادو بیان خطیب تقریریں کرتے ہیں، وقتی طور پر بڑے بڑے اجتماع ان کی تقریروں کو سنتے بھی ہیں۔ لیکن اکثر تقریریں ختم ہونے کے ساتھ ہی فضاء میں تحلیل ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے نیک بندے نہ تقریر کرنا جانتے ہیں، نہ ان کو خطابت کے انداز آتے ہیں۔ سیدھی سادھی مختصر بات کہتے ہیں اور وہ دلوں میں اتر کر ہزاروں انسانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیتی ہے۔ اخلاص عمل کے راستہ میں نام ونمود، جذبہ شہرت اظہار، علم، مالی منفعت وغیرہ رکاوٹ بنتے ہیں۔ لیکن اگر انسان ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نظر انداز کردے تو یہ فوائد مع زوائد کے اللہ تعالیٰ خود بخود حاصل کرادیتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ٹھوکر مار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ دنیا کو ان کے قدموں میں تابع بنا کر ڈال دیتے ہیں۔

کریں۔ آپ نے امیر المومنین کو مار ہی ڈالا۔''

آپ نے جواب میں فرمایا۔ ''میں نے نہیں، بلکہ تم جیسے اور لوگوں نے ہارون کو ہلاکت کے قریب کر دیا ہے۔''

اب خلیفہ نے ان سے کہا۔ ''آپ پر قرضہ ہو تو فرمائیے، ادا کر دوں۔''

جواب میں آپ نے فرمایا۔ ''مجھ پر اللہ کا قرض ہے، یعنی مجھ سے صحیح طور پر عبادت نہیں ہو سکتی۔''

خلیفہ نے کہا۔ ''حضرت! کسی بندے کا قرض پوچھتا ہوں۔''

آپ نے فرمایا۔ ''الحمد للہ! اس طرف سے اللہ کا شکر ہے۔''

اب خلیفہ نے ایک ہزار کی تھیلی انہیں پیش کی اور کہا۔ ''یہ بالکل پاک مال ہے، میری والدہ کی میراث ہے۔ قبول فرمائیے۔''

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہو گئے اور بولے۔ ''افسوس! میری تمام نصیحتوں نے تجھے کوئی فائدہ نہ دیا، میرے ساتھ ظلم کر رہے ہو، رقم اسے دو جسے ضرورت ہو، مگر تم اسے دے رہے ہو جسے ضرورت نہیں۔'' یہ فرما کر آپ نے انہیں رخصت کر دیا۔

دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینا

الواقدی کہتے ہیں! میرے دو دوست تھے، ان میں سے ایک ہاشمی تھا، ہم دونوں ایک جان دو قالب تھے، وقت نے پلٹا کھایا اور میرے حالات بہت خراب ہو گئے۔ اسی تنگدستی کے عالم میں عید کی آمد ہو گئی تو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی۔ ''ہمارا تو کچھ نہیں ہم تو تنگی ترشی میں گذارہ کر سکتے ہیں، مگر اپنے بچوں کو دیکھ کر میرا دل کٹتا ہے، کیونکہ پاس پڑوس کے بچوں کو نئے کپڑوں میں سج دھج کر عید مناتے ہوئے دیکھ کر ان کو اپنے بوسیدہ اور پرانے کپڑوں کی خستہ حالی بہت دکھی کر رہی ہے، کیا آپ کسی طرح کچھ کر کے ان کے لئے کپڑوں کا انتظام نہیں کر سکتے۔''

میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ مگر پھر ایک دم مجھے اپنے ہاشمی دوست کا خیال آیا، میں نی اسے خط لکھ

کر اس سے مدد کی درخواست کی تو اس نے مجھے ایک سربمہر تھیلی بھیج دی اور لکھا کہ ”اس میں ایک ہزار درہم ہیں۔“ میں نے سکون کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا خط مجھے ملا، جس میں اس نے اپنی تنگدستی کا شکوہ کیا، بالکل میری طرح تو میں نے وہ تھیلی جوں کی توں اسے روانہ کر دی اور خود مسجد کے لئے روانہ ہو گیا اور اپنی بیوی سے شرمندگی کے باعث میں نے وہ رات مسجد میں گذاری۔

پھر جب واپس گھر آیا اور اپنی بیوی کو تفصیل بتائی، تو اس نے میری حوصلہ افزائی کی اور بجائے ناراض ہونے کے مجھے تسلی دینے لگی کہ میں نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ اتنے میں، میں نے دیکھا کہ میرا وہ ہاشمی دوست چلا آرہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ویسی ہی ایک تھیلی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ”مجھے سچ سچ بتاؤ، تم نے میرے بھیجے ہوئے پیسوں کا کیا کیا؟“

میں نے اسے سارا واقعہ سنا دیا تو وہ بولا۔ ”جس وقت تم نے مجھے اپنی ضرورت کا خط لکھا تو میرے پاس اس ایک تھیلی کے سوا کچھ بھی نہ تھا جو میں نے تمہیں ارسال کر دی تھی۔ پھر میں نے مدد کے لئے ہمارا جو دوسرا دوست ہے اسے خط لکھا تو اس نے مجھے میری یہی تھیلی بھجوا دی اور اس طرح ہم تینوں نے ہی ان ایک ہزار درہم سے ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہی۔“

یہ خبر جب خلیفہ مامون تک پہنچی تو انہوں نے مجھے بلا بھیجا اور میں نے سارا واقعہ بلاکم و کاست انہیں کہہ سنایا تو انہوں نے ہمیں سات ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ دو، دو ہزار ہم تینوں کے لئے اور باقی ایک ہزار میری بیوی کے لئے۔

(قصص العرب، ۱/۲۹۰)

تندرستی ہزار نعمت ہے

اخبار میں ایک دفعہ پڑھا کہ فلاں ملک کا آدمی ہے جو کروڑ پتی ہے۔ اس نے اخبار میں اشتہار دیا ہے کہ ”اگر کوئی ڈاکٹر میرا علاج کر دے، حتی کہ میں ایک چپاتی کھانے کے قابل ہو جاؤں تو میں اس کو اتنے اتنے کروڑ روپیہ دوں گا۔“ کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہے، لیکن صحت ساتھ نہیں دیتی کہ ایک دن میں ایک روٹی کھانے کے قابل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت دی ہے کہ ہم اپنی ضرورت کے مطابق کھاتے پیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہم سوچیں کہ کیا ہم نے اس کی بندگی کا حق ادا کیا یا نہیں کیا۔

نرینہ اولاد کے لئے ایک مجرب عمل

بعض لوگوں کے یہاں صرف بیٹیاں ہی بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان کو بیٹے کی خواہش ہوتی ہے اور جن کے یہاں بیٹیاں ہوتی ہیں ان کو ان کے رشتوں کی فکر بھی ہوتی ہے جو ایک فطری بات ہے۔ شریعت اس سے انکار نہیں کرتی۔ اس لئے تدبیر کے درجے میں اب عرض ہے کہ اگر کسی کے یہاں بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں، اور اس کے یہاں بیٹا نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں ایک عمل لکھا ہے، وہ یہ کہ سورۂ یوسف کو کسی کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھے کہ اس کے حروف نہ مٹیں اور پھر اس کو موم جامہ کر کے کوئی خاتون اپنے پیٹ میں باندھ لے، جب تک وہ تعویذ اس کے پیٹ پر بندھا رہے گا، انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ بعض دوستوں نے اس کا تجربہ کر کے بتایا کہ ہم نے اس کو درست پایا۔

اپنے عیوب کو پہچاننے کے طریقے

اپنے عیوب کو پہچاننے کے چار طریقے ہیں۔

(۱) رہبر کامل۔

(۲) ایسے ساتھی مل جائیں جو ان کے عیوب پر نگاہ رکھیں۔

(۳) دشمنوں سے سن سن کر عیوب معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۴) دوسروں میں کوئی برائی دیکھے تو اپنے اندر غور کرے اور ہو تو نکالے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اپنے عیوب پوچھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا ہوا تھا، ان کے بعد پھر آپس میں پوچھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نیت کی لاج رکھ لیتے ہیں

ایک بزرگ کہیں جارہے تھے۔ راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا۔ انہوں نے پوچھا۔ ''تم کون ہو؟'' کہنے لگا۔ ''میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں۔''

دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا۔ راستہ میں وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ ''آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں، آگ تو خدا نہیں، خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔''

وہ نہ مانا۔ آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا۔ انہوں نے فرمایا ''اچھا اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا، آگ اس کے ہاتھ جو جلا دے گی۔'' وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی۔ آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا۔ جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ساتھ ان کا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا۔ بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے جس سے دین اسلام کی شان و شوکت بھی واضح ہو جائے گی۔ لیکن اللہ کی شان کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا۔ وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔

سنبھال کر رکھ

✿......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا، اس نے اشارہ کیا ایک تھیلی کی طرف، میں سمجھا کہ اس میں اس کا مال ہوگا تو میں اٹھا کر دینے لگا تو کہا۔ ''سنبھال کر رکھ، یہاں تک کہ اس کا مالک آ کر تجھ سے لے لے۔''

چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا۔ ''اے اللہ! میں سچے دین پر تھا، آپ نے مجھ پر تو رحمت فرما دی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرما لیا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو جلا دیتی۔''

جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ ''میرے پیارے! ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جبکہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا۔'' سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں۔ مجوسی تو پکا کافر تھا مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ سنگت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرما دیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے سر کے بال مونڈنے کا حکم

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے والد عبدالعزیز مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے مدینہ منورہ میں حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں دے دیا۔ یہ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر تھا کہ بنی امیہ کے خانوادے میں وہ ''عمر ثانی'' پیدا ہوئے جنہوں نے خلافت راشدہ کو از سر نو زندہ کر دیا۔

صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح ان کی تربیت کی، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں دیر کر دی۔ صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے باز پرس کرتے ہوئے پوچھا:

''تم نے آج نماز میں دیر کیوں کر دی؟''

شاگرد عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ادب سے جواب دیا:

''بال سنوار رہا تھا، اس لئے ذرا دیر ہوگئی۔''

شفیق استاد نے ڈانٹتے ہوئے کہا:

''اچھا، اب بالوں کی آرائش کا اتنا شغف ہو گیا کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے۔''

اس کے بعد ان کے والد کو استاد نے یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ عبدالعزیز کو یہ معلوم ہوا تو اسی وقت ایک آدمی مصر سے روانہ کیا۔ جس نے آکر سب سے پہلے ان کے سر کے بال مونڈے، اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔ عمر کے والد کا یہی حکم تھا۔

حسن تربیت کا یہی اہتمام تھا جس نے اموی خاندان کے ایک ناز پروردہ شہزادے کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا۔ ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ ''وہ پہلی صدی کے مجدد تھے۔''

(یاد ماضی، صفحہ نمبر ۲۵، سچی حکایات، جلد ۵ صفحہ ۱۷۸)

تو میرے بڑھاپے سے فکر مند نہ ہو

❁ ......ایک آدمی نے ایک باندی کو کہا اور اس نے خریدنے کا ارادہ کیا تھا کہ:

''تو میری سفیدی اور بڑھاپے سے فکر مند نہ ہو، میرے پاس آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

باندی نے کہا:

''کیا تجھ کو یہ بات خوش کرے گی کہ کوئی خواہش پرست بڑھیا تیرے پاس ہو۔''

تم ان تمام پودوں کی خوشبو سونگھتے ہو

۞ ...... یہ کہتے ہیں کہ میں نے فضل بن ابراہیم سے سنا کہ ایک شاعر چند عورتوں کے پاس سے گزرا، اس کو ان عورتوں کی حالت اچھی معلوم ہوئی تو کہا:

ان النساء شیاطین خلقن لنا
نعوذ باللہ من شر الشیاطین

''بے شک عورتیں شیطانہ ہیں جو ہمارے لئے پیدا کی گئی ہیں، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں شیطانوں کے شر سے۔''

تو عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا:

ان النساء ریاحین خلقن لکم
وکلکم بشتھی شم الریاحین

''بے شک عورتیں خوشبودار پودے ہیں جو تمہارے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور تم تمام ان پودوں کی خوشبو سونگھتے ہو۔''

اللہ کی پناہ......

۞ ...... جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے بغداد میں ایک باندی سے پوچھا:

''کیا تو کنواری ہے؟''

کہا:

''اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کھوٹ سے۔''

(یعنی غیر کنوارے پن کی کھوٹ سے بری ہوں)۔

اور کچھ......

۞ ...... متوکل کے پاس ایک باندی پیش کی گئی تو پوچھا:

''کنوای ہے یا اور کچھ۔''

کہا:

''اور کچھ۔'' متوکل ہنس پڑا اور خرید لیا۔

باغ اور غلام دونوں خرید کر باغ غلام کو دے دیا

ایک حبشی غلام باغ میں آرام کر رہا تھا کہ اس کی روٹی آ گئی۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے دیکھا حبشی غلام کے سامنے ایک کتا بیٹھا ہے۔ غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اس کتے کے آگے ڈال دی۔ کتے نے اس روٹی کو کھالیا اور پھر بھی وہیں کھڑا رہا۔ اس نے پھر دوسری اور تیسری روٹی بھی ڈال دی۔ اس کے لئے کل تین ہی روٹیاں آئی تھیں۔ اس نے تینوں کتے کو کھلا دیں۔ حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کھڑے غور سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ جب تینوں روٹیاں ختم ہوگئیں تو آپ نے اس غلام سے پوچھا۔ ''تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں؟''

اس نے بتایا کہ ''تین آیا کرتی ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ ''پھر تینوں کتے کو کیوں کھلا دیں؟''

غلام نے جواب دیا۔ ''حضرت! یہاں جنگل میں کتے نہیں رہتے، یہ غریب بھوکا کہیں دور سے سفر کر کے آیا ہے، اس لئے مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے ایسے ہی واپس کر دوں۔''

انہوں نے پوچھا۔ ''پھر تم آج کیا کھاؤ گے؟''

یہ سن کر غلام نے کہا۔ ''ایک دن کا فاقہ کرلوں گا، یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔''

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں کہا۔ ''لوگ مجھے کہتے ہیں بہت سخاوت کرتا ہے، لیکن اس غلام کے ایثار کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں سخی نہیں ہوں۔''

یہ خیال کر کے وہ شہر گئے، باغ کے مالک سے ملے، انہوں نے وہ باغ اور غلام خرید لئے۔ پھر

غیرت و حمیت

سید کے حالات میں لکھا ہے کہ جن دونوں علی گڑھ کالج قائم ہو چکا تھا۔ گورنر یوپی مع اپنی اہلیہ کے کالج دیکھنے کے لئے علی گڑھ آئے ہوئے تھے۔ ان کی بیگم سرسید کی بہو بیگم جسٹس سید محمود ملاقات کے لئے سرسید کی کوٹھی میں آنا چاہتی تھیں۔ سرسید نے جواباً تحریر فرمایا کہ ''میری بہو پردہ نشین ہے اور اسلام غیر مسلم بے پردہ خواتین سے ملاقات کی اجازت نہیں دیتا، اس لئے میں اور میری بہو گورنر کی بیگم کی خواہش کا دلی احترام کرتے ہوئے بھی معذور ہیں۔''

آپ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ انگریزی حکومت کے گورنر تو کیا معمولی انگریز افسر کے حکم سے انحراف بھی مصائب و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور اس وقت سرسید کا شمار ''انگریز کے خوشامدیوں'' میں ہوتا تھا، آپ نے انگریز گورنر کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور ایسے موقع پر نہ ڈرے اور نہ خوشامد کی بلکہ پوری دلیری کے ساتھ گورنر کو ایسا جواب دیا جس سے ان کی غیرت و حمیت نمایاں ہے۔

غلام کے پاس پہنچے اور اس سے کہا۔ ”میں نے یہ باغ بھی خرید لیا ہے اور تمہیں بھی اور میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ یہ باغ بھی تمہیں دیتا ہوں۔“

یہ سن کر غلام نے کہا۔ ”چونکہ اب آپ کے دل میں میری عزت اور عقیدت سما گئی ہے اور یہ میرے حق میں زہر ہے، اس لئے میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔“ یہ کہا اور وہاں سے چل دیا۔

مظلوم بہنوں کی دل ہلا دینے والی فریاد

”مجھے یقین ہے کہ والی بصرہ قاصد کی زبانی مسلمان بچوں اور عورتوں کا حال سن کر اپنی فوج کے غیور سپاہیوں کو گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کا حکم دے چکا ہوگا اور قاصد کو میرا یہ خط دکھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اگر حجاج بن یوسف کا خون منجمد ہو چکا ہے تو شاید میری تحریر بھی بے سود ثابت ہو۔“

یہ ایک مظلوم مسلمان بیٹی کا خط ہے جو اس نے اپنے خون سے وقت کے سفاک ترین انسان کے نام لکھا۔ حجاج بن یوسف خط پڑھ چکا تو مارے غصے کے کپکپا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے اور منہ سے جھاگ اڑ رہی تھی۔ وہ دیوار کے پاس پہنچا اور سندھ کے نقشے میں خنجر پیوست کرتے ہوئے دھاڑا۔ ”میں سندھ کے خلاف اعلان جہاد کرتا ہوں۔“

تاریخ کے اس موڑ پر مؤرخ حیران کھڑا رہ جاتا ہے۔ ایک مظلوم بیٹی کا خط تاریخ کا دھارا موڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اس کے آنسوؤں کی حرارت سے حجاج کا پتھر دل پگھل جاتا ہے اور پھر اس کی فریاد پر لبیک کہنے والا محمد بن قاسم ہندوستان کے ظالمانہ نظام کو پاؤں تلے روند کر لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا نجات دہندہ بن جاتا ہے۔

شوہر سے محبت کا انداز

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے دیہات میں ایک اعرابیہ کو دیکھا جو بات نہ کرتی تھی۔ میں نے پوچھا ”کیا یہ گونگی ہے؟“ تو بتایا گیا کہ ”نہیں بلکہ اس کا شوہر اس کے حسین نغموں کو بہت پسند کرتا تھا جو وفات کر گیا ہے تو اس نے عہد وقسم اٹھائی ہے کہ وہ اس کے بعد کبھی بھی بات نہ کرے گی۔“

محترم قارئین! ۲۲ اگست کا روزنامہ جنگ اٹھایا تو ارشاد احمد حقانی صاحب کا کالم نظر سے گزرا۔ انہوں نے اپنے کالم میں دو خط شائع کئے تھے۔ یہ خط انہیں سرگودھا اور اسلام آباد سے موصول ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں خط لکھنے والی چار چار بہنیں تھیں۔ یہ خط فقط خط نہیں، یہ معاشرے کی ناانصافیوں تلے دبی بہنوں کی چیخ ہے۔ یہ ظالمانہ نظام کی زنجیروں میں جکڑی بیٹیوں کی سسکی ہے۔

آپ اس خط کا ایک ایک لفظ جوڑیں تو ایک تصویر ابھر آتی ہے۔ ایک ایک سفر کو ملائیں تو ایک خاکہ وجود

یں آتا ہے، یہ تصویر کسی اور کی نہیں، ہمارے اپنے معاشرے کی ہے۔ یہ خاکہ کسی غیر کا نہیں، ہمارے اپنے نظام کا ہے۔ آپ اس خاکے پر نگاہ ڈالیں، اس تصویر کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے دل سے ایک سرد آہ نکلے گی کہ جن عفت مآب بہنوں کے لئے ہم نے یہ دیس بسایا تھا، حیا کی پیکر جن بیٹیوں کے لئے ہم نے یہ گلشن سجایا تھا، آج یہی معاشرہ ان سے عصمت کی چادریں نوچنا چاہتا ہے۔ یہی نظام ان عفت کے آبگینوں کو ٹھیس لگانے کے درپے ہے۔

سرگودھا سے لکھا گیا خط ملاحظہ فرمائیے:

''پیارے بابا جانی ارشاد احمد حقانی صاحب!

السلام علیکم!

بابا جانی! ہم چار بہنیں ہیں، ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ باپ کو فوت ہوئے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔ ہماری ماں نے بڑی قربانیاں دے کر جوان کیا ہے۔ اس ظالم معاشرے نے ہمارے آنسو پونچھنے کے بجائے دو وقت کی روٹی کے بدلے آٹھ سال تک ہماری ماں کو در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا ہے۔ بابا جانی! ہماری ماں ہمیں جینے کے قابل بنا کر خود کئی خطرناک بیماریوں کو دامن میں سمیٹے بستر مرگ پر جا لگی ہے۔ ہم بہنیں محلے کے بچوں کو ٹیوشن اور قرآن پڑھا کر سر چھپائے بیٹھی ہیں۔ کسی مجبوری کے تحت باہر نکلیں تو اس ظالم معاشرے کے شیطان اور درندے باچھیں کھولے ہمارے آنچل نوچنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

بابا جانی! ہم نے یہ خط اپنے خون سے لکھا ہے، آپ اسے اپنے کالم میں چھاپیں۔ ہے کوئی ہمارا بھائی جو محمد بن قاسم بن کر آئے اور ہمارے ہاتھ پیلے کر جائے تاکہ ہم معاشرے میں عزت کی زندگی بسر کر سکیں اور ہماری ماں سکون

حسنین رضی اللہ عنہ کا عمر رسیدہ آدمی کو سمجھانے کا انداز

علامہ کردری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا اور اس طرح نماز پڑھی، اور جلد بازی میں وضو اور نماز کی مسنون طریقوں پر کوتاہی ہو گئی۔ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے سمجھانا چاہتے تھے، لیکن اندیشہ یہ ہوا کہ یہ عمر رسیدہ آدمی ہے اور اپنی غلطی سن کر کہیں مشتعل نہ ہو جائے۔ چنانچہ دونوں حضرات اس کے قریب پہنچے اور کہا: ''ہم دونوں جوان ہیں، اور آپ تجربہ کار آدمی ہیں۔ آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہوں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کر دکھائیں۔ اگر ہمارے طریقے میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو بتا دیجئے گا۔'' اس کے بعد انہوں نے سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی۔ بوڑھے نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا۔

سے مر سکے۔ بابا جانی! اگر آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو یہ ظالم درندے ہمارا سب کچھ لوٹ کر ہماری دنیا اندھیر بنادیں گے اور پھر ایک دن انصاف اللہ کی بارگاہ میں ہوگا۔

محترم قارئین! یہ خط پڑھ کر ہمیں امید کی کرن دکھائی دی۔ ایسا محسوس ہوا کہ شاید ایک بار پھر مظلوم بہن کا خط ظالمانہ نظام کی بنیادیں ڈھانے والا ہے۔ اس کے آنسو پتھر دلوں کو پگھلانے کا سامان بننے والے ہیں۔ اس کی فریاد ایک اور ''محمد بن قاسم'' کو جنم دینے والی ہے اور یہ خط، ہاں! خون سے لکھا یہ خط ہزاروں گھروں میں دبی چیخوں اور سسکیوں کو مسرت کے شادیانوں میں تبدیل کرنے والا ہے۔ مگر آرزوؤں کا یہ نخلستان جلد ہی اجڑ گیا۔ امیدوں کے یہ تاج محل تھوڑی ہی دیر میں زمین بوس ہوگئے۔ کوئی چیخ قہقہے میں تبدیل نہ ہوسکی، کسی سسکی کو خوشی کا شادیانہ بننا نصیب نہ ہوا، کوئی محمد بن قاسم جنم لے سکا اور نہ ظالمانہ نظام کی عمارت میں کوئی دراڑ ہی پڑسکی۔

ہاں فقط اتنا ہوا کہ جن بہنوں کے خط شائع ہوئے، انہیں زندگی میں سکون کے چند سانس نصیب ہوگئے۔ مگر وہ بدنصیب جن کی کسی اخبار تک رسائی نہیں، آج بھی اپنی آہوں میں جل رہی ہیں، اپنی سسکیوں میں سلگ رہی ہیں، اس لئے کہ میراوالا ہو یا بابا خیل، سرگودھا ہو یا اسلام آباد، ہم کسی ظلم کو ظلم نہیں سمجھتے، جب تک اخبارات واویلا نہ کریں، کوئی چیخ، کوئی فریاد ہمارے کانوں تک نہیں پہنچتی۔ جب تک ذرائع ابلاغ چلا نہ اٹھیں کوئی ناانصافی، کوئی زیادتی ہمیں نظر ہی نہیں آتی، جب تک میگزین رپورٹیں شائع نہ کریں۔ یہ اس لئے کہ ہم سب اندھے ہیں، بہرے ہیں، ہمارا نظام بھی اندھا ہے اور یہ اندھاپا ہمیں کسی اندھے غار کی طرف لے جارہا ہے۔

جواب سے عاجز کردینے والا عجیب فقہی مسئلہ

خلیفہ مامون عباسی نے اپنی دختر ام الفضل کی شادی حضرت محمد بن الجواد رحمۃ اللہ علیہ سے کرنی چاہی تو بہت سے عباسی گھر کے لوگ مانع مزاحم ہوئے۔ خلیفہ مامون نے فرمایا کہ ''ایسی تھوڑی سی عمر میں ایسا علم نہ میں نے دیکھا نہ سنا۔ تم میں کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی اس لڑکے سے مناظرہ نہیں کرسکتا۔ اور نہیں تو تم کسی کو بلالو۔ میں محمد جواد کو بلاتا ہوں۔''

یہ بات قرار پاگئی کہ کہ یحییٰ بن اکثم کو بلاؤ، وہ بڑے عالم فقیہ ہیں۔ ان سے مناظرہ کرایا جائے۔ ادھر یحییٰ آئے اور ادھر سے محمد جواد تشریف لائے۔ اول یحییٰ بن اکثم نے سوالات کئے۔ ان کے جوابات بھرے دربار میں محمد جواد نے بڑے دندان شکن دیئے۔ جب جوابات دے چکے تو خلیفہ مامون نے کہا کہ اے جواد تم بھی سوال کرو اور جواب لو۔ حضرت جواد نے یحییٰ سے ایک فقہی سوال کیا:

ماتقول فی رجل نظر الی امراۃ فی اول النہار شہرۃ فکان نظر الیہا حراما علیہ فلما ارتفع النہار رحلت لہ فلما ذالت الشمس

حرمت عليه فلما كان وقت العصر حلت له فلما غربت الشمس حرمت عليه فلما دخل العشا حلت له فلما انتصف الليل حرمت اليها فلما طلع الفجر حلت له فيما ذاحلت له وبما ذا حرمت عليه

''اے یحییٰ بتاؤ کیوں کر ہوسکتا ہے صبح کے وقت ایک مرد کے لئے ایک عورت کو ناجائز نگاہ سے دیکھنا حرام تھا جب دن چڑھ گیا تو اسی مرد کو اس عورت کا دیکھنا ہر طرح سے جائز ہوگیا۔ لیکن جب سورج ڈھلا تو پھر دیکھنا حرام ہوگیا مگر وہی عورت ہی مرد کو عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ مگر جب مغرب کا وقت ہوا تو پھر دیکھنا حرام ہوگیا۔ جب عشاء کا وقت آیا تو پھر حلال ہوا۔ جب آدھی رات آئی تو پھر اس عورت کو دیکھنا اس مرد کو حرام ہوا مگر وہی عورت اسی مرد کو صبح کے وقت پھر حلال ہوئی تو بتاؤ کیوں حرام ہوئی؟ اور کیوں حلال ہوئی؟ کیا بات پیدا ہوئی۔''

قیس بن عاصم کے حلم کا نصیحت آموز واقعہ

حضرت احنف بن قیس علیہ الرحمہ مشہور ولی اللہ تھے، آپ بڑے حلیم، رحمدل اور وسیع القلب تھے۔ آپ سے احباب نے پوچھا۔ ''آپ نے بردباری کس سے سیکھی؟''

فرمایا۔ ''قیس بن عاصم سے۔'' پھر ان کی بردباری کا یہ عجیب واقعہ بیان کیا۔ ایک دن قیس بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر چند مہمان آئے۔ مہمان نوازی کے لئے آپ نے بکری کا بچہ مسلم بھنوایا۔ آپ کی کنیز بکری کا مسلم بھنا ہوا بچہ اٹھا کر لا رہی تھی، اتفاقاً اسے ٹھوکر لگی، بکری کا بھنا ہوا بچہ قیس بن عاصم کے کمسن بیٹے پر گرا جو وہیں کھیل رہا تھا۔ آپ کا بیٹا اس حادثے کی تاب نہ لاکر فوت ہوگیا۔ کنیز خوف اور صدمہ کے مارے چیخیں مار کر بے ہوش ہوگئی۔ آپ اپنے بیٹے کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔ کنیز کو سنبھالنے اور تسلی دے کر اس کے دل سے خوف اور صدمہ کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ بار بار یہ فرماتے: ''اللہ کی بندی، تیری کوئی غلطی نہیں، تو کچھ خوف نہ کر، مجھے تجھ سے کوئی رنج نہیں۔''

جب کنیز کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا۔ ''میں نے تجھے اللہ کے لئے آزاد کیا، تو آزاد ہے۔''

یحییٰ ابن اکثم باوجود وسیع علم کے اس جواب میں عاجز اور لاچار ہوئے۔ محمد بن جواد رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی جواب فرمایا کہ ''یہ عورت دراصل کسی شخص کی لونڈی تھی۔ اس کو ایک اجنبی شخص نے بری نظر سے دیکھا، وہ دیکھنا اسے حرام تھا۔ مگر کچھ دن چڑھے اس اجنبی شخص نے اس لونڈی کو مول خریدا۔ اب دیکھنا اسے حلال ہوا۔ ظہر کے وقت اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اب یہ پھر غیر محرم ہوئی۔ اس کو دیکھنا پھر حرام ہوگیا۔ عصر کے وقت اس عورت سے نکاح کیا، اب دیکھنا حلال ہوگیا۔ مغرب کے وقت اس لونڈی منکوحہ سے ظہار کرلیا۔ یعنی ماں کی طرح حرام منہ سے کہہ دیا۔ اب اس کو دیکھنا حرام ہوا۔ عشاء کے وقت اس ظہار کے کفارہ میں غلام آزاد کیا۔ ظہار کا حکم ساقط ہوا۔ اب پھر دیکھنا حلال ہوگیا۔ جب آدھی رات ہوئی تو اس عورت کو طلاق دے دی، پھر اس کے لئے حرام ہوگئی۔ صبح کے وقت پھر رجوع کرلیا۔ حلال ہوگئی۔''

سب لوگ اس علمی کمال کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ مامون نے برسر دربار کہا ''اب تو میں اپنی دختر کا نکاح اس سے کر دوں؟''

سب نے اجازت دی۔ حضرت جواد رحمۃ اللہ علیہ کا عقد شریف ام الفضل بنت خلیفہ مامون سے ہوا۔ دین کی دولت خانہ زاد تو موجود تھے، اس کے طفیل دنیا کی بھی دولت نصیب ہوئی۔

عیب کی اطلاع کردینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو مجھ کو میرے عیب بتلا دے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اپنے عیوب پوچھا کرتے جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کوئی ایسی بات بھی میری تم تک پہنچی ہے جو تمہیں بری معلوم ہو انہوں نے عرض کیا اس بات سے مجھے معاف رکھئے۔

آپ نے باصرار پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے دستر خوان پر دو سالن جمع کئے اور آپ کے پاس دو لباس ہیں ایک رات کا اور ایک دن کا۔ آپ نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور سنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ ان دونوں سے تسلی رکھو کہ ان کی ایک وجہ ہے۔

شیطان نے تہجد کے لئے اٹھایا، کس وجہ سے؟

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک رات ان کی تہجد کی نماز قضا ہوگئی۔ انہوں نے اس کے افسوس کی وجہ سے صبح اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی۔ کچھ دنوں بعد پھر وہ رات کو سوئے ہوئے تھے۔ اس رات جہاد کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ تھی۔ تہجد کے قضا ہونے کا وقت قریب تھا۔ کوئی آدمی آیا اور اس نے انہیں پکڑ کر جگایا اور کہنے لگا۔ ''جی آپ اٹھیں اور جلدی سے نماز پڑھ لیں، تہجد کا وقت جا رہا ہے۔''

وہ بزرگ اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے ''تو تو میرا بڑا خیر خواہ ہے کہ عین وقت پر جگا دیا۔ تمہاری مہربانی، یہ تو بتا کہ تو کون ہے؟''

وہ کہنے لگا۔ ''میں شیطان ہوں۔''

انہوں نے کہا۔ ''شیطان تو کسی کو تہجد کے لئے نہیں جگاتا۔ تو نے مجھے کیسے جگا دیا؟ تم تو کسی کا بھلا نہیں چاہتے؟''

وہ کہنے لگا۔ ''میں آپ کا بھلا آج بھی نہیں چاہ رہا۔''

وہ بزرگ بڑے حیران ہوئے اور فرمایا کہ ''تو نے مجھے تہجد کے لئے جگایا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں بھلا نہیں چاہ رہا۔''

وہ مردود کہنے لگا ''وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی پہلے تہجد کی نماز قضا ہوئی تھی تو اس وقت آپ اتنا روئے تھے کہ آپ کو اس رونے پر اتنا اجر ملا کہ سالوں کی تہجد پر بھی اتنا اجر نہیں مل سکتا۔ آپ آج بھی سو گئے تھے، تہجد کا وقت جا رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر آپ آج بھی اتنا روئے تو آپ کو آج پھر اتنا اجر مل جائے گا، اس لئے میں نے بہتر سمجھا کہ آپ کو جگا دوں تا کہ آپ کو صرف ایک رات کی تہجد کا اجر ملے۔''

بار بار پریشان کرنے پر آپ ذرا بھی مکدر نہ ہوئے

ابوعثمان حبری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت کے بہانے بلایا جب آپ اس کے گھر گئے تو کہا کہ اس وقت تو مجھ سے کچھ بن نہیں سکا آپ وہاں سے پھر واپس آئے۔ جب بہت دور نکل آئے پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اس وقت موجود ہے اسی پر قناعت کیجئے جب وہ دروازے پر پہنچے تو جیسا پہلے کہا تھا ویسا کہا، پھر آپ لوٹ گئے اسی طرح کئی بار بلایا اور لوٹایا۔ مگر آپ ذرا مکدر نہ ہوئے۔ پھر وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ میں نے آپ کو آزمانا چاہا تھا سبحان اللہ کیا خلق ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو بات تو نے میری دیکھی وہ تو صفت کتے کی ہے کہ جب بلاؤ تو چلا آئے اور جب ہنکاؤ تو ہٹ جائے۔

ایک عظیم مسلمان سائنسدان

مغربی ممالک اس وقت سائنس اور ٹیکنالوجی کے امام تصور کئے جاتے ہیں۔ ایجاد و اختراع ان کی پہچان بن چکی ہے۔ کوئی سائنسی کارنامہ ان کی سند کے بغیر تسلیم نہیں کیا جاتا، مگر مغرب کے ان سائنسدانوں کو اس وقت سخت تعجب اور حیرت سے دوچار ہونا پڑا جب ان کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ امریکہ بلکہ دنیا کے سب سے بڑے، قیمتی اور ترقی یافتہ خلائی پروگراموں کو روبعمل لانے والے ادارے ناسا کا سب سے بڑا اور مرکزی سائنسدان ایک مسلمان ہے، جس کا تعلق اسلامی افریقی ملک مالی سے ہے اور اس کا نام شیخ دیارا ہے۔

شیخ دیارا جنہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم مالی کے دارالخلافہ باماکو میں حاصل کی۔ بعد ازاں فرانس کی مختلف یونیورسٹیوں سے ریاضی اور فزکس کی ڈگریاں لیں اور پھر ایک سال قبل امریکہ منتقل ہو گئے۔ وہاں ابتداء میں انہوں نے جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں فزکس کے پروفیسر کی حیثیت سے اپنی خدمات شروع کیں۔ اسی دوران وہ اپنی بے پناہ مقبولیت اور صلاحیت کی وجہ سے ناسا کے ذمہ داروں کی نگاہوں میں آ گئے۔ چنانچہ ناسا کی جانب سے انہیں خلائی گاڑیاں تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انہوں نے اب تک تین معروف خلائی گاڑیاں تیار کی ہیں جن میں سے ایک زہرہ سیارے، دوسرے سورج اور تیسری زحل کے لئے تیار کی گئی ہے اور آخر میں انہوں نے مریخ کے لئے پاتھ فائنڈر نامی گاڑی تیار کی ہے۔

بت کے منہ سے

لاالہ الااللہ محمدالرسول اللہ کا جاری ہونا

ابوجہل کے پاس بہت سے پتھر کے بت رکھے تھے، ایک پیتل کا بت تھا، اکثر ابوجہل اس کو اپنے کندھے پر اٹھائے پھرتا تھا۔ ایک دن اس بت کو اپنے کندھے سے اتارا، پہلے تو سجدہ کیا، پھر نہایت ادب سے یہ عرض کیا کہ ”اے ہمارے معبود تو دیکھتا ہے کہ محمد بن عبداللہ نے کس قدر تمہیں برا کہنا شروع کر دیا ہے، ہمیں آپ کی بے ادبی سے نہایت اذیت ہوتی ہے، اگر آپ ایسا کریں کہ محمد کے سامنے چل کر ان کے دین کو برا کہہ دیں تو آپ کا بڑا احسان ہوگا۔“

یہ سب بت کے سامنے عرض معروض کر کے بڑی تعظیم سے اس بت کو کندھے پر اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور یہ کہا کہ ''بس آپ ہمارے معبودوں کو بہت برا کہہ چکے ہیں۔ آج ہمارا معبود منہ در منہ آپ کو برا کہے گا اور آپ کا جواب دے گا۔''

یہ کہہ کر اس بت کو ابوجہل نے اپنے کندھے سے اتار کر حضور ﷺ کے سامنے رکھا اور بت کو اشارہ کیا۔ وہ بت فوراً اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر جنبش کرنے لگا۔ پھر تو ابوجہل اور اس کے ہمراہی نہال نہال ہوگئے اور بڑے خوش ہوئے کہ آج مراد پوری ہوئی۔ کچھ جنبش کے بعد بت کے اندر سے آواز آئی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لیجئے اب تو وہ کافروں کے باطل خدا بت بھی مسلمان ہونے لگے۔

ابوجہل اور دوسرے لوگ کس خیال میں تھے۔ وہاں پر غیب سے اور ہی کچھ ظاہر ہو گیا۔ ابوجہل نہایت ہی ذلیل ہوا اور یہ کہا کہ محمد نے ہمارے معبود پر جادو کر دیا۔ پہلے تو اس بت کو بڑی تعظیم و توقیر سے کندھے پر اٹھا کر لائے تھے۔ جب مقصود کے خلاف ظاہر ہوا تو اس بت کا پتھروں سے چورا چورا کر دیا، توڑ کر پھینک دیا کیونکہ جب بت سے حق ظاہر ہوا اور وہ ابوجہل کی خواہش کے خلاف تھا اس معبود کو بھی ذلیل کر کے پھینک دیا۔

مستحق آگ پر راکھ کا پڑنا

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کسی روز سوار ہو کر کسی کوچہ میں گذرے اوپر سے کسی نے راکھ پھینک دی اور آپ اتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑوں پر سے راکھ جھاڑ دی اور کچھ نہ کہا لوگوں نے کہا کہ آپ نے راکھ ڈالنے والے کو جھڑکا نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تھا تو اس پر راکھ پڑے تو اس کو غصہ کرنا مناسب نہیں۔

ارءیت من اتخذ الٰہ ھواہ

''اے نبی تم نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا ہے۔''

وہ یہی ابوجہل لعین تھا کہ معبود بھی اس کے خواہش کے خلاف ہوگیا تو وہ بھی چھوڑ دیا گیا، بلکہ توڑ دیا گیا۔

اسلام نے مسلمانوں کو خود مختار شہنشاہ با اختیار کی پرستش کی تعلیم فرمائی:

فعال لما یرید

''بہت جلدی کرنے والا جو کچھ چاہے۔'' اس خدا کی صفت بتائی۔

سبحان اللہ۔ جس کعبہ کی عرب کے نزدیک بڑی تعظیم تھی، خلیل اللہ کی تعمیر کو خدا کا گھر مانا جاتا تھا اس کی یہ درگت تھی

کہ علاوہ سینکڑوں بتوں کے وہاں جمع کرنے، بت پرستی کرنے کے علاوہ عورت مرد ننگے مادرزاد طواف کیا کرتے تھے۔

جنت کے باغ کا ایک پتا

مسجد اقصیٰ کے اندر بائیں طرف ایک کنواں ہے، جس کو بیر الورقہ کہتے ہیں۔ یعنی پتا والا کنوں۔ اس کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔

قاضی مجیر الدین حنبلی الانس فی تاریخ القدس میں فرماتے ہیں کہ کہ عطیہ ابن قیس سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت کا ایک شخص اپنے پیروں سے چل کر دنیوی زندگی کی حالت میں جنت میں ضرور داخل ہوگا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المقدس میں بکثرت مسلمان نماز ادا کرنے کے لئے جاتے تھے۔ چنانچہ شریک ابن حبان اپنے ہمراہیوں کے وضو کے لئے پانی لانے کے لئے کنواں پر پہنچے۔ جب ڈول کنواں میں ڈالی تو رسی ٹوٹ گئی تو وہ اس کو نکالنے کے لئے اس کے اندر اتر گئے تو دیکھا کہ ایک طرف دروازہ ہے جو ایک شاداب باغ کی طرف کھلتا ہے۔ دروازہ کے اندر داخل ہو کر باغ میں پیدل چلے پھرے اور درخت کا ایک ہرا پتا توڑ کر کان کے پیچھے لگالیا اور کنوئیں سے باہر نکلے اور لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ سب کو نہایت تعجب ہوا۔ اس کی تحقیقات کے لئے کئی آدمی کنوئیں میں اترے مگر ان لوگوں کو وہ دروازہ نظر نہ آیا۔

اس واقعہ کی اطلاع بارگاہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ آپ نے اس حدیثی پیشین گوئی کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ اچھا دیکھو وہ پتا ہرا رہتا ہے یا خشک ہو جاتا ہے۔ اگر ہمیشہ ہرا رہے تو ضرور جنت کا پتا ہوگا کیونکہ جنت کی چیزوں میں تغیر نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ وہ جوں کا توں ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پھر وہ جنت کا پتا کیا ہوا؟ اس کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

ہلاکو خان کی فتح اور تین واقعات

یہاں میں تین واقعے عرض کرنا چاہتا ہوں، جن میں ہمارے لئے عبرت ونصیحت کا بے پناہ ذکر ہے۔

پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ بغداد کو فتح کر لینے کے بعد ہلاکو خان نے اپنے ساتھیوں معتصم باللہ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تو سب نے یہی مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ مگر دو نام نہاد مسلمان اور غدار یعنی نصیر الدین طوسی اور علقمی جو ہلاکو خان کے دربار میں موجود تھے، انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت آپ اس خلیفہ کے گندے خون سے اپنی تلوار کو ناپاک نہ کریں، بلکہ اس کو چمڑے میں لپیٹ کر کچل دیں۔

ہلاکو نے اس کی ذمہ داری علقمی کے سپرد کی جو کہ معتصم کا وزیر رہ چکا تھا۔ علقمی نے اپنے آقا کو چمڑے میں لپیٹ کر ایک ستون سے باندھا، پھر اس پر لاتوں کی بارش کر دی، یہاں تک کہ اس کا دم نکل گیا۔ پھر اس پر بھی بس نہیں کی، بلکہ اس کے بعد اس کی لاش زمین پر ڈال دی اور تاتاریوں کو اس لاش پر اچھلنے کودنے اور کچلنے کا حکم دیا۔

مسلمان کو دھوکے سے بچانا

ابو عبداللہ خیاط کے حال میں لکھا ہے کہ آپ دوکان پر بیٹھتے اور کپڑے سیتے ایک مجوسی جو آپ سے دشمنی رکھتا تھا اپنا کپڑا سلواتا اور کھوٹے درہم مزدوری میں دیتا آپ ان کو لے کر واپس نہ کرتے اور نہ اس کو خبر کرتے۔

ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپ کو نہ پایا۔ آپ کا شاگرد بیٹھا تھا اس کو اجرت دے کر اپنا کپڑا مانگا۔ شاگرد نے کھوٹا درہم دیکھ کر پھیر دیا۔ جب عبداللہ آئے تو ان سے حال کہا۔

آپ نے فرمایا تو نے برا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہے اور میں چپ چاپ اجرت لے کر کنوئیں میں ڈال دیتا ہوں تا کہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ دے۔

دوسرا واقعہ یہ کہ جب تاتاری عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے تھے اور مسلمانوں کا خون بے دریغ بہا رہے تھے تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان کو ان کے خلاف جہاد کرنے کے لئے ابھارا، مگر کئی فقہاء اور علماء کا اس کے بارے میں اختلاف ہو گیا کہ تاتاریوں کے خلاف جنگ کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ تاتاری تباہی مچا رہے تھے اور مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے۔

تیسرا واقعہ یہ کہ خلیفہ نے کئی خفیہ زمین دوز حوض بنا رکھے تھے، جن میں جواہرات اور اشرفیوں کی تھیلیاں بھری

ہوئی تھیں۔ ہلاکو خان نے یہ سب خزانے اپنے قبضے میں لے لئے اور خلیفہ کو نظر بند کر دیا۔ خلیفہ کو سخت بھوک لگی اس نے کھانا مانگا تو ہلاکو خان نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ جواہرات کا ایک طشت بھر کر خلیفہ کے سامنے لے جاؤ اور کہو کہ یہ کھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ خلیفہ نے کہا ''میں ان کو کیسے کھا سکتا ہوں۔ میرے لئے تو روٹی لاؤ۔''

ہلاکو خان نے اسے بڑی عبرت آمیز بات کہی۔ کہا کہ ''جس چیز کو تم نہیں کھا سکتے اس کو حوضوں میں بھر کر کیوں رکھا ہے، اسے اپنی اور لاکھوں مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے کیوں خرچ نہ کیا اور سپاہیوں کو کیوں نہ دیا تا کہ وہ تمہاری طرف سے بہادری کے ساتھ لڑتے اور تمہارا ملک بچاتے۔''

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز زندگی کی ضمانت کیسے دے

بچہ مدرسے سے گھر آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، ماں پر نظر پڑتے ہی وہ زور وشور سے رونے لگا۔ ماں نے خیال کیا، بچہ بھوکا ہے، اسے کھانا دیا۔ لیکن اس کا رونا بند نہ ہوا۔ اب تو ماں پریشان ہوگئی، اس سے اس طرح رونے کا سبب پوچھا، اس نے بتایا ''میرے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ چکے ہیں، ان پر پیوند لگے ہیں، آپ ہیں کہ پیوند ہی لگائے چلی جاتی ہیں، مگر ماں......! اب تو پیوندوں کے لئے بھی جگہ نہیں بچی۔ میرے ساتھی میرا مذاق اڑاتے ہیں کہ اتنے بڑے باپ کا بیٹا ہوکر اس برے حال میں مدرسے آتا ہے، اس لئے جب تک آپ نئے کپڑے بنوا کر نہیں دیں گی، میں مدرسے نہیں جاؤں گا، میں کچھ نہیں جانتا، جہاں سے ہو، جیسے ہو، میرے لئے کپڑے بنوا کر دیں۔''

صبر کی انتہاء

احنف بن قیس سے پوچھا گیا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگوں نے کہا کہ ان کے حلم کا کیا حال ہے آپ نے کہا ایک روز وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے ان کی لونڈی ایک سنیچہ جس پر کباب چڑھے تھے لے کر آئی تو اس کے ہاتھ سے وہ چھوٹ کر ان کے ایک صغیر سن لڑکے پر گرا کہ اس کے صدمے سے وہ لڑکا مر گیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کچھ خوف نہ کر میں نے تجھے للہ آزاد کیا۔

بچے نے یہ ساری باتیں اس قدر درد بھرے انداز میں کہیں کہ ماں کا دل بھر آیا۔ برداشت نہ کر سکی۔ فوراً بولی۔ ''اچھا بیٹا! میں آج ہی تمہارے لئے نئے کپڑے کا انتظام کر دوں گا۔''

تھوڑی دیر گزری تھی کہ بچے کے والد آ گئے۔ یہ کوئی مزدور یا غریب آدمی نہیں تھے، اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت کے خلیفہ تھے۔ ان کا نام عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ماں بھی آخر ملکہ تھی۔ ان سے بولی۔

''دیکھئے! میں نے آپ کی مکمل اطاعت کی، میں ایک بادشاہ کی بیٹی ہوں، آپ کے گھر آئی۔ زیورات سے لدی ہوئی تھی، آپ نے کہا میرے گھر میں رہنا ہے تو تمام زیورات بیت المال میں جمع کرانا ہوں گے۔ میں نے کرا دیئے، کوئی چوں چرا نہ کی۔ اپنی تمام جائیداد حکومت کے حوالے کر دی، ملکہ ہو کر روکھا پھیکا کھاتی ہوں، شکایت نہیں کرتی۔ لیکن میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے بچے کو مدرسے میں طعنے دیئے جائیں، جہاں سے بھی ہو، جیسے بھی ہو، اس کے لئے بازار سے کپڑے منگوا دیں۔''

ملکہ نے یہ باتیں ایسے درد بھرے انداز میں کہیں کہ باپ کا دل بھی بھر آیا۔ مگر پاس کچھ نہیں تھا۔ بیت المال کے خزانچی کو رقعہ لکھا کہ ''اس ماہ کی تنخواہ میں سے کچھ رقم پیشگی دے دیں۔ تنخواہ میں سے کاٹ لیجئے گا۔''

خزانچی بھی آخر انہی کے تھے۔ انہوں نے اسی رقعے کی پشت پر لکھ دیا ''آپ مجھے یہ ضمانت دے دیں کہ اس مہینے کے آخر تک آپ زندہ رہیں گے تو میں رقم دے دیتا ہوں، اگر یہ ضمانت نہیں دے سکتے تو میں معذور ہوں، رقم نہیں دے سکتا۔''

گالیاں دینے والے کو ایذا سے بچانا

احنف بن قیس کو ایک شخص نے گالیاں دینی شروع کیں، آپ چپ چاپ چلے گئے، جب محلے کے قریب پہنچے تو ٹھہر کر اس سے کہا کہ اگر کچھ اور جی میں رہا ہو تو وہ بھی اب کہہ لے، ایسا نہ ہو کہ محلے کا کوئی بے وقوف تیری آواز سنے تو تجھے ایذا دے۔

اب خلیفہ زندگی کی ضمانت کیسے دے۔ چنانچہ بیٹے سے کہا۔ ''میرے بچے! انہی کپڑوں میں مدرسے جاؤ۔ بچے مذاق اڑاتے ہیں تو اڑانے دو، شرمانے کی ضرورت نہیں، فخر سے جواب دو۔ میرا باپ خلیفہ ہے تو کیا ہوا، وہ نئے کپڑے بنانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ غریب ہونا کوئی عیب نہیں۔''

سر پر تیل کی مالش کے طبی فوائد

وہ اپنی کار میں ایک دیہات سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا، ایک نوجوان ایک بوڑھے آدمی کے سر کی مالش کر رہا ہے۔ وہ سمجھا کوئی سنگین معاملہ ہے، چنانچہ حالات معلوم کرنے کے لئے اس نے کار روک لی اور اس نوجوان سے پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟''

اس نے بتایا۔ ''یہ میرے والد ہیں، یہ کچھ عرصہ پہلے پاگل ہو گئے تھے، بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اپنے والد کے سر پر تیل سے روزانہ مالش کرو، میں ایسا کرنے لگا۔ آج ایسا کرتے ہوئے مجھے ستائیسواں روز ہے، اب میرے والد بالکل تندرست ہیں، پاگل پن کی علامات بالکل غائب ہو چکی ہیں۔''

کاروالا شخص یہ سن کر بہت حیران ہوا۔ وہ کینیڈا کا ایک بڑا ڈاکٹر تھا، اس کا نام سر جیمز سا گم تھا۔ اس نے مریض کا غور سے معائنہ کیا، وہ تندرست تھا۔ اس کی سابقہ رپورٹیں پڑھیں، ان رپورٹوں کے مطابق وہ شخص واقعی پاگل ہو گیا تھا۔ سر جیمز کا پہلے خیال یہ تھا کہ سر پر تیل لگانا اور مالش کرنا وقت اور پیسہ ضائع کرنا ہے، لیکن اس تجربے کے بعد اس کے خیالات بالکل بدل گئے۔

آیئے دیکھیں، اس معاملے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عمل تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگاتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو کنگھی کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامے کے نیچے ایک کپڑا رکھتے تھے تاکہ پگڑی چکنی نہ ہو۔ وہ کپڑا تیل کی کثرت کی وجہ سے کسی تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

جدید سائنس نے اب یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ سر پر تیل لگانا اور مالش کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

شیطان نے بھی سچ بول دیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صدقے کے مال کی حفاظت کر رہے تھے۔ یہ کام ان کے سپرد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ رات کے وقت انہوں نے ایک شخص کو مال کی طرف آتے دیکھا۔ اندر آتے ہی وہ غلہ بھرنے لگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اسے دبوچ لیا اور رسی سے باندھ دیا۔ پھر اس سے فرمایا۔ ”صبح میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

وہ لگا منتیں کرنے ”میں محتاج ہوں، بال بچوں والا ہوں، سخت ضرورت مند ہوں، مجھے چھوڑ دو۔“ انہیں اس پر ترس آ گیا۔ چنانچہ چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ”تمہارے رات والے قیدی کا کیا بنا؟“

انہوں نے عرض کیا۔ ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے شدید حاجت اور بال بچوں کا واسطہ دیا تھا، اس لئے مجھے اس پر رحم آ گیا، میں نے اسے چھوڑ دیا۔“

غلام کو آزاد کر دیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے غلام کو پکارا، وہ نہ بولا تو آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا تو آپ خود اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہیں؟

اس نے عرض کیا سنا تو تھا۔

آپ نے پوچھا کہ پھر جواب کیوں نہیں دیا؟

اس نے عرض کیا کہ مجھ کو خوف تو تھا ہی نہیں کہ آپ ماریں گے اس لئے کسل کر گیا آپ نے فرمایا کہ میں نے للہ تجھے آزاد کیا۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''وہ جھوٹا ہے، پھر آئے گا۔''

آپ ﷺ کی بات سن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یقین آ گیا کہ وہ رات کو پھر آئے گا، کیونکہ یہ آپ ﷺ کا فرمان تھا۔ چنانچہ رات کے وقت وہ اس کا انتظار کرنے لگے۔ واقعی رات کو پھر آ گیا اور غلہ بھرنے لگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور کہا ''صبح میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا۔''

وہ پھر منت سماجت کرنے لگا کہ ''مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، بال بچوں والا ہوں، اب نہیں آؤں گا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پھر اس پر ترس آ گیا اور انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا۔ ''ابوہریرہ! تمہارے رات والے قیدی کا کیا بنا؟''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''اے اللہ کے رسول (ﷺ) اس کی منت سماجت پر مجھے ترس آ گیا، اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ابوہریرہ! اس نے تم سے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا۔''

تیسری رات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پھر اس کا انتظار کرنے لگے۔ آخر وہ آ گیا اور غلہ بھرنے لگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور کہا ''آج تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، آپ ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔''

اس پر اس نے کہا۔ ''تم مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں چند ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا اور وہ یہ ہیں، جب تم سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو، اس سے اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ صبح تک یہ آیت اللہ کی طرف سے تمہاری نگہبان ہوگی اور شیطان تمہارے نزدیک نہیں آ سکے گا۔''

چالیس برس سے روٹی نہیں کھائی

سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جرجانی کی پاس ستو دیکھے کہ روکھے پھانک رہے تھے میں نے کہا یہ کس باعث سے آپ کرتے ہیں۔

کہا میں نے چبانے اور پھانکنے کا جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چبانے میں زیادہ دیر لگتی ہے اور اسی لئے چالیس برس سے میں نے روٹی کھانی چھوڑ دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ ''ابوہریرہ! تمہارے قیدی کا کیا بنا؟''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے مجھے آیۃ الکرسی کے کلمات سکھائے، جن سے اللہ بہت نفع دے گا۔''

ان کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اس نے تمہیں صحیح بات بتائی، لیکن وہ خود بڑا جھوٹا ہے۔ جانتے ہو وہ کون تھا؟"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے نہیں معلوم۔"

آپ ﷺ نے فرمایا۔ "وہ شیطان تھا۔" یہ واقعہ بخاری اور مشکوٰۃ میں منقول ہے۔

امام اعظمؒ کی نکتی سنجی اور معاملہ فہمی

ایک دفعہ دو میاں بیوی آپس میں خلوت کے لمحات میں تھے۔ خاوند بات کرنا چاہتا تھا، مگر بیوی کچھ ناراض ناراض سی تھی۔ حتیٰ کہ خاوند نے غصہ میں کہہ دیا "اللہ کی قسم! جب تک تو نہیں بولے گی تو میں بھی تیرے ساتھ نہیں بولوں گا۔" جب خاوند نے قسم اٹھایا تو بیوی نے بھی قسم اٹھادی کہ "اللہ کی قسم! جب تک تو پہلے نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔" اب وہ بھی چپ یہ بھی چپ۔ رات تو گذر گئی۔ صبح کو دماغ ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ کوئی تو حل ہونا چاہئے۔ چنانچہ وہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ انہیں سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ "اب اس کا کیا حل ہے؟"

سوکھا ہوا آٹا کھالیتے

عتبہ رضی اللہ عنہ اپنا آٹا گوندھ کر دھوپ میں رکھ دیتے جب سوکھ جاتا تو کھا لیتے اور کہتے ایک ٹکڑے اور نمک پر رہنا چاہئے یہاں تک کہ آخرت میں بھنا ہوا گوشت اور عمدہ کھانا تیار ہو جائے اور کٹورہ اٹھا کر ٹھلیا میں سے پانی پیتے جو تمام دن دھوپ میں رہتی تھی۔ آپ کی لونڈی کہتی کہ اگر اپنا آٹا آپ مجھ کو دیا کریں تو میں پکا دیا کروں گی۔ اور پانی ٹھنڈا کر دیا کروں گی۔

آپ جواب دیتے کہ غرض بھوک کے کتے کا روکنا ہے سو یوں بھی رک جاتا ہے۔

فرمایا۔ "دونوں میں جو پہل کرے گا وہ حانث بن جائے گا۔" اس دور میں جو حانث بن جاتا تھا اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی، کیونکہ وہ معاشرے میں اعتبار کے قابل نہیں رہتا تھا۔ لہٰذا دونوں کی خواہش تھی کہ قسم ہماری نہ ٹوٹے۔ اب دونوں پریشان۔ خاوند کو خیال آیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھنا چاہئے۔ چنانچہ ان کے پاس پہنچا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا "کیا ہوا؟"

کہنے لگا۔ "حضرت! میں بیوی کو بلا رہا تھا، مگر وہ بولتی نہیں تھی، مانتی نہیں تھی، میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! جب تک تو مجھ سے نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا۔ وہ تو لڑنے کے لئے پہلے ہی تیار تھی، اس نے بھی قسم اٹھالی کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ اب ہم پھنسے ہوئے ہیں۔"

حضرت نے فرمایا۔ ''جاؤ تم اس کے ساتھ بات کرو، تمہاری بیوی ہے۔ میاں بیوی بن کر رہو۔''
خاوند ہنستا مسکراتا گھر آیا اور کہنے لگا۔ ''میڈم! کیا حال ہے؟'' ہیلو، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟''
بیوی نے کہا۔ ''بس تو حانث بن گیا۔''
کہنے لگا۔ ''میں تو حانث نہیں بنا۔''
اس نے کہا۔ ''وہ کیوں؟''
کہنے لگا۔ ''میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر آیا ہوں۔''
اس دور میں علمی ذوق بہت زیادہ تھا۔ بیوی کہنے لگی ''اچھا میں ابھی جا کر مسئلہ پوچھتی ہوں۔''
میاں بیوی پہلے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے، ان کو جا کر بتایا تو وہ کہنے لگے۔ ''ابوحنیفہ تو حرام کو حلال کرتا پھر رہا ہے۔ چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، انہوں نے کیسے یہ مسئلہ بتا دیا۔''
جب یہ سب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ ''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تم نے حرام کو حلال کیسے کر دیا؟''
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر کہنے لگے۔ ''حضرت! میں نے تو حرام کو حلال نہیں، حلال کو حلال کیا ہے۔ آپ ان سے سنیں تو سہی وہ کیا کہہ رہے ہیں۔''
حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ ''کیا کہہ رہے ہیں؟''
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ ''حضرت! پہلے خاوند نے کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا۔ اس کے جواب میں بیوی نے بھی قسم اٹھا دی، آپ دیکھیں تو سہی وہ کس سے بات کرتے ہوئے قسم اٹھا رہی ہے، خاوند سے تو بات کر رہی ہے۔ لہذا خاوند کی قسم پوری ہوگئی، اب بیوی کی قسم باقی تھی، اس لئے میں نے خاوند سے کہا کہ جاؤ تم اس سے بولو تو اس کی بھی قسم پوری ہو جائے گی، تم دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گزارو۔'' سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اس نکتہ سنجی اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

چالیس برس تک دودھ نہیں پیا

مالک ابن دینار کے بارے میں کہتے ہیں کہ چالیس برس دودھ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز ان کے پاس ترچھوارے ہدیہ آئے اور لوگوں نے ان کو کھانے کا اصرار کیا آپ نے کہا تم ہی کھالو۔ میں نے چالیس برس سے ان کو نہیں چکھا۔

چغل خوری کی وجہ سے دو جانوں کا قتل

کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور بیچنے والے نے اس کو بتادیا تھا کہ ''اس غلام میں چغل خوری کی عادت ہے۔'' مگر خریدار نے اس کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور بے فکر ہو کر اس غلام کو خرید کر گھر لے آیا۔

اس غلام کو آئے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے کہ اپنی عادت کے مطابق اس نے آقا کی بیوی سے کہا ''تمہارے خاوند تمہیں دوست نہیں رکھتے، وہ چاہتے ہیں کہ کوئی خوبصورت لونڈی خرید لیں اور اسے اپنے پاس رکھیں۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اپنے شوہر کو اپنے اوپر مہربان بنالو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک تیز استرا لے کر جب وہ سوئے ہوئے ہوں تو ان کی داڑھی کے اندر کے چند بال مونڈ کر اپنے پاس رکھو۔''

ادھر تو اس غلام نے عورت کو یہ پٹی پڑھائی اور ادھر آقا کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ''جناب آپ کی بیوی نے ایک اجنبی شخص سے تعلق پیدا کرلیا ہے اور اسے اس قدر محبت کرتی ہے کہ اس کی محبت کے نشہ میں آپ کے قتل کرنے کی فکر میں لگی ہوئی ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس طرح آزمائش کیجئے کہ آپ گھر جائیں تو آنکھیں بند کر کے لیٹے رہیں، جس سے آپ کے سونے کا یقین ہو جائے، پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے؟''

چنانچہ جب یہ شخص گھر جا کر لیٹ رہا اور عورت نے جان لیا کہ اب یہ سو گیا ہے تو وہ اس کی داڑھی کے بال مونڈنے کے لئے دھاردار استرا لے کر آئی، جس سے اس کے شوہر کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ عورت میرے قتل پر آمادہ ہے۔ اس نے فوراً عورت کے ہاتھ سے استرا چھین کر اس عورت ہی کو قتل کر ڈالا۔ بس اب کیا تھا، جب ورثاء نے یہ واقعہ سنا تو جوش انتقام میں آگ بگولہ ہو گئے، آؤ دیکھا نہ تاؤ، آتے ہی اس شخص کو قتل کر ڈالا۔ (خیر المونس)

حفاظت عفت کے لئے امام اعظمؒ کی انوکھی تدبیر

مام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدین دو طرح کے تھے۔ بعض لوگ ان کی علمیت اور قبولیت کی وجہ سے حسد کرتے تھے، ایسے لوگوں کا کوئی علاج نہیں ہوا کرتا جیسے ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ ''حضرت! ہم نے سنا ہے کہ آپ مسائل کا جواب دیتے ہیں۔''

فرمایا۔ ''ہاں! پوچھو۔''

کہنے لگا۔ ''آپ بتا سکتے ہیں کہ پاخانہ کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟'' کوئی شریف انسان بھلا ایسا سوال کر سکتا ہے؟

مگر حاسد تھا، ایذا دینا چاہتا تھا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ دی تھی۔ فرمایا۔ ''اس کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے۔''

وہ حیران ہوا اور دلیل پوچھ لی۔ فرمایا۔ ''نمکین چیز پر مکھی کبھی نہیں بیٹھتی۔''

اسی طرح ایک مرتبہ حاسدین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذلت و رسوائی کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ آخری وار یہی ہوتا ہے۔ یہی کام منافقین نے کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تھا۔ اسی طرح قارون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اسی قسم کا حیلہ کیا تھا کہ ایک عورت کو آمادہ کیا کہ ''جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوں تو مجمع میں کہہ دینا کہ انہوں نے مجھ سے گناہ کا مطالبہ کیا تھا۔ بے عزتی ہو جائے گی اور مجھے زکوٰۃ نہیں دینی پڑے گی۔''

آپ وصیت سن لیں

تاریخ میں اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔ چنانچہ حاسدین نے سوچا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن پر ایسا دھبہ لگا دیا جائے کہ لوگ بدظن ہو جائیں۔ لہٰذا انہوں نے جواں عمر بیوہ عورت سے رابطہ کیا کہ ''کسی حیلہ سے امام صاحب کو اپنے گھر بلا، ہم تمہیں اس کے بدلے میں بھاری رقم ادا کریں گے۔''

عورت بے چاری پھسلتی بھی جلدی ہے اور پھسلاتی بھی جلدی ہے۔ وہ جھانسے میں آ گئی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب رات کو گھر جاتے وقت اس عورت کے گھر کے سامنے سے گزرے تو عورت باپردہ ہو کر نکلی اور کہنے لگی۔ ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ! میرا خاوند فوت ہو رہا ہے، وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے، اور وہ وصیت میری سمجھ میں نہیں آ رہی، خدا کے لئے آپ وہ سن لیں۔''

آپ گھر میں داخل ہوئے۔ عورت نے دروازہ بند کر دیا۔ کمروں میں چھپے ہوئے حاسدین باہر آ گئے اور کہنے لگے ''ابوحنیفہ! آپ رات کے وقت ایک علیحدہ مکان میں اکیلی نوجوان عورت کے پاس برے ارادے سے آئے ہیں۔''

چنانچہ اس عورت کو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ حاکم وقت تک بات پہنچی تو اس نے کہا کہ انہیں فی الحال حوالات میں بند کر دیا جائے، میں صبح کے وقت کارروائی مکمل کروں گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اس عورت کو ایک تاریک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ باوضو تھے، لہٰذا وہ نوافل

نمک سے توبہ

احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ابوسلیمان دارانی کا دل ایک بار گرم نمکین روٹی کو چاہا۔ میں سامنے لے گیا آپ نے ایک بار دانت سے کتر کر چھوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت ہی محنت و مشقت کے بعد تو نے میری آرزو جلد عنایت کی۔ اب میں پکی توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما۔ احمد کہتے ہیں کہ پھر کبھی زندگی بھر نمک نہ کھایا۔

پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ جب کافی دیر گزر گئی تو اس عورت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ "میں نے اتنے پاکدامن شخص پر بہتان لگایا ہے"

جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کا سلام پھیرتو وہ عورت کہنے لگی۔ "آپ مجھے معاف کر دیں۔" پھر اس نے ساری رام کہانی (جھوٹی کہانی) سنادی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اچھا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا، اب میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں تاکہ ہم اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔"

اس نے پوچھا۔ "وہ کیا؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "تم اس پہریدار کی منت سماجت کرو کہ لوگ مجھے اچانک پکڑ کر لے آئے ہیں، مجھے ایک ضروری کام سمیٹنے کے لئے گھر جانا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں وہ کام کرسکوں۔ پھر جب پہریدار مان جائے تو تم میرے گھر چلی جانا اور میری بیوی کو صورتحال بتادینا تاکہ وہ تمہارے اسی برقعے میں لپٹ کر یہاں میرے پاس آجائے۔"

چالیس دن تک نفس کو یہ ترکاری نہ کھلاؤں گا

مالک بن منیغم فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے بازار میں جارہا تھا ایک ترکاری دیکھی میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجھ کو یہ کھلادے۔

میں نے قسم کھائی کہ چالیس ۴۰ روز نہ کھلاؤں گا۔

عورت نے رودھو کر پولیس والے کا دل موم کر لیا اور یوں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ صاحبہ حوالات میں ان کے پاس پہنچ گئیں۔ جب صبح ہوئی تو حاکم وقت نے طلب کیا کہ "امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اس عورت کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔" حاسدین کا جم غفیر موجود تھا۔ جب پیشی ہوئی تو حاکم نے کہا کہ ابو حنیفہ! تم اتنے بڑے عالم ہو کر بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہو؟"

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

حاکم نے کہا کہ "آپ ایک نامحرم عورت کے ساتھ رات کے وقت ایک مکان میں اکیلے دیکھے گئے ہیں۔"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "وہ نامحرم نہیں ہے۔"

حاکم نے پوچھا۔ "پھر وہ کون ہے؟"

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "ان کو بلاؤ، تاکہ شناخت کریں۔"

وہ آئے اور انہوں نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ "یہ تو میری بیٹی ہے۔ میں نے فلاں مجمع میں ان کا نکاح ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کردیا تھا۔" چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد فہم کی وجہ سے حاسدین کی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی

اوران کی سازش خاک میں مل گئی۔

میرے بیٹے نے مجھے آگ سے بچالیا

ایک مرتبہ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقبرہ کی قبریں شق ہوگئی ہیں اوراس کے مردے قبروں کے باہر بیٹھے ہیں، جن میں سے ہرایک کے سامنے ایک نورانی طباق ہے، مگران میں ایک آدمی ایسا بھی ہے جس کے سامنے وہ نورانی طباق نہیں ہے۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ ''آخر تیرے سامنے یہ نورانی طباق کیوں نہیں ہے؟''

تواس نے بتایا کہ:

''ان سب لوگوں کی اولاد اور احباب ایسے ہیں جو ان کے لئے دعائیں کرتے اور صدقہ دیتے رہتے ہیں۔ اسی کا یہ نور ہے جو آپ ان کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ مگر میرا لڑکا نہ تو میرے لئے دعا کرتا ہے نہ صدقہ دیتا ہے، کیونکہ وہ نیک بخت اور دیندار نہیں ہے، اس وجہ سے آپ میرے سامنے وہ نور نہیں دیکھ رہے ہیں جس کی وجہ سے میں اپنے ہمسایوں سے بہت ہی شرمندہ ہوں۔''

چنانچہ خواب سے بیدار ہوکر حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے لڑکے کو بلا کر اپنے خواب کا حال بتایا۔ جس کو سن کر لڑکے نے اپنے افعال سے توبہ کی اوراطاعت الٰہی کے ساتھ اپنے باپ کے لئے صدقات اور دعاؤں میں مصروف ہوگیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پھر حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقبرہ کے مردوں کو اسی حالت میں دیکھا تو اس شخص کے سامنے ایسا نور تھا جو آفتاب سے زیادہ روشن تھا۔ اب اس شخص نے عرض کیا کہ ''ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کی کوشش سے میرے بیٹے نے مجھے آگ سے بچالیا اور میں اپنے ہمسایوں میں اس شرمندگی سے بھی چھوٹ گیا جو مجھے لاحق تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے۔'' (قلیوبی)

> **عمر بھر دودھ نہ پینے کا عہد**
>
> یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ میں نے دنیا کو چالیس برس سے چھوڑ دیا ہے میرا دل دودھ کو چالیس برس سے چاہتا ہے مگر بخدا عمر بھر نہ پیوں گا۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کو اولاد کی دعا اور صدقہ کا بہت جلد اجر وثواب عطا کر دیا جاتا ہے۔

حکیم بو علی سینا کا بادشاہ سے عجیب انعام مانگنا

بخارا کا بادشاہ نوح بن منصور شدید بیمار تھا۔ شاہی طبیبوں کے علاوہ دنیا کے بہترین طبیب بھی بادشاہ کی صحت سے مایوس ہو چکے تھے۔ جس کی وجہ سے شاہی حکیموں کو مجبوراً یہ اعلان کرنا پڑا کہ تمام رعایا بادشاہ کی صحت وسلامتی کے لئے خصوصی دعائیں کرے۔ اس اعلان کی وجہ سے پورے ملک میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور ملک کی تمام مساجد میں بادشاہ کی صحت یابی کے لئے دعائیں مانگی جانے لگیں۔ ایک دن تمام شاہی طبیب پریشان بیٹھے تھے کہ ایک سترہ اٹھارہ سالہ نوجوان آیا اور اس نے شاہی طبیبوں سے کہا کہ ''وہ بادشاہ کا علاج کرنا چاہتا ہے۔''

یہ بات سن کر شاہی طبیب حیران ہو گئے اور نوجوان سے کہا کہ ''دنیا کے بہترین حکیم اور طبیب بادشاہ کے علاج میں ناکام ہو گئے، تم کیسے علاج کرو گے؟''

خرما کبھی نہ کھلاؤں گا

حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ میں داؤد طائی کے پاس آیا وہ دروازہ بند کئے ہوئے کہہ رہے تھے کہ تو نے روٹی چاہی میں نے کھلا دی پھر خرما کھانا چاہتا ہے میں نے قسم کھائی کہ کبھی نہ کھلاؤں گا پھر جب میں نے سامنے ہو کر سلام کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اکیلے اپنے نفس سے کہہ رہے تھے۔

نوجوان نے جواب دیا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں علاج کر دوں گا اور اللہ شفا دے گا۔''

اس پر اس نوجوان کو بادشاہ کا علاج کرنے کی اجازت مل گئی۔ نوجوان کے علاج سے بادشاہ کی صحت بحال ہونے لگی اور وہ چند روز میں مکمل صحت یاب ہو گیا۔ بادشاہ کی صحت یابی کا پورے ملک میں جشن منایا گیا۔ جشن کے بعد جب بادشاہ پہلی بار دربار میں بیٹھا تو تمام وزراء اور اعلیٰ عہدیدار دربار میں موجود تھے۔ اس بھرے دربار میں بادشاہ نے اس نوجوان سے پوچھا۔ ''نوجوان تم نے ہمارا کامیاب علاج کر کے ہمیں نئی زندگی دی، اب تم جو انعام طلب کرتے ہو، ہم پورا کریں گے۔''

تمام درباری دم سادھے بیٹھے تھے کہ نوجوان کتنا قیمتی انعام طلب کرتا ہے۔ نوجوان گویا ہوا۔ ''بادشاہ سلامت! آپ کی رعایا ہونے کی وجہ سے آپ کا ہم پر حق ہے کہ آپ کا علاج کریں اور شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ رہی انعام کی بات تو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، البتہ اگر آپ اپنے کتب خانے کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی مجھے اجازت دیں تو مہربانی ہوگی، کیونکہ علم سے قیمتی کوئی چیز اس دنیا میں نہیں۔''

یہ سن کر بادشاہ اور درباری حیران رہ گئے اور بادشاہ نے نوجوان کو کتب خانے کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی اجازت دے دی۔

یہ نوجوان حکیم بوعلی سینا تھے جو ۹۸۰ء بمطابق ۳۷۰ ہجری میں ایک امیر کبیر جاگیردار عبداللہ کے ہاں پیدا ہوئے۔علم حاصل کرنے کے شوق میں بخارا چلے آئے۔

بوعلی سینا نے شاہ نوح بن منصور کے کتب خانے کی کتابوں کے علاوہ بھی بے شمار کتابیں پڑھیں اور دنیا کا شاید ہی کوئی فن ایسا ہو جس میں بوعلی سینا نے مہارت حاصل نہ کی ہو۔

دنیائے اسلام کے یہ عظیم طبیب اپنے زمانے کے عظیم حکیم، فلسفی اور ماہر طبیعات تھے۔انہوں نے مختلف علوم میں ایک سو پانچ کتابیں تصنیف کیں جن میں القانون، الشفا اور لسان العرب کے علاوہ الارشادات، اسرار الحکمۃ المشرقیہ مشہور ہیں۔

ان میں سے بہت سی کتابیں ان کی وفات کے سوا چھ سو سال بعد تک اسلامی ممالک کے علاوہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہیں۔اہل یورپ بوعلی سینا کو (Avesinna) کے نام سے پہچانتے ہیں۔

طب کا یہ ماہر استاذ ۱۰۳۸ء مطابق ۴۲۸ ہجری میں انتقال کر گیا۔لیکن جب تک علم وفن کا چرچا باقی ہے، حکیم بوعلی سینا کا نام بھی زندہ رہے گا۔

روٹی یتیم کو دے دی

غنیہ غلام کہتے ہیں کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا بعد اس کے مجھے شرم آئی کہ کب تک ٹالوں سات برس سے تو ٹال رہا ہوں آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لے کر بھونا اور اس کو لے کر ایک روٹی میں لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے جو مر گیا ہے۔

اس نے کہا ہاں۔

پس وہ روٹی اس کے حوالے کی۔

کہتے ہیں کہ روٹی دے کر آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑھی:

ویطعمون الطعام علٰی حبه مسکیناً و یتیماً و اسیراً

اور پھر کبھی گوشت نہ کھایا۔

نماز میں سستی کرنے پر عذاب

ارکان اسلام میں نماز سب سے افضل ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت آیات ہیں جن میں نماز کی تاکید ہے۔ احادیث صحیحہ کثیرہ اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور نماز کے تارک یا سستی کرنے والے کے متعلق بہت وعید آئی ہے۔ یہاں تک کہ حضورﷺ نے بے نمازی کو خارج از اسلام فرمایا ہے اور بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسوں کو فاسق اور سخت گناہگار فرمایا ہے۔

آنحضرتﷺ نے آخر وقت میں نماز پر محافظت کی وصیت فرمائی ہے۔

عجب تماشہ ہے کہ اس فریضہ کی جتنی تاکید ہوئی ہے، اتنی ہی امت اس سے غافل ہے۔ خدا سمجھ دے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جسے علامہ ابن حجر مکی الزواجر میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس کا مفہوم درج ذیل ہے۔

طوفان کا سبب

اور چند روز ان کا دل خرما کو چاہا تو ایک روز کسی قدر خرید کر رات کے لئے رکھ چھوڑے کہ اسی سے روزہ افطار کروں گا اتنے میں ہوا کا طوفان آیا اور اندھیرا ہوگیا لوگوں کو خوف معلوم ہوا غنیہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ بلا اسی سبب سے آئی ہے کہ میں نے تیری خاطر سے اتنے خرمے مول لئے اب خبردار ان کو مت چکھنا۔

بعض سلف سے مروی ہے کہ ایک شخص کی بہن قضاء کرگئی۔ انہوں نے ہی میت کو قبر میں اتارا۔ بے خبری میں ان کی جیب سے کچھ نقدی قبر میں گرگئی۔ ان کو خبر نہ ہوئی۔ قبر سے باہر آئے اور مٹی برابر کردی گئی۔ بعد میں روپے یاد آئے تو پھر واپس آکر قبر کو کھولا تو دیکھا کہ قبر کے اندر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ فوراً مٹی سے ڈھانک دیا اور روتے پیٹتے واپس ہوئے اور ماں سے کہا کہ ''میری بہن کونسا عمل کرتی تھی؟''

ماں نے پوچھا۔ ''یہ سوال تم کیوں کر رہے ہو؟''

جواب دیا کہ ''میں نے اس کی قبر کو آگ سے بھری ہوئی پایا۔''

ماں بھی بے اختیار رونے لگی اور کہا۔ ''بیٹا، تیری بہن کوئی گناہ نہیں کرتی تھی۔ اتنا بتا سکتی ہوں کہ کبھی کبھی نماز سے غفلت برتتی تھی۔ دیر میں پڑھتی تھی۔''

مقام عبرت ہے کہ صرف ذرا سی غفلت پر اس طرح کا شدید عذاب ہوتا ہے تو سرے سے نہ پڑھنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

سلطانی چندہ کی تحریک اور نانوتوی رحمۃ اللہ کی امامت کا دلچسپ واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ امراء سے بہت گھبراتے تھے اور کسی امیر سے ملاقات کا موقع نہیں آنے دیتے تھے۔ خورجہ کے ایک رئیس برسوں سے تمنا میں تھے کہ میرے گھر پر ایک دفعہ حضرت والا آ جائیں۔ مگر وہ کامیاب نہ ہوتے تھے۔ اتفاق سے جنگ روم وروس چھڑ گئی اور حضرت نے ترکوں کی اعانت کے لئے چندہ کی تحریک شروع کی جو اس زمانے میں سلطانی چندہ کے نام سے معروف ہوئی۔ ان رئیس صاحب کے لئے یہ زریں موقع ہاتھ لگ گیا۔ انہوں نے کہلوایا کہ "اگر حضرت والا ان کے گھر پر تشریف لا کر وعظ فرما دیں تو وہ سلطانی چندہ میں دس ہزار روپے دیں گے۔"

حضرت والا نے منظور فرما لیا اور ان کے یہاں وعظ فرمایا۔ انہوں نے حسب وعدہ دس ہزار روپے پیش کئے۔ ختم مجلس پر حضرت اٹھے تو مجمع بھی اٹھا اور لوگوں میں حضرت کی مہمانی کے بارے میں کھاسنی اور ردوکد ہونے لگی۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضرت کو میں اپنے گھر لے جا کر مہمان بناؤں۔ لوگ تو اس جھگڑے اور بحث میں سرگرداں تھے اور حضرت اسی ہجوم میں آہستہ سے نکل کر روانہ ہو گئے۔ مغرب کا وقت آ چکا تھا، اذان ہونے والی تھی۔ حضرت والا شہر کے کنارے ایک غیر معروف مسجد میں پہنچے، وہاں اتفاق سے امام مسجد موجود نہ تھا۔ لوگوں میں تشویش ہوئی کہ نماز کون پڑھائے؟ ہر ایک دوسرے پر ٹالتا تھا۔ چند ایک نے حضرت سے کہا کہ بھائی تم ہی نماز پڑھا دو۔ (یہ لوگ حضرت کو پہچانتے نہ تھے)۔ مگر حضرت عذر فرماتے رہے۔

جب کوئی بھی امامت کے لئے تیار نہ ہوا تو لوگوں نے حضرت سے یہ کہہ کر زبردستی امامت کے لئے مصلے پر

درجات کی بلندی

عتبہ غلام نے ایک روز عبدالواحد بن زید سے کہا کہ فلاں شخص اپنے نفس میں ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ میں اس رتبہ کو اپنے نفس میں نہیں پاتا۔

انہوں نے کہا کہ یہ اس لئے ہے کہ تم روٹی کے ساتھ خرما کھاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کھاتا ہے۔

عتبہ نے کہا اگر میں خرما چھوڑ دوں تو وہ رتبہ حاصل ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ بے شک۔

پس عتبہ رونے لگے لوگوں نے کہا کہ کیا خرما پر روتے ہو؟

عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ نہ کہو۔ ان کے نفس نے جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہیں اور جس چیز کو چھوڑیں گے پھر اس کی طرف رجوع نہ کریں گے۔

دھکیل دیا کہ بندۂ خدا تو مسلمان تو ہے، کیا تجھے دو چار سورتیں بھی قرآن شریف کی یاد نہیں، جو امامت سے اتنا گھبرا رہا ہے۔

حضرت نے اب مجبور ہو کر امامت کرائی مگر عجیب اتفاق یہ پیش آیا کہ پہلی رکعت میں تو **قل اعوذ برب الناس** پڑھ گئے اور دوسری میں **قل اعوذ برب الفلق**۔ ختم نماز پر اس مسجد کے ان پڑھ نمازیوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ یہ عجیب آدمی ہے جس نے قرآن ہی الٹا پڑھ دیا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ "بھائی! میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ میں امامت کے لائق نہیں ہوں۔"

لوگوں نے کہا کہ "کسی کو کیا پتہ تھا کہ تو قرآن بھی سیدھا پڑھنا نہیں جانتا۔"

حضرت نے اس پر یہ فرمایا کہ "مولویوں سے یہ سنا ہے کہ نماز تو اس طرح بھی ہو جاتی ہے۔"

اس پر لوگوں نے تند لہجہ میں کہا۔ "چوری اور سینہ زوری۔ ایک تو نماز الٹی پڑھا دی اور اوپر سے مولویوں کو بدنام بھی کرتے ہو۔"

یہاں یہ جھگڑا چل رہا تھا کہ حضرت کو ڈھونڈتی ہوئی ایک جماعت ادھر آنکلی اور دیکھا کہ حضرت جاہلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ تب انہوں نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ کہ تم کس کے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہو! یہ تو مولانا محمد قاسم صاحب ہیں۔ (سوانح قاسمی، صفحہ ۳۹۵)

میری خاطر چھوڑ کر پھر کھاتے ہو

جعفر بن نصر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت جنید نے فرمایا کہ تھوڑے انجیر میرے لئے خرید لا۔

حسب معمول میں مول لے آیا تو افطار کے وقت ایک منہ میں ڈالا اور تھوک دیا اور کہا کہ اٹھا لے جا۔

میں نے سبب پوچھا تو فرمایا گوش و دل میں یہ ندا آئی تو نے میری خاطر چھوڑا تھا کیا پھر کھائے گا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا دلچسپ واقعہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ نے تاریخی کتب میں پڑھے ہوں گے، وہ ایک زیرک عالم اور فارسی کے بہت بڑے شاعر اور انشاء پرداز تھے۔ شیراز کے رہنے والے تھے، سیاحت اور تحصیل علم کی خاطر دور دراز تک سفر کیا۔ مختلف زبانیں سیکھیں۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جن میں گلستان اور بوستان بہت مشہور ہیں۔ ان کا ایک دلچسپ واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کی خوراک کی سادگی ظاہر ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ سفر کرتے کرتے کسی شہر میں پہنچے، وہاں ان کے ایک گہرے دوست تھے، انہوں نے اپنے دوست کے ہاں قیام کیا، دوست نے بڑی خاطر تواضع کی اور حضرت کے لئے اچھے اچھے کھانے پکوائے۔ جب کھانا سامنے لایا گیا تو حضرت دیکھ کر بولے۔ ''ہائے دعوت شیراز''۔ یہ سن کر ان کے دوست کو تعجب ہوا، سوچا شاید شیراز کی دعوت اس سے بھی بہت پر تکلف ہوگی۔ چنانچہ اگلے دن اس سے اور زیادہ اہتمام کیا۔ بہترین کھانے پکوائے، قسم قسم کی چیزیں تیار کروائیں۔ جب دستر خوان بچھایا گیا، کھانا سامنے لایا تو آپ نے پھر وہی فقرہ دہرایا۔ ''ہائے دعوت شیراز۔''

> ## تو تمنا نہ کر
>
> ابو بکر جلانے فرمایا کہ ایک شخص میں نے ایسا دیکھا ہے کہ اس کا نفس اس سے کہتا تھا کہ میں دس روز تک کچھ نہ کھاؤں گا۔ بشرطیکہ تو دس روز کے بعد جو کہوں وہ کھلاوے۔
>
> اس نے جواب دیا کہ میں دس روز کا فاقہ نہیں چاہتا تو بھی تمنا چھوڑ دے۔

اپنے دوست کا اس قدر تکلف دیکھ کر آپ وہاں زیادہ نہ ٹھہرے، گو دوست اصرار کرتا رہا، مگر وہ جلد رخصت ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد وہی دوست شیراز آئے اور حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام کیا۔ سوچا اب دعوت شیراز دیکھیں گے، جس کے لئے سعدی آہ بھرا کرتے تھے۔ حضرت سعدی اپنے دوست سے گرم جوشی سے ملے اور آپ کی آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ مگر جب کھانے کا وقت آیا تو وہی روز کی دال روٹی لاکر سامنے رکھ دی اور بولے ''بسم اللہ۔ کھانا تناول فرمائیے۔'' اور خود بھی شوق سے کھانے لگے۔

دوست کو بڑا تعجب ہوا، وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ آپ خود بول پڑے کہ ''بھئی! وہاں جو میں نے دعوت شیراز کے لئے آہ بھری تھی اس کا مطلب یہ تھا کہ دعوت پر تکلف نہ ہوتا کہ مہمان خواہ کتنے دن ٹھہرے میزبان کو بار محسوس نہ

ہو۔ دوست! آپ کا اہتمام اور تکلف دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی، چنانچہ ارادے کے باوجود میں آپ کے پاس زیادہ دن نہیں ٹھہر سکا۔"

دیکھا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک کس قدر سادہ تھی، آپ دال روٹی پر گزر اوقات کرتے تھے، اگر کوئی مہمان آجاتا تو اسے بھی وہی کھانا دیتے جو خود روزانہ کھایا کرتے تھے۔ مگر آج ہم دال کھانا کسر شان سمجھتے ہیں اور اگر ہمارے گھر کوئی مہمان آجائے تو اس کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کرتے ہیں، حد درجہ تواضع اور تکلف کرتے ہیں، بڑے اہتمام کے ساتھ کھانا پکوائے جاتے ہیں، قسم قسم کے کھانے دستر خوان پر لگائے جاتے ہیں، اپنی حیثیت سے زیادہ کھانوں پر خرچ کردیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہمان کی مہمانی اور ضیافت ہمارے لئے بارگراں ہوجاتی ہے اور وہی مہمان جس کی اتنی خاطر مدارت اور آؤ بھگت کی جارہی تھی تیسرے دن بلائے جان بن جاتا ہے۔

پیٹ بھی بھرو مگر کام لو

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن کو سیر ہوتے تو پہلے نماز و ذکر میں مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بھرو اور محنت لو، یا یوں کہتے کہ گدھے کو شکم سیر کر کے اس سے محنت لو۔

یاد رکھئے کہ اسلام ہمیں سادگی کی تعلیم دیتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم خود تو غریب و کنگال ہوں اور ہمارے گھر روزانہ دال پکتی ہو، مگر مہمان آئے تو اس کے لئے قورمے اور پلاؤ اور زردے پکوائے جائیں اور بہت زیادہ تکلیف سے کام لیا جائے۔

متقی نوجوان کی امانت اور شادی کا حیران کن واقعہ

ابا جان مسجد کی امامت بھی کرتے تھے اور بچوں کو دینی تعلیم بھی دیتے تھے۔ عام لوگوں کی تربیت و اصلاح کا بھی کوئی موقع نہ جانے دیتے تھے اور باتوں مین بڑے حکیمانہ انداز میں انہیں قران و حدیث سے آگاہ کرتے رہتے۔ لوگوں کی اصلاح و تربیت کے حوالے سے ان کا جذبہ یہ تھا کہ وہ اکثر فرمایا کرتے "میری کوشش سے اگر ایک شخص بھی جہنم سے بچ کر جنت میں چلا گیا تو میں خود کو کامیاب سمجھوں گا۔"

میں چھوٹی سی تھی جب والدہ رحلت کر گئی تھیں۔ مرد یا کوئی بھائی بھی نہ تھا، چنانچہ میں اپنے گھر میں تنہا ہی رہی۔ مجھے ابا جان سے پتہ چلا کہ میری امی اکثر قرآن کے مطالعے میں مصروف رہتیں اور قران کے مطالب و معانی سمجھنے میں منہمک رہتیں۔ اب میں کچھ بڑی ہوگئی تھی، ایک روز ابا جان کسی دور کے سفر پر چلے گئے، جانے ے پہلے مجھے ہر طرح کی ضروریات فراہم کر گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ابا جان سے میں اتنے دنوں کے لئے جدا ہوئی تھی۔ خدا خدا کر کے وہ

لمحہ آیا جب دروازے پر ابا جان کی مخصوص دستک ہوئی۔ اگلے ہی لمحے ابا جان مسکراتے چہرے کے ساتھ گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ دن، ہفتے، مہینے اور سال بیتتے چلے گئے۔

ایک روز بڑے مختلف لہجے میں کہنے لگے۔ ''بیٹا! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے ایک صالح ساتھی کی دعا کی تھی۔ جب میں لمبے سفر پر گیا تھا تو مجھے ایک نوجوان ملا تھا، جس علاقے میں وہ نوجوان رہتا ہے اگرچہ وہ بہت دور ہے اور اس نوجوان کو ہمارے علاقے کا کچھ پتہ نہیں لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ وہ یہاں ضرور آئے گا۔ وہ نوجوان بہت صالح اور ایماندار ہے۔''

پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگے۔ ''سفر وسیلہ ظفر ہوتا ہے۔ میرے لئے بھی وہ سفر نیک شگون کا سبب بنا۔ میں دوران سفر ایک ایسے علاقے میں گیا جس کی آبادی بہت تھوڑی تھی۔ اس گاؤں کے قرب وجوار میں میرے سامان سے وہ قیمتی ہار گر گیا جو تمہاری والدہ کی نشانی تھی۔ میں بہت پریشان ہوا اور ہار تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اچانک سرراہ ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے میری پریشانی بھانپتے ہوئے پریشانی کی وجہ پوچھی تو میں خاموش رہا، لیکن جب اس کا اصرار بڑھا تو ہار کی گمشدگی کا بتا دیا۔ وہ نوجوان مجھے اپنے گھر لے گیا، وہ ایک سادہ سا کچا مکان تھا۔ جس کا دروازہ بھی بند نہ تھا۔ کھانا کھلانے کے بعد نوجوان ایک برتن لے آیا، جس میں تمہاری مرحومہ والدہ کا وہی ہار پڑا تھا، میں جس کی تلاش میں تھا۔ نوجوان کے اس طرزِ عمل نے مجھے ششدر کر دیا۔ میں نے اس سے بڑی محبت سے پوچھا۔ ''بیٹا! یہ ایک بہت ہی قیمتی ہار ہے، تم اگر مجھے واپس نہ لوٹاتے اور بیچ ڈالتے تو تم یقیناً خوشحال ہو جاتے۔''

> ### لوگوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے اندھے بن گئے
>
> ایک بزرگ نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا۔ جب رخصت کے دن قریب آئے اس کے چیچک نکل آئی اس کے گھر والوں کو نہایت رنج ہوا کہ اب شوہر اس کو پسند نہ کرے گا۔ اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں اور بعد اس کے اندھا بن گیا۔
>
> جب وہ عورت گھر میں آئی بیس برس تک رہ کر مر گئی۔ پھر آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔
>
> کہا میں جان بوجھ کر اندھا ہوا تھا تاکہ سسرال والے رنج نہ کریں۔
>
> لوگوں کو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا میں نہیں۔

میری بات سن کر نوجوان کہنے لگا۔ ''بزرگوارم! امیری غریبی اللہ کے اختیار میں ہے نہ تو دنیا کا مال زیادہ ہونے سے انسان امیر کہلا سکتا ہے اور نہ ہی مال کی کمی کے باعث غریب۔ امارات وغربت کا اصل معیار نیکی اور تقویٰ ہے، میں جانتا ہوں یہ ایک قیمتی ہار ہے، اسے بیچنے سے نہ صرف میری مالی پریشانی ختم ہو سکتی تھی بلکہ میں ایک عرصہ تک بغیر کچھ کمائے آسودہ زندگی بسر کر سکتا تھا۔ لیکن یہ ہار میرا نہیں تھا، میں نے اسے اٹھا کر بھی جرم ہی کیا تھا۔ شیطان نے بڑی

تاویلیں کیں، اور اسے قدرت کی طرف سے غیبی امداد قرار دیا۔ مگر میرا فیصلہ یہی تھا کہ اب چونکہ میں ہار اٹھا چکا ہوں، اب اسے اس کے مالک تک پہنچا کر رہوں گا۔"

یہ بیان کرنے کے بعد ابا جان کہنے لگے۔ "میری بیٹی! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے اس نوجوان کی دعا کرتا ہوں۔ یہ دعا میری زندگی میں یہ قبول ہو یا بعد میں، تم پر لازم ہوگا کہ اسے پانے کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنا۔"

سوئے اتفاق سے ابا جان اپنی زندگی میں میری خوشیاں نہ دیکھ سکے۔ وہ بیمار پڑے اور بیماری نے ایسی طوالت اختیار کی کہ بڑے علاج معالجے کے باوجود صحت یاب نہ ہو سکے۔ میں بھری پڑی دنیا میں تنہا رہ گئی۔ انسانی سہاروں میں ایک ابا جان کا سہارا باقی تھا وہ بھی نہ رہا۔

نفس سے حساب

اسی طرح ربیع بن ہثیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہیں کیئے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور پرچہ کاغذ اپنے پاس رکھ لیتے جو کچھ بولتے وہ کاغذ پر لکھ لئے شام کو اپنے نفس سے اس کا حساب کرتے۔

انہی دنوں ہماری بستی میں ایک حافظ قرآن آیا۔ مفلوک الحالی اس کے لباس سے عیاں تھی۔ بستی والوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا میں روزگار کی تلاش میں ہوں۔ بستی والوں نے کہا ہمارے ہاں امام اور بچوں کے دینی معلم کی ضرورت ہے، آپ یہ کام سنبھال لیں۔ ہم آپ کے خدمت گار ہوں گے۔ نوجوان نے بھی ہاں کر دی۔ نوجوان کی پاکیزہ زندگی اور دیانت داری اور دینی صلاحیتوں نے بستی والوں کے دل موہ لئے۔ ابا جان کے بعد مسجد ایک بار پھر نمازیوں سے بھرنے لگی۔ انہی دنوں بستی کے چند بزرگوں نے سر جوڑ کر مشورہ کیا، پھر نوجوان سے بات کی اور آخر مجھ سے مشورہ کے لئے آ گئے۔ ان بزرگ افراد کی رائے تھی کہ حافظ قرآن سے میری شادی کر دی جائے۔ نوجوان بھی رضامندی کا اظہار کر چکا تھا۔ میری آنکھیں بھر آئیں۔ کاش اس وقت میرے والدین بھی ہوتے اور مجھے اپنے ہاتھوں سے رخصت کرتے۔ بہر حال اس نوجوان سے میری شادی ہوگئی۔

جس روز میری شادی ہوئی میں نے اپنی والدہ کا ہار گلے میں پہن رکھا تھا۔ حافظ قرآن نوجوان جو اب میرا شوہر تھا میرے پاس آیا تو ہار دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ میں نے اس کی حیرانگی بھانپ لی اور وجہ پوچھی تو اس نے سرسری طور پر وہ واقعہ بیان کر دیا جو میں اپنے والد مرحوم سے سن چکی تھی۔ آج وہ پیشن گوئی پوری ہو چکی تھی، جو اس نوجوان سے شادی کے بارے میں ابا جان نے کی تھی۔

ابا جان کا تصور ذہن میں آیا تو میری آنکھیں چھلک پڑیں۔ اپنے شوہر کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ وہ بزرگ میرے والد مرحوم تھے، جن کے سامان سے قیمتی ہار گم ہو گیا تھا اور تمہارے ذریعے انہیں ملا تھا۔ میں نوافل ادا کرنے کے لئے اٹھی تو میرے شوہر نے اظہار تعجب کرتے ہوئے وجہ دریافت کی۔ میں نے ابا جان کی وصیت بتا دی۔ کہنے لگا۔

''نوافل کی ادائیگی مجھ پر بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بیک وقت کئی نعمتوں سے نوازا ہے''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک سے ہاتھ نکال کر مصافحہ کرنا

حضرت شیخ صالح احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ ہر سال حاجیوں کی معرفت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجتے تھے اور قافلے کو رخصت کرتے وقت فرماتے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کے سامنے کھڑے ہوکر میرا سلام عرض کرنا۔

جب حق تعالیٰ نے آپ کو حج کرنے کی قدرت عطا فرمائی اور آپ خود مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کیا:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهتی فائبتی
وهذا دولة الاشباح قد حضرت
فائدة یمینک کی تحظ بها شفتی

''یعنی کہ حضور ﷺ میں آپ ﷺ سے دور رہنے کی حالت میں اپنی روح کو بھیجتا رہا جو میری نائب ہوکر اس زمین مقدس کو چومتی رہی اور اب خود مجھے حضوری کی دولت میسر ہوئی ہے، لہذا آپ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ پھیلایئے تاکہ اس کو چوم کر میرے ہونٹ حظِ وافر حاصل کرتے رہیں۔''

بس شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس درخواست پر جیسے ہی حضور اکرم ﷺ کا دست مبارک قبر شریف سے باہر نکلا تو فوراً شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کو چوم لیا۔

(نبی کریم ﷺ قبر شریف میں خود حیات کی حالت میں ہیں، اس لئے آپ ﷺ کا دست مبارک قبر سے باہر نکلنا کچھ مستبعد نہیں ہے، اس لئے کسی وقت بھی انکار درست نہیں ہے۔ حضور ﷺ تو برابر سب کچھ سنتے، دیکھتے اور انعام کئے جاتے ہیں۔ اس پر ایمان کا

یہ فعل شکر اور خوف کرنیوالوں کا نہیں

وہب بن الورد نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ عید فطر میں ہنس رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر ان کی مغفرت ہوگئی تو یہ فعل شکر کرنے والوں کا سا نہیں ہے اور اگر مغفرت نہیں ہوئی تو یہ کام خوف کرنے والوں کا سا نہیں۔

رکھنا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔) (خیر المونس)

چغل خوری کے نقصانات

ایک عقلمند آدمی کا ایک ملاقاتی کسی دن اس سے ملنے آیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے اپنے اس دوست کو بتایا کہ اس کا فلاں دوست اسے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اس عقل مند شخص نے اپنے ملاقاتی سے کہا۔ تم اتنے عرصے بعد مجھ سے ملنے آئے ہو، لیکن تم تین خیانتیں بھی اپنے ساتھ لے کر آئے ہو:

- ......تم نے میرے اور اس شخص کے درمیان دشمنی کی بنیاد رکھ دی ہے۔
- ......تم نے مجھے اس کی یہ باتیں بتا کر میرے دل کو رنج پہنچایا ہے۔
- ......اور یہ کہ تم نے مجھ پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک خیانت کرنے والے آدمی ہو۔

اس عقلمند اور زیرک شخص نے مزید کہا کہ جو شخص بھی تمہارے پاس کسی کی چغلی کرتا ہے، وہ یقیناً تمہاری چغلی اور برائی بھی دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ لہذا ایسے آدمی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

ہر کہ عیب دگراں نزد تو آورد و شمرد
بے گمان عیب ترا نزد کسے خواہد برد

ایسے چغل خور سے بچنا چاہئے۔

ایک صحابیؓ اللہ کے ہاں بہت قیمتی

حضرت زہار رضی اللہ عنہ کے پاس نہ مال، نہ منصب، شکل وصورت بھی کچھ اچھی نہ تھی، مدینہ منورہ کے نواح میں گاؤں میں رہتے تھے۔ وہاں سے سبزی لا کر مدینہ منورہ میں بیچا کرتے تھے۔ ایک بار حسب معمول مدینہ منورہ کی گلی میں بیٹھے سبزی فروخت کر رہے تھے، پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دبے پاؤں تشریف لائے اور ان کو اس طرح بغل میں لے لیا کہ پہچان نہ سکیں۔ کچھ دیر کے بعد انہیں علم ہو گیا کہ اس طرح محبت کا مظاہرہ فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو انہوں نے اپنی پشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے ساتھ پیوست کر دی تا کہ خوب انوار جذب کر لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا کہ انہوں نے مجھے پہچان لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ محبت مزاح کے طور پر فرمایا:

من یشتری هذا العبد

''اس غلام کو کون خریدے گا؟''

انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ اذا واللہ تجدنی کاسدا

''یارسول اللہ ﷺ! ایسا ہوا تو واللہ آپ مجھے بے قیمت پائیں گے۔''

یعنی آپ مجھے بیچ رہے ہیں، مگر میرے پاس مال ہے، نہ جمال ہے اور نہ کوئی کمال ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کو میری کوئی قیمت نہیں ملے گی۔ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**انت عنداللہ غال** (شرح السنۃ)

''تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قیمتی ہے۔''

کیا ھی اچھا رب ھے

کہتے ہیں کہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک بار ایک طاقتور کافر سے جنگ کر رہے تھے کہ اس کافر کی نماز کا وقت آ گیا۔ اس نے ابن المبارک سے مہلت مانگی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مہلت دے دی۔ مگر جب اس نے سورج کو سجدہ کیا تو ابن المبارک نے تلوار سے اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ اس وقت ہوا میں کسی کو کہتے سنا:

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا

''اپنے عہد کو پورا کرو، کیونکہ اس کی باز پرس ہوگی۔''

یہ سن کر آپ ﷺ رک گئے، جب مجوسی نماز سے فارغ ہوا تو اس نے پوچھا ''تو اپنے ارادہ سے کیوں رک گیا۔''

ابن المبارک نے بتایا کہ مجھے یہ ندا آئی اور آیت پڑھ کر سنائی۔ یہ سن کر مجوسی نے کہا ''کیا ہی اچھا رب ہے اپنے دوست کو اپنے دشمن کے بارے میں عتاب کرتا ہے۔'' پھر وہ مسلمان ہوگیا اور نیک مسلمان بنا۔ (رسالہ قشیریہ)

مخلوق میں سب سے برا

اے دوست! تو اس میں غور کر اور جس صوفی کو تو متکبر دیکھے اس سے دور بھاگ، کیونکہ وہ اللہ کا دشمن ہے، جیسا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ:

''اے موسیٰ مخلوق میں سب سے برا میرے نزدیک وہ ہے جس کا دل متکبر ہو (زبان ترش) ہاتھ بخیل اور اخلاق ردی ہوں۔''

ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اگر تمام مخلوق اس پر اکٹھی ہو کہ مجھ سے اپنے کو حقیر سمجھنا چھڑا دیں تو بھی نہ کر سکیں گے۔''

دنیا تو کبھی دنیا کے مالک سے نہیں مانگی

وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ طواف کے دوران بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ملاقات ہوگئی۔ ہشام نے انہیں سلام کیا اور عرض کیا۔ ''حضرت! کوئی ضرورت ہو تو بتائیے، تاکہ میں آپ کی خدمت کر سکوں۔''

انہوں نے جواب میں فرمایا۔ ''اے بادشاہ! مجھے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ کے سوا کسی سے حاجت بیان کرتے شرم آتی ہے، اللہ کے ادب کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں صرف اسی کے آگے ہاتھ پھیلایا جائے۔''

ہشام ان کا جواب سن کر لاجواب ہو گیا۔ کچھ نہ کہہ سکا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب وہ طواف کرنے کے بعد باہر نکلا تو اس وقت وہ بھی باہر آ گئے۔ یہ انہیں دیکھ کر فوراً نزدیک چلا آیا اور بولا۔ ''حضرت! اب فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

انہوں نے جواب میں فرمایا۔ ''ہشام تم بتاؤ، میں تم سے کیا مانگوں، دین مانگوں یا دنیا۔''

اب ہشام جانتا تھا کہ دین کے معاملے میں تو ان کا شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ بولا۔ ''حضرت آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔''

انہوں نے جواب میں فوراً فرمایا۔ ''دنیا تو میں نے کبھی دنیا کے مالک سے نہیں مانگی، بھلا تم سے کیسے مانگ سکتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا۔

یہ بزرگ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

جنت اور جہنم کی خرید و فروخت

جنت کی خرید وفروخت بھی کیا خوب تماشا ہے۔ یہودی تمام بنی اسرائیل کو جنتی قرار دیتے ہیں اور اس طرح اسے اپنے آباؤ اجداد کی میراث سمجھتے ہیں۔ عیسائی بھی جنت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملکیت سمجھتے ہیں اور عیسائیوں کے نمائندے اسے کلیسا میں آنے والوں کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں اور عیسائی پادری جسے چاہتے ہیں اسے بیچ دیتے ہیں!

لکھا ہے کہ چند سال قبل جنت کی خرید وفروخت کا کاروبار بڑے زوروں پر تھا اور یہ دکان خوب جمی ہوئی تھی اور گز کے حساب سے جنت بیچی جا رہی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔

ایک اصفہانی اٹلی میں رہا کرتا تھا۔ اس نے بڑا اچھا اور لچسپ کارنامہ انجام دیا۔ اس نے اعلان کیا کہ میں جہنم خریدنا چاہتا ہوں۔ سب لوگ تو جنت خرید رہے تھے، لیکن اس نے اعلان کیا کہ میں جہنم خریدنے کا خواہاں ہوں۔ اس نے اپنا یہ اعلان بڑے زور دشور کے ساتھ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا۔

اس کے بعد وہ اصفہانی پوپ کے پاس پہنچا اور بڑے خلوص کے ساتھ اس سے گزارش کی کہ وہ ایک خطیر رقم کے بدلے جہنم اس کے ہاتھ بیچ دے۔

پوپ نے کہا۔ ''آخر تم کیوں جہنم خریدنا چاہتے ہو؟''

اس شخص نے بڑے خلوص کے ساتھ اپنی خواہش کی تکمیل کے سلسلے میں اصرار کیا اور بالآخر پوپ کا دل نرم کر کے اسے شیشے میں اتار لیا۔

پوپ نے سوچا کہ یہ کتنا اچھا خریدار ہے پوری جہنم خطیر رقم ادا کر کے خرید رہا ہے۔ بہر حال پوپ نے دستخط کر کے اسے سند دے دی۔ اب یہ شخص پوری جہنم خرید کر اس کا مالک بن چکا تھا۔ پوپ سمجھ رہا تھا کہ میں نے اس اصفہانی کو بڑی مہارت سے زیر کر لیا ہے اور اس معاملے میں اچھی خاصی رقم وصول کر کے اسے خوب بے وقوف بنالیا ہے! لیکن دوسرے ہی دن اس نے دیکھا کہ اصفہانی نے پوپ کی اس سند کو شائع کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ:

''اے عیسائیو! اس سند کے مطابق میں نے اتنی بڑی رقم ادا کر کے جہنم خرید لی

ہے اور اب جہنم میری ملکیت ہے۔ اس کے تمام تر اختیارات میرے پاس ہیں۔ لہذا اب میں تم لوگوں میں سے کسی کو بھی جہنم میں جانے نہیں دوں گا۔ چنانچہ اب تمہیں جنت خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم لوگ خوب سمجھ سکتے ہو کہ اب تمہیں لامحالہ جنت ہی میں جانا ہے۔ اس لئے کہ تمہیں جہنم میں جانے کا راستہ نہیں دیا جائے گا!''

اصفہانی شخص کے اس دلچسپ اقدام کے وجہ سے جنت کی خرید وفروخت کا کاروبار ٹھپ ہو گیا اور اس سلسلے میں پوپ کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ اور وحی کے ذریعہ سے علم

عمیر بن وہب مکہ سے رسالت مآب ﷺ کے قتل کے ارادے سے آئے، ہوا یہ کہ بدر میں ان کا بیٹا اسیر ہو گیا، جس کی وجہ سے ان کا دل ڈوب کر رہ گیا۔ بدر ہی میں صفوان کے والد امیہ بن خلف مارے گئے۔ ان کے دل میں اپنے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کا ملال نہ مٹ سکا۔ ایک روز شہر سے باہر مقام حجر میں صفوان اور عمیر دونوں کی ملاقات ہوگئی اور دونوں نے اپنے اپنے زخم ایک دوسرے کے سامنے کھول دیئے۔

صفوان: کیا کیا جائے، بدر کے نتیجے نے ہمارے دل میں ناسور ڈال دیا ہے۔

عمیر بن وہب: برادر عزیز! اس لڑائی کے انجام سے دنیا نظروں سے تاریک ہوگئی ہے۔ میں اگر زیر بار نہ ہوتا اور اپنے بعد بچوں کی گذر بسر کا سہارا بھی ہوتا تو مدینے جا کر محمد (ﷺ) کو دن دہاڑے قتل کر دیتا۔

صفوان: آپ کے قرض اور آپ کے دونوں بچوں کی کفالت کا ذمہ دار ہوں۔

> ## گالی دینے والے کے ساتھ احسان
>
> حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دیکھو تو اگر اس کی کچھ حاجت ہو تو دے دو اس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے۔ سر نیچا کر لیا۔

عمیر: میرے لئے مدینے جانے کا یہ بہانہ کافی ہے کہ میں یہاں اپنے فرزند کی وجہ سے آیا ہوں جو مسلمانوں کے پاس اسیر ہے۔ (صفوان اور عمیر دونوں آپس میں چچازاد بھائی ہیں) صفوان نے سواری اور زاد راہ کا انتظام کر دیا۔

عمیر نے تلوار کو آگ میں ڈالا، پھر زہر میں بجھایا اور بدر کا انتقام لینے کے لئے مدینہ روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ کے سامنے سواری سے اترے۔ ان کے دل میں کسی قسم کا ڈر نہ تھا۔ اپنے لخت جگر کی اسیری کا خیال انتقام کے لئے ابھار رہا تھا۔ زہر میں بجھی ہوئی تلوار گلے میں حمائل تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑ گئی۔ دیکھا کہ عمیر کے چہرے پر شرارت ٹپک رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! عمیر حاضری کی اجازت پر مصر ہے، مگر شرارت اس کے چہرے سے ٹپک رہی ہے۔

رسول خدا ﷺ: اسے مت روکو۔

عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے نگرانی کا اشارہ کرتے ہوئے آنے والے کا راستہ صاف کر دیا۔ رسول خدا ﷺ نے عمیر کو نگرانی میں آتے دیکھا تو اپنے یاران وفا کو حلقہ توڑنے کا حکم صادر فرما کر منتشر کر دیا۔ عمیر پیش ہوئے تو رسول اللہ ﷺ سے حسب ذیل مکالمہ ہوا۔

عمیر: صبح کا سلام پیش کرتا ہوں۔ (یہ سلام جاہلیت کا تحفہ تھا۔)

رسول خدا ﷺ: خدا نے مجھے آپ کے اس تحفے سے بے نیاز فرما کر اہل جنت کے ہدیہ سے سرفراز فرمایا ہے، جس کا اظہار السلام علیکم سے ہوتا ہے۔

عمیر: اس تحفے سے تو آپ حال میں فیضیاب ہوئے ہیں، اب تک ہمارے ہی مروجہ طریقہ سلام پر عمل پیرا تھے۔

رسول خدا ﷺ: اس سفر سے آپ کا کیا مقصد ہے؟

چغل خور کی بات کو رد کر دیا

منقول ہے کہ بعض چغل خوروں نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت میں ہے اس کے پاس مال بہت ہے اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب ہے۔ انہوں نے اس پرچہ کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بری چیز ہے گو درست ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ مرد متوفی پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عطا فرمائے اور اس کا مال بڑھاوے اور چغلی خور پر لعنت کرے۔

عمیر: ہمارے جو عزیز آپ کے ہاں اسیر ہیں، ان کی خیر و خبر کے لئے حاضر ہو گیا ہوں اور آپ سے بھی تو ہماری قرابت داری ہے۔

رسول خدا ﷺ: گلے میں تلوار کیوں حمائل کر رکھی ہے؟

عمیر: خدا انہیں غارت کرے، انہی تلواروں نے ہمیں بدر میں آپ کے ہاتھوں ذلیل کر دیا۔ اے صاحب کیا بتاؤں، جس وقت میں سواری سے اتر رہا تھا اسے ہاتھ میں لینا بھول گیا۔

رسول خدا ﷺ: عمیر! سچ کہو، یہاں کس ارادے سے آئے ہو؟ مکہ میں حجر میں بیٹھ کر تیرے اور صفوان کے

درمیان کیا طے ہوا تھا؟

عمیر سہم گئے، گھبرا کر عرض کیا: صفوان سے کیا طے ہوا تھا، جو آپ ایسا فرما رہے ہیں؟ آپ ہی فرمائیے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم: صفوان سے تو یہی طے ہوا تھا کہ تم مجھے قتل کر دو، وہ تمہارا قرض بھی ادا کرے اور تا زیست تمہارے اہل و عیال کفالت بھی کرے۔ اے عمیر! تم کب چوکنے (بھولنے) والے تھے، وہ تو ذات باری تعالیٰ ہے جس نے میرا بال بیکا نہ ہونے دیا۔

عمیر: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں شہادت دیتا ہوں، آپ کے رسول خدا ہونے کی اور خدا کے معبود برحق ہونے کی۔ اللہ کے رسول، ہماری کم عقلی تھی کہ ہم آپ پر نازل شدہ وحی سے انکار کرتے رہے۔ یہ راز میرے اور صفوان کے درمیان تھا، اگر آپ پر وحی صادق کا نزول نہ ہوتا تو آپ کیسے معلوم کر سکتے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے سیدھی راہ میسر آ گئی، حالانکہ نکلا میں برے ارادے سے تھا۔

> **تمہاری مرضی یہ تھی**
>
> علی بن زید حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے ان سے سخت کلامی کی انہوں نے بڑی دیر تک سر نیچا کر لیا اور پھر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کے جوش میں شیطان کے ہاتھوں خفیف ہو کر آج تمہارے ساتھ وہ بات کروں جس کو کل تم میرے ساتھ کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حاشیہ نشین اس گفتگو سے بے حد متاثر ہوئے۔ (فزادھم ایمانا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، آپ ابھی یہاں قیام کریں۔ اصحاب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کا قیدی رہا کر دیا جائے اور عمیر کو تھوڑی بہت قرآن کی تعلیم بھی دی جائے۔

عمیر رضی اللہ عنہ واپسی پر مصر ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تبلیغ کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی اجازت بخش دی۔ سبحان اللہ! قتل کرنے کے ارادے سے آنے والا مبلغ اسلام بن کر لوٹا۔

ایک عجیب سوال کا مدلل جواب

ایک آدمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آ کر ایک عجیب و غریب سوال کیا۔ کئی آدمی الٹے سیدھے سوال کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اعتراض کرنے والے تو ہر جگہ ہی ہوتے ہیں۔ اگر اہل علم حضرات اعتراض کریں تو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ جیسے ابن ابی شیبہ نے ۱۲۵ ایسے مسائل لکھے اور کہا کہ ابوحنیفہ نے ان مسائل میں حدیث کے خلاف کام کیا ہے۔ مگر ہمارے علماء نے مستقل کتابیں لکھ دیں کہ جناب! آپ سمجھ ہی نہیں پائے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث سب کو سامنے رکھ کر یہ نچوڑ نکالا کیسے تھا؟ قصور آپ کی عقل کا ہے، جو یہ سمجھنے سے قاصر ہے۔

بہر حال ایک آدمی آ کر کہنے لگا۔ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو:

(۱) بن دیکھے گواہی دیتا ہو۔

(۲) یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو۔

(۳) اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو۔

(۴) مردار کھالیتا ہو۔

(۵) جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔

(۶) جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔

(۷) فتنے کو محبوب رکھتا ہو؟

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''وہ شخص مومن ہے۔''

نفس کو پہلے ہی سے پہچان لیا تھا

ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ او زیاکار! آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے کسی نے نہیں پہنچانا۔ تو گویا وہ اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنے میں مشغول تھے اور اس کو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھ سے چھوٹا نہیں جو کچھ ہے شیطان کا فریب ہے جب اس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اس واسطے غصہ نہ ہوئے۔

سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا۔ کہنے لگا۔ ''جی وہ کیسے؟''

فرمایا۔ ''دیکھو، تم نے پہلی بات کہی کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو، تو مومن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔ دوسری بات تم نے یہ کہی کہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے تو قرآن پاک میں آیا ہے کہ:

وقالت الیهود لیست النصاری علی شئی وقالت النصاری لیست الیهود علی شئی

تو مومن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔''

فرمایا۔ ''تیسری بات یہ تھی کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ تو دیکھو، بارش اللہ کی رحمت ہے اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں۔''

کہنے لگا۔ ''یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''چوتھی بات یہ کہ مردار کھاتا ہے۔ تو مچھلی مردہ ہوتی ہے، اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔''

''پانچویں بات یہ کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ پس وہ جنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بلایا:

واللہ یدعوا الی دار السلام

مگر اس کو مشاہدہ حق اتنا مطلوب ہے، اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا کبھی پسند ہی نہیں کرتا۔"

"چھٹی بات یہ ہے کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں، تو وہ دوزخ ہے۔ اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر ہوتی ہے کہ اب اسے جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں ہوتی۔"

"ساتویں بات یہ کہ اسے فتنہ محبوب ہے۔ پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا:

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ

اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ پس وہ شخص مومن ہے۔"

سوال پوچھنے والا شخص حیران رہ گیا۔ فبھت الذی کفر......

دونوں خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں

حضرت شعبی کو کسی نے برا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے دل پر رحم کرے۔

سخاوت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مثال نہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ قحط سالی کا شکار ہوگئے اور جب حالات بہت خراب ہوگئے تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ "اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! آسمان سے بارش نہیں ہوئی، زمین سے فصل نہیں اگی اور لوگ ہلاکت کی توقع کر رہے ہیں، ایسے میں ہم کیا کریں؟"

تو انہوں نے فرمایا۔ "جاؤ اور صبر کرو، مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ شام ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مشکل آسان فرمادیں گے۔"

دن ڈھلنے سے پہلے پہلے اطلاع ملی کہ شام سے حضرت عثمان رضی عنہ کا ایک تجارتی قافلہ آیا ہے۔ لوگ نکل کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ تھا جو گیہوں، تیل اور کشمش سے لدے ہوئے تھے۔ یہ قافلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آکر رک گیا۔ جب ان پر لدا ہوا سامان انہوں نے گھر میں رکھ لیا تو سارے تاجر آ گئے۔ انہوں نے کہا "کیا چاہتے ہو؟"

تو وہ تاجر بولے۔ "آپ جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں! جو کچھ آپ کے پاس آیا ہے وہ آپ ہمیں فروخت کر دیں، آپ تو جانتے ہیں کہ لوگوں کو ان سب چیزوں کی کتنی شدید ضرورت ہے۔"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''سرآنکھوں پر! لیکن تم لوگ مجھے کتنا فائدہ دوگے؟''

تو ان لوگوں نے کہا۔ ''ایک درہم پر دو درہم۔''

انہوں نے کہا۔ ''مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے۔''

انہوں نے کہا۔ ''ہم چار دیں گے۔''

حضرت نے فرمایا۔ ''مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے۔

تو وہ لوگ بولے۔ ''ہم پانچ دیں گے۔''

انہوں نے فرمایا۔ ''مجھے اسے بھی زیادہ مل رہا ہے۔''

تو وہ لوگ کہنے لگے۔ ''اے ابا عمرو! مدینہ میں ہمارے علاوہ اور کوئی تاجر نہیں اور ہم سے پہلے آپ کے پاس کوئی آیا نہیں، تو آخر آپ کو زیادہ کس نے دیا؟''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ جو کچھ اس قافلے میں آیا ہے وہ سب میں نے ضرورتمند مسلمانوں کے لئے اللہ کی راہ میں صدقہ دے دیا ہے۔''

قیامت کی نشانیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آپ ننگے پاؤں، برہنہ جسم فقیر لوگ اور بکریوں کے چرواہوں کو دیکھیں کہ وہ بڑی بڑی عمارتوں کے بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا!''

اور فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے، زلزلے کثرت سے ہوں، زمانہ مختصر ہو جائے، فتنے ظاہر ہو جائیں اور لوگ عمارتوں کے بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں۔''

محدثین کا کمال ایمان دیکھئے کہ اس حدیث کو نسلاً بعد نسل منتقل کرتے چلے گئے اور پورے ساڑھے تیرہ سو سال

تک اس میں بیت گئے۔ تا آنکہ یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوگئی۔ آج سے صرف پچاس سال پہلے دنیا کے کسی شہر کی تصویر دیکھئے اور اس کا مقابلہ جدید تعمیر شدہ شہر سے کیجئے۔ یہ بات خاص عرب ممالک پر صادق آتی ہے جہاں پر بہت بڑی اور اونچی عمارتیں بنانے کی دھن واضح نظر آتی ہے۔

ریاض کے قریب ''الخرج'' میں راقم نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ بڑا خوبصورت مکان تھا۔ مالک مکان چرواہا بھی تھا اور جب کرایہ لینے آتا تو اکثر ننگے پاؤں ہوتا۔

صدق اللہ تعالیٰ وصدق رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

عقل مند بادشاہ

وہ دونوں اطمینان سے گھوڑے دوڑاتے اپنے وطن جا رہے تھے۔ خوشحالی اور فارغ البالی ان کے چہروں سے ٹپک رہی تھی۔ وطن جانے کی خوشی میں وہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن جب انہیں احساس ہوتا کہ ان کے وفادار جانور تھک چکے ہیں تو انہیں مرغزاروں اور سبزہ زاروں میں چرنے کے لئے چھوڑ دیتے اور پھر سفر شروع کر دیتے۔ ان میں سے ایک کی عمر چالیس سال تھی، لیکن دیکھنے میں وہ نوجوان دکھائی دیتا تھا۔ جب کہ دوسرا اپنی زندگی کی اٹھارہ بہاریں دیکھ چکا تھا۔ یہ دونوں آپس میں سگے بھائی تھے۔ تلاش روزگار نے انہیں وطن سے بے وطن کر دیا تھا اور اب یہ پورے سات سال بعد اپنے گھر جا رہے تھے۔ ایک شہر سے گزرتے ہوئے انہوں نے ایک فقیر کی عجیب و غریب صدا سنی جو یہ کہہ رہا تھا:

''کوئی ہے جو میرے ہاتھ میں تھوڑی دیر کے لئے دولت رکھ دے تاکہ میں دولت سے کچھ دیر لطف حاصل کرلوں۔''

دونوں بھائیوں نے جب یہ صدا سنی تو انہوں نے اپنی جمع پونجی فقیر کے ہاتھ میں رکھ دی۔ جب تھوڑی دیر بعد وہ اپنی دولت فقیر سے لینے لگے تو فقیر نے شور مچا دیا کہ یہ دونوں میری دولت مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا لوگ اکٹھے ہوگئے اور دونوں بھائیوں اور اس بھکاری کو لے کر بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ بادشاہ نے بھکاری اور دونوں بھائیوں کا موقف سنا۔

گالی دینے والے کے ساتھ احسان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دیکھو تو اگر اس کی کچھ حاجت ہو تو دے دو اس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے۔ سر نیچا کرلیا۔

بھکاری کا کہنا تھا کہ یہ اس کی دولت ہے اور یہ دونوں بھائی اس سے دولت چھینے لگے تھے کہ اس نے شور مچا دیا اور یوں معاملہ آپ کے پاس آ گیا۔

دونوں بھائیوں کا موقف تھا کہ وہ دونوں روزی کمانے آپ کے ملک آئے تھے اور قصاب کا کام کرتے تھے۔

اب وہ اپنے وطن جا رہے تھے کہ راستے میں اس فقیر کی صدا سنی کہ میں دولت کا مزا حاصل کرنا چاہتا ہوں، کوئی میرے ہاتھ میں صرف تھوڑی دیر کے لئے دولت رکھ دے۔

ہمیں اس پر ترس آ گیا۔ ہم نے اپنی دولت اس کے ہاتھ میں رکھ دی۔ جب ہم نے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے شور مچا دیا۔

نفس کی وجہ سے سزا نہ دوں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ اس کو پکڑ کر سزا دیں، اس نے آپ کو کچھ برا کہا، آپ پھر آئے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے برا کہنے سے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

آپ نے فرمایا کہ اس کو برا کہنے سے مجھے غصہ آ گیا تھا اگر میں اس کو مارتا تو اپنے نفس کے غصے کا بھی لگاؤ رہتا اور مجھ کو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کی حمیت وغیرہ سے نہ ماروں۔

بادشاہ نے دونوں کا بیان سنا تو فوراً حکم دیا۔ ''ایک برتن میں گرم پانی لاؤ۔''

سب حیران رہ گئے کہ بادشاہ نے بجائے فیصلہ سنانے کے یہ کیا حکم دے دیا، ادھر دونوں بھائی الگ خوفزدہ نجانے بادشاہ اب ہمیں کیا سزا دے۔ خیر برتن لایا گیا۔

بادشاہ نے فقیر سے تمام دولت لے کر گرم پانی میں ڈال دی۔ ان دنوں اشرفیاں استعمال ہوتی تھیں۔ یہ سونے اور چاندی کے سکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بادشاہ نے تمام دولت دونوں بھائیوں کو دے دی اور بھکاری کو قید خانے میں ڈلوا دیا۔

تمام دربار حیران تھا، بادشاہ نے کیسے فیصلہ کر دیا۔ آخر ایک درباری نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔ ''بادشاہ سلامت! آپ نے یہ فیصلہ کیسے کیا۔؟''

بادشاہ نے کہا۔ ''چونکہ دونوں بھائی قصاب ہیں گوشت کاٹتے بیچتے ہیں ان کے ہاتھوں سے گوشت کے ذرات اشرفیوں پر لگ کر جم گئے تھے۔ گرم پانی میں گوشت کے ذرے الگ ہو کر تیرنے لگے۔ بس میں نے اندازہ لگا لیا کہ بھکاری جھوٹ بولتا ہے اور دونوں جوان سچے ہیں۔''

یہ بادشاہ والی افغانستان امیر عبدالرحمن خان اول تھے۔

جنت کے بازار میں

حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ''کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ اس لئے کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ جنت میں ہر چیز مفت ملے گی اور بازار میں خرید وفروخت ہوتی ہے۔''

جواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے فرمایا کہ:

''وہاں پر بھی بازار ہوں گے۔ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جنت میں اہل جنت کے لئے بازار لگا کرے گا۔ پھر اس کی تفصیل حضور اقدس ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جب اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے اور خوب عیش و آرام سے زندگی گزار رہے ہوں گے اور وہاں ان کی اتنی نعمتیں دی جائیں گی کہ وہاں سے کہیں اور جانے کا تصور بھی نہیں کریں گے تو اچانک اعلان ہوگا کہ تمام اہل جنت کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے ٹھکانوں سے باہر آجائیں اور ایک ایسا بازار دیکھیں گے جس میں ایسی عجیب وغریب اشیاء نظر آئیں گی جو اہل جنت نے اس سے پہلے کبھی دیکھی نہ ہوں گی اور ان اشیاء سے دکانیں سجی ہوں گی، لیکن خرید وفروخت نہیں ہوگی بلکہ یہ اعلان ہوگا کہ جس اہل جنت کو جو چیز پسند ہو وہ دکان سے اٹھالے اور لے جائے۔ چنانچہ اہل جنت ایک طرف سے دوسری طرف بازار میں دکانوں کے اندر عجیب وغریب اشیاء کا نظارہ کرتے ہوئے جائیں گے اور ایک سے ایک نعمت ان کو نظر آئے گی، اور جس اہل جنت کو جو چیز پسند آئے گی وہ اس کو اٹھا کر لے جائے گا۔''

یا اللہ اس کی حاجت پوری کردے

ایک بار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بازار میں بیٹھے ہوئے کچھ سوادلے رہے تھے، دام دینے کے واسطے عمامے میں سے درہم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لئے آپ نے فرمایا کہ جب تک میں یہاں بیٹھا ہوں تب تک موجود تھے۔ لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ الٰہی اس کے ہاتھ کٹ پڑیں اور اس کا برا ہو۔

پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اس کو کچھ حاجت تھی اور لے لیا ہے تو اس کو برکت دے کہ اس کا کام نکل جائے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لے گیا ہو تو اسی گناہ کو اس کا پچھلا کفارہ کردے کہ آگے پھر ایسا نہ کرے۔

مجھے چور پر رحم آگیا

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خراسان کے ایک شخص سے میں نے کوئی زیادہ زاہد نہیں دیکھا۔ وہ میرے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا تھا کہ طواف کو اٹھا۔ اس کے دینار چوری ہو گئے تو رونا شروع کیا۔ میں نے پوچھا کہ دیناروں کے واسطے روتے ہو؟

اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس وقت مجھ کو یہ تصور بندھ گیا ہے کہ میں اور چور خدا کے سامنے موجود ہیں اور اس کو کچھ حجت نہیں کہ پیش کرے اس لئے مجھ کو رحم آیا اور رو پڑا۔

اولاد دو طرح کی ہوتی ہے

مسلمہ بن عبدالملک حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نزع کی حالت میں گئے، اور ان سے کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے آپ سے پہلے نہیں کیا، وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لئے روپیہ چھوڑا نہ اشرفی اور ان کے تیرہ بیٹے تھے۔

مسلمہ کا قول سن کر انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو ذرا بٹھلا دو، جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ جو تم کہتے ہو کہ میں نے اولاد کے واسطے کچھ نہیں چھوڑا تو میں نے ان کا حق کچھ نہیں داب رکھا، اور جو غیروں کا حق تھا، وہ ان کو نہیں دیا، علاوہ ازیں میرے بیٹے دو طرح کے ہیں، یا تو خدا کے فرمانبردار ہیں تو ایسوں کو خدا ہی کافی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے وھو یتولی الصالحین یا عاصی و نافرمان ہیں ان کی مجھے کچھ پرواہ نہیں جو ہو سو ہوا کرے۔

اپنے لئے ایک درہم بھی نہ چھوڑ

محمد بن منکدر رام درده سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ اسی ہزار درہم دو دیگوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جب شام ہوئی مجھ سے کہا کہ ہماری افطاری لاؤ میں نے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھ دیا اور کہا کہ آپ نے اتنا کچھ بانٹا یہ نہ ہوسکا کہ ہمارے افطار کے لئے ایک درہم کا گوشت ہی منگا دیتیں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتیں تو ایسا ہی کرتی۔

میوہ کھانے سے پہلے کھانا بھی تیار ہوگیا

ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کچھ ضرر پہنچانا چاہئے اس کے لئے تمام سرداران قریش کے پاس جا کر کہہ دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ صبح کا کھانا میرے یہاں کھانا۔

لوگوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ صبح کو سب سردار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا کے گھر پر جمع ہوئے۔ حتیٰ کہ گھر میں جگہ بھی نہ رہی۔ آپ نے ان کے آنے کا حال پوچھا۔

انہوں نے ماجرا بیان کیا کہ تمہارا پیام فلاں کی معرفت اس وقت کی دعوت کا پہنچا تھا۔ آپ نے سنتے ہی میوہ خرید کر ان کے سامنے رکھ دیا اور کچھ لوگوں کو کھانا پکانے کے لئے معین کیا۔ ہنوز میوہ نہ کھا چکے تھے کہ دستر خوان بچھایا گیا اور سب کھا پی کر چلے گئے۔ آپ نے اپنے کار پردازان سے پوچھا کہ جس قدر آج خرچ ہوا ہے اتنا روز ہوسکتا ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ یقیناً ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہاں ہی کھانا کھایا کریں۔

میرے بیٹے کے لئے خدا ہی کافی ہے

روایت ہے کہ محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سا مال ہاتھ لگا لوگوں نے کہا کہ اگر اس کو اپنے بیٹے کے واسطے رکھ چھوڑ و تو مناسب ہے انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کو تو اپنے لئے خدا کے پاس جمع کروں گا اور خدا کو اپنے بیٹے کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔

سب کچھ سائل کو دے دیا

ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے شخص تو نے جو مجھ سے سوال کیا اس کا حق مجھ پر بہت ہے اور مجھ کو یہ جاننا بھی دشوار ہے کہ تجھ کو کیا دینا چاہئے اور جس قدر کا تو لائق ہے اتنا میرے پاس نہیں۔ علاوہ اس کے خدا کی راہ میں بہت دینا بھی تھوڑا ہی ہے۔ میرے قبضے میں تیری حاجت کے موافق تو نہیں مگر جو تھوڑے پر قناعت کرے اور مجھ کو زیادہ دینے کے لئے کسی تکلف اور حیلے کی حاجت نہ پڑے دے تو البتہ جس قدر موجود ہے حاضر کروں۔

اس نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ جو آپ دیں گے مجھے قبول ہے۔ اگر آپ دیں گے تو مشکور ہوں گا، اور نہ دیں گے تو معذور جانوں گا۔

آپ نے اپنے کارپرداز کو بلایا اور اس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور سب حساب کر کے فرمایا کہ تین لاکھ درہم میں سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ۔

اس نے پچاس ہزار درم لا دیئے۔ آپ نے فرمایا، پانچ سو دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے۔

اس نے کہا کہ میرے پاس موجود ہیں آپ نے ان کو بھی منگا لیا اور سب دینار و درہم اس سائل کے حوالے کئے اور کہا ان کے لے جانے کو مزدور بلا لاؤ جب مزدور آئے۔ آپ نے اپنی چادر مزدوری میں ان مزدوروں کے حوالے کی۔ آپ کے خادموں نے عرض کی کہ اب ہمارے پاس نہ دینار ہے نہ درہم۔

آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا ثواب بہت بڑا عنایت فرمائے گا۔

قوت برداشت

ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ''اے ریاکار!''
تو آپ نے فرمایا ''اے فلانی! تو نے میرا وہ لقب معلوم کرلیا جسے اہل بصرہ بھی نہیں جانتے۔''
ابن مقنع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''غصہ کا پینا عذر کرنے کی ذلت سے بہتر ہے۔''
کسی نے آپ سے ایک دفعہ غم اور غصہ میں فرق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ''غم تو کسی بڑے آدمی کا تیری آرزو کے برخلاف ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور غصہ کمزور آدمی کی تیری مخالفت کرنے سے۔''
ابومعاویہ الاسود رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کوئی برا بھلا کہتا تو آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ ایک آدمی نے بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سی گالیاں دیں، آپ خاموش رہے۔ کسی نے آپ سے کہا ''آپ اسے کیوں گالیاں نہیں دیتے؟'' آپ نے فرمایا ''میں اس کی کوئی برائی نہیں جانتا کہ میں اس کو برا کہہ سکوں اور بہتان لگانا مجھے جائز نہیں۔''

مساجد کو آباد کرنے والے کے لئے انعام

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:
''جو شخص کثرت سے مسجد میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سات باتوں میں سے ایک بات عنایت فرماتا ہے:
۱۔ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا شخص ملاتا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں استفادہ ہو۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت ہوتی ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اسے علم عجوبہ عطا فرماتا ہے۔
۴۔ کوئی بات ایسی اس میں آجاتی ہے کہ وہ جادۂ حق کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ اسے برائی سے محفوظ کر دیتا ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا خوف پیدا کر دیتا ہے۔
پس کثرت سے نیات کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسی پر تمام طاعات ومباحات کو قیاس کر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ کوئی طاعت ایسی نہیں جو بہت سی نیات کی متحمل نہ ہو۔ مومن بندہ کے دل میں اسی قدر آتی ہے جس قدر کہ وہ طلب خیر میں جدوجہد اور فکر کرتا ہے۔

تعویذوں سے اولاد نہیں ہوتی

فرمایا آج کل تعویذ گنڈوں کے بارے میں عوام کے عقائد میں بہت لغو ہو گیا ہے۔ خصوصاً دیہاتی لوگ تو ہر مرض کو آسیب ہی سمجھتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میری اولاد نہیں ہوتی ،تعویذ دے دو۔ میں نے کہا کہ اگر تعویذ سے اولاد ہوا کرتی تو کم از کم میرے ایک درجن اولاد ہوتی ، حالانکہ ایک بھی نہیں۔ میں ان تعویذوں سے بڑا گھبراتا ہوں۔ (ملفوظات حکیم الامت)

ایک پہلوان نے بمبئی سے خط لکھا کہ کشتی کے لئے ایک تعویذ دے دو تا کہ میں غالب رہا کروں۔ میں نے لکھا کہ اگر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ لکھوالے تو پھر تعویذوں میں کشتی ہوگئی۔

اگر عوام کے عقائد کی یہی حالت رہی اور تعویذوں کی یہی رفتار رہی تو شاید چند روز میں لوگوں کے ذہن میں نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ اس لئے کہ نکاح میں تو بکھیڑا ہے۔ وقت صرف ہوتا ہے، قسم قسم کی کوشش میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ مال صرف ہوتا ہے۔ نان و نفقہ لازم ہوتا ہے۔ غرض بڑے بکھیڑے ہیں۔ یہ درخواست کیا کریں گے کہ ایسا تعویذ دے دو کہ عورت کے بغیر اولاد ہو جایا کرے۔ بھلا کس طرح اولاد ہو جایا کرے گی۔

آدم علیہ السلام کی پسلی سے تو حضرت حوا پیدا ہو گئیں۔ مگر پھر ایسا نہیں ہوا۔ اور اب یہ چاہتے ہیں کہ خلاف معمول اولاد پیدا ہو جایا کرے۔ اگر میں تعویذ پر پانچ روپیہ مقرر کر دوں تو پھر کوئی ایک بھی تعویذ نہ مانگے۔ (ملفوظات حکیم الامت)

ایسا کرنے کی اجازت نہیں

حضرت شاہ یعقوبؒ صدر مدرس دیوبند سے کسی نے عرض کیا کہ ''انگریزوں کا تسلط بڑھتا جارہا ہے، کیا اللہ والے کچھ نہیں کر سکتے؟''

فرمایا کہ ''ایک تسبیح پھیرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا تختہ الٹ جائے گا۔ مگر اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔''

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر میں پورے شہر والوں کو توجہ دوں تو تڑپا کر رکھ دوں، مگر ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''

اللہ والوں کا پڑوسی ہونا خوش نصیبی ہے

محدثین میں ایک بزرگ ہیں جن کی کنیت ''ابوحمزہ'' ہے۔ ان کو ''سکری'' یا ''شکری'' بھی کہا جاتا ہے۔ عربی میں ''سکر'' نشے کو کہتے ہیں اور ''شکر'' چینی کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام ''ابوحمزہ سکری'' اس لئے پڑ گیا تھا کہ ان کی باتوں میں اتنا نشہ تھا کہ جب یہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے تو ان کی باتیں اتنی لذیذ ہوتی تھیں کہ سننے والوں کو لذت کا نشہ آ جاتا تھا۔ اور ''شکری'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی باتیں چینی کی طرح میٹھی ہوتی تھیں۔ ان کی باتوں میں حلاوت اور مٹھاس تھی۔

ایک مرتبہ ان کو پیسوں کی ضرورت پیش آئی، ان کے پاس ایک بڑا مکان تھا، مکان کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تھی، جس کو بیچ کر پیسے حاصل کریں، انہوں نے ارادہ کیا کہ اس بڑے مکان کو بیچ کر کسی اور جگہ پر چھوٹا مکان خرید لوں اور جو پیسے بچیں اس سے اپنی ضرورت پوری کرلوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک خریدار سے مکان کا سودا کرلیا اور ایک دو دن کے اندر مکان خالی کر کے اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کرلیا۔

پڑوسیوں کو جب معلوم ہوا کہ ''ابوحمزہ سکری'' مکان بیچ کر کہیں اور جا رہے ہیں تو سارے پڑوسی مل کر ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمارا محلّہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ ہمارا محلّہ نہ چھوڑیں اور جتنے پیسے خریدار اس مکان کے بدلے آپ کو دے رہا ہے، ہم سب مل کر اتنے پیسے آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن آپ کا یہاں سے ہمارا پڑوس چھوڑ کر جانا قابل برداشت نہیں۔ اس لئے کہ آپ کے پڑوس کی بدولت ہمیں بہت سی نعمتیں میسر ہیں۔ ہمیں ایسا پڑوس ملنا مشکل ہے۔

بہر حال! اگر نیک اور خوش اخلاق اور اللہ والا پڑوس مل جائے تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو انسان کی خوش نصیبی کی علامت قرار دیا۔

تراویح میں قرآن سنایا اور بادشاہ نے تخت پر بٹھایا

سلطان محمد بیکڑا علماء کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ علماء قرآن کی عظمت پر بات کر رہے تھے۔ ایک عالم نے ایسے میں کہا ''قیامت کے دن سورج کے قریب آ جانے کی وجہ سے سب لوگ پریشان ہوں گے، لیکن جو شخص قرآن کا حافظ ہوگا، اس کے قریبی عزیز اس روز رحمت کے سائے میں ہوں گے۔ سورج کی حرارت اس پر اثر انداز نہ ہوگی۔''

سلطان نے یہ سن کر ایک سرد آہ بھری اور کہا ''افسوس! ہمارے بیٹوں میں سے کوئی یہ سعادت حاصل نہ کر سکا کہ میں قیامت کے دن سورج کی تپش سے بچ جاتا۔''

اس مجلس میں سلطان کا بیٹا خلیل بھی موجود تھا۔ اسی وقت اٹھا اور بڑودہ چلا گیا۔ وہاں ان کی جاگیر تھی۔ اس نے وہاں قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اس قدر محنت کی کہ آنکھیں سرخ رہنے لگیں۔ طبیب نے کہا بھی کہ راتوں کو جاگ کر قرآن یاد کرنے کی وجہ سے یہ سرخ ہوئی ہیں، لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر ایک سال اور چند ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔ رمضان سے پہلے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا ''حکم ہو تو تراویح میں قرآن سناؤں۔''

بادشاہ نے حیرت سے پوچھا ''تم حافظ کب بن گئے، یہ کیسے ہو گیا؟''

شہزادہ خلیل نے سارا واقعہ سنا دیا۔ بادشاہ بیٹے سے لپٹ گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ خلیل نے تراویح میں پورا قرآن سنایا۔ بادشاہ اتنا خوش ہوا کہ اسے اپنے تخت پر بٹھا دیا۔

انسانی کھوپڑیوں کا مینارا

ایک دفعہ تاتاریوں کے سردار چنگیز خان سے کسی نے پوچھا ''اے خانِ تاتار تو نے کبھی کسی پر رحم کیا؟''

چنگیز خان نے کہا'' ہاں۔ایک دفعہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ اٹھائے ایک ندی کے کنارے سے گزر رہا تھا۔ایک عورت ندی کے کنارے کھڑی ہوئی مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کا ننھا سا بچہ ندی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔ مجھے اس عورت پر ترس آ گیا۔ بچہ کنارے سے زیادہ دور نہ تھا۔ میں گھوڑے سے اتر کر قریب پہنچا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر نیزہ بچے کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے نیزے کی انّی پر اٹھا کر اس کی ماں کے سپرد کر دیا۔''

چنگیز خان جب بھی کوئی شہر فتح کرتا تو فتح کی یادگار کے طور پر انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنا دیتا۔ بغداد فتح کرنے کے بعد اس نے نوے ہزار کھوپڑیوں کا مینار بنایا۔

ایمان کے سلب ہونے کا ذریعہ

ابوبکرؒ الوراق فرماتے ہیں کہ بندوں پر ظلم کرنا اکثر سلب ایمان کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ابوالقاسم حکیمؒ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی گناہ ایسا بھی ہے جو بندے کو ایمان سے محروم کر دیتا ہے۔ فرمایا، ہاں تین چیزیں ہیں جو آدمی کو ایمان سے محروم کر دیتی ہیں۔

۱۔ پہلی نعمت ایمان پر شکر نہ کرنا۔

۲۔ دوسری اسلام کے جاتے رہنے کا کوئی خوف وخطر محسوس نہ کرنا۔

۳۔ اور تیسری اہل اسلام پر ظلم کرنا۔

ریاکاری سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''حق تعالیٰ کی ستاری ہے، ورنہ میاں اگر ہمارے اترے پترے کھول دیں تو ایک بھی معتقد نہ رہے۔ یہ دین کی سمجھ والے ہیں۔''

یہ دین کی سمجھ والے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ والا اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہے اور حق تعالیٰ کی نظر سے اپنے اعمال کو پرکھتا ہے۔ اصل کسوٹی تو میاں کے پاس ہے۔ تمام مخلوق کی تعریف کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب وہ پسند فرمالیں تو وہ پسند کام آنے والی ہے اوران کی پسند کا یقینی فیصلہ مرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔ لوگوں کی واہ گواہ تو آدمی کو واہی بنادیتی ہے۔ لوگوں کی واہ واہ کا خواہاں نہ رہنا چاہئے۔ اپنی آہ سے اپنے اللہ کو خوش رکھنا چاہئے۔ اللہ والوں کو یہی شان ہوتی ہے کہ وہ کرتے رہتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں۔

پاکستان کیوں بنا تھا

- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں قرآن کا قانون اب تک نہیں نافذ! کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کی مخالفت کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں مجاہدین کی مخالفت کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں جہاد کی مخالفت کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں اللہ والوں کی مخالفت کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں مجاہدین سے نفرت کیوں؟
- ۞...... پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اس میں مجاہدین کے جھنڈے اتارے جاتے ہیں! کیوں؟

نعمت کی ناقدری

میں نے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٰ رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ اس دوران ایک صاحب نے آپ کو پینے کے لئے دودھ لا کر دیا۔ آپؒ نے وہ دودھ پیا اور تھوڑا سا بچ گیا۔ وہ بچا ہوا دودھ آپ نے سرہانے کی طرف رکھ دیا۔ اتنے میں آپؒ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو ایک صاحب جو پاس کھڑے تھے ان سے پوچھا کہ ''بھائی وہ تھوڑا سا دودھ بچ گیا تھا، وہ کہاں گیا؟''

تو ان صاحب نے کہا کہ ''حضرت وہ تو پھینک دیا۔ ایک گھونٹ ہی تھا۔''

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ''تم نے اللہ کی اس نعمت کو پھینک دیا۔ تم نے بہت غلط کام کیا۔ اگر میں اس دودھ کو نہیں پی سکا تو تم خود پی لیتے۔ کسی اور کو پلا دیتے یا بلی کو پلا دیتے، یا طوطے کو پلا دیتے۔ اللہ کی کسی مخلوق کے کام آ جاتا، تم نے اس کو کیوں پھینکا؟'' پھر ایک اصول بیان فرما دیا کہ ''جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی عام زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے ان کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہے۔''

مثلاً کھانے کی بڑی مقدار کو انسان کھاتا ہے، اس سے اپنی بھوک مٹاتا ہے۔ اپنی ضرورت پوری کرتا ہے، لیکن اگر اسی کھانے کا تھوڑا حصہ بچ جائے تو اس کا احترام اور توقیر بھی اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس کو ضائع کرنا جائز نہیں۔ یہ اصل (ضابطہ) بھی درحقیقت اسی حدیث سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے رزق کی ناقدری مت کرو، اس کو کسی نہ کسی مصرف میں لے آؤ۔